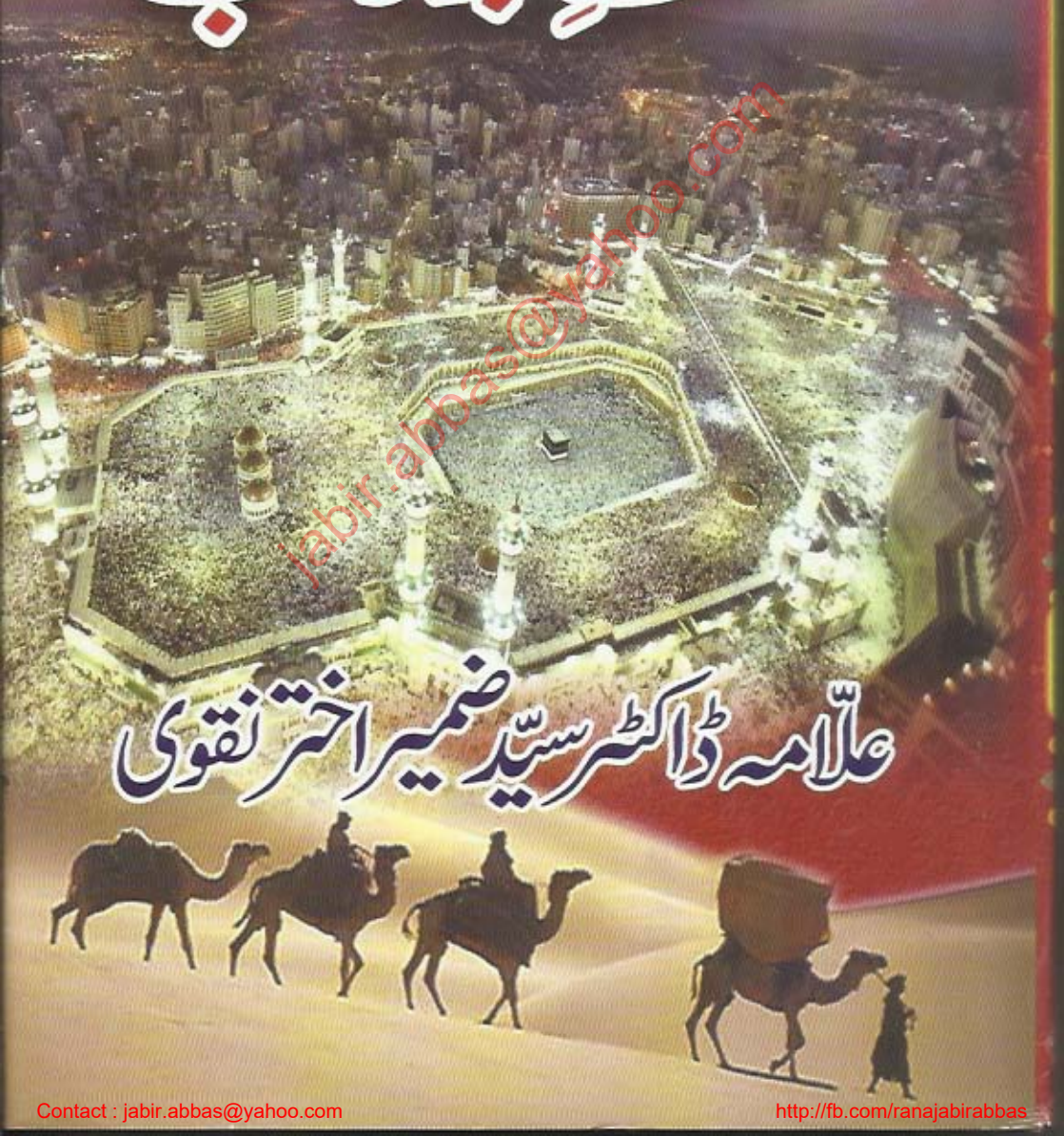


عشرہ مجالس

عظمتِ ابوطالبؑ



علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی



عشرہ مجالس

عظمتِ حضرت ابوطالبؑ

(الوداعی عشرہ)

۱۴۲۲ھ مطابق ۲۰۰۳ء

.....بمقام

قصر مسیب رضویہ سوسائٹی، کراچی

وکیل ولایت علیؑ

علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی



جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

- نام کتاب : عشرہ مجالس "عظمت حضرت ابوطالب"
مقرر : علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی
اشاعت : اول (۱۴۳۲ھ بمطابق ۲۰۱۱ء)
تعداد : ایک ہزار
کمپوزنگ : طارق وحید
قیمت : ۲۵۰ روپے
ناشر : مرکز علوم اسلامیہ

..... ﴿ کتاب ملنے کا پتہ ﴾

مرکز علوم اسلامیہ

فلٹ نمبر 102، مصطفیٰ آرکیڈ، سندھی مسلم کواپریٹیو ہاؤسنگ سوسائٹی

کراچی۔ فون: 02134306686

website: www.allamazameerakhtar.com



فقہر سلت

پہلی مجلس

کلمہ ابوطالبؑ

﴿.....صفحہ نمبر ۵۳۲۳۲.....﴾

- ۱۔ میں نے کبھی ایمان ابوطالبؑ موضوع نہیں بنایا۔
- ۲۔ ایمان ابوطالبؑ ثابت کرنے والے ہم کون ہیں!
- ۳۔ صاحبانِ ایمان کا ایمان ثابت نہیں کیا جاتا۔
- ۴۔ پہلے مسلمان پھر مومن پھر متقی آخر میں محسن بنتا ہے۔
- ۵۔ ساری دُگریاں ایک ساتھ نہیں مل جاتیں۔
- ۶۔ کیا سارے مسلمان مومن تھے؟ متقی تھے؟ محسن تھے؟
- ۷۔ علم کی پہچان گفتگو اور زبان ہوتی ہے۔
- ۸۔ زبان کا مسئلہ حل ہو جاتا ہے مگر دل کا حال کیسے معلوم ہو؟
- ۹۔ منافق کی پہچان فضائل علیؑ بیان کر کے ہوتی ہے۔
- ۱۰۔ اگر علیؑ سے محبت تو نبیؐ اور اولادِ نبیؐ سے بھی محبت ہوگی۔



- ۱۱۔ ابوطالب کو کافر وہی کہے گا جو منافق ہوگا۔
- ۱۲۔ ابوطالب کی پوری زندگی میں کوئی خطا دکھاؤ۔
- ۱۳۔ ابوطالب کی پوری زندگی خدمات ہی خدمات۔
- ۱۴۔ یہ موضوع چودہ صدیوں کا زندہ موضوع ہے۔
- ۱۵۔ مورخ پہلے ہے یا ابوطالب ہیں؟
- ۱۶۔ ابوطالب نے کسی کو دوست ہی نہیں بنایا، نہ مسلمان نہ کافر۔
- ۱۷۔ عباس بن عبدالمطلب اور ابوسفیان کی کچی دوستی تھی۔
- ۱۸۔ ابوسفیان کے کلمہ پڑھنے کا کیا فائدہ ہوا؟
- ۱۹۔ ابوسفیان اور یزید کی فکر ایک تھی۔
- ۲۰۔ دادا نے بنیاد ڈالی پوتے نے کامل کر دی۔
- ۲۱۔ کافروں کی سفارش بچا کر رہا ہے۔
- ۲۲۔ دوستی کے آگے لوگ کلمہ بھول جاتے ہیں۔
- ۲۳۔ شعب ابی طالب میں کون کون لوگ تھے؟
- ۲۴۔ کسی ایک فرد نے بھی شعب ابی طالب میں شکوہ نہیں کیا۔
- ۲۵۔ اہل بیت کی کوشش عوام کو علم دو، تو حید سمجھیں۔
- ۲۶۔ مسلمانوں کی جہالت کا فائدہ مغرب نے اٹھایا۔
- ۲۷۔ شعب ابی طالب جہاد ابوطالب تھا۔
- ۲۸۔ جنہوں نے کلمہ پڑھا انہوں نے کیا کارنامے انجام دیئے؟
- ۲۹۔ اگر نبی جھوٹا ہوتا تو تمہارے حوالے کر دیتا۔
- ۳۰۔ وفات ابوطالب اور وفات خدیجہ ہجرت کے اسباب تھے۔



- ۳۱۔ آپ کیا ہجرت کو خوشی کی چیز سمجھ رہے ہیں؟
- ۳۲۔ ولادت نبی کی پہلی خوشی کس نے منائی تھی؟
- ۳۳۔ اگر ولادت کی خوشی ہے تو وفات کا غم بھی منانا چاہیے۔
- ۳۴۔ ولادت کے دن صرف اُن کا ذکر ہوگا جو اُس وقت موجود تھے۔
- ۳۵۔ دشمن سے مقابلے کے لیے سب کو ایک ہونا پڑتا ہے۔
- ۳۶۔ آپ کس کے ساتھی ہیں ظالم کے یا مظلوم کے؟
- ۳۷۔ ایک بچہ بھی نہیں بولا پھوپھی اماں یزید کی بات مان لیجئے۔
- ۳۸۔ کونے کا بازار، بھوکے بچے، صدقے کی کھجوریں پھینک دیں۔
- ۳۹۔ اُمّ حبیبہ! کیا تم اسیروں کا تماشا دیکھنے نہ چلو گی۔
- ۴۰۔ اللہ مجھے جلد مدینے لے جائے وہاں میری شہزادی رہتی ہے۔

دوسری مجلس

گواہانِ ابوطالب

﴿صفحہ نمبر ۷۵ تا ۷۴﴾

- ۱۔ راوی یا محدث اہم ہے یا حضور کے بیچا۔
- ۲۔ جو کوئی جو کچھ لکھ دے کیا اُس پر ایمان لے آئیں؟
- ۳۔ ہر چیز کو پر کھنے کے پیمانے ہوتے ہیں۔
- ۴۔ باذوق لوگ ہمیشہ بہترین چیز ہی لینا پسند کرتے ہیں۔
- ۵۔ حدیثیں آپ بغیر پر کھے کیسے لے لیتے ہیں۔
- ۶۔ حضور کے سب سے بڑے چچا عمارت کے سب سے بڑے بیٹے کی

۱۔ اسی کی عداوتوں کا اسی کا بن سید بن جانا ہے۔



- ۴۶۔ ان نمازوں کو سلام جو پلکوں سے پڑھی گئیں -----
- ۴۷۔ ہاتھوں میں ہتھکڑیاں، پاؤں میں بیڑیاں، یہ کیسی نمازیں ہیں؟ اللہ اکبر -----
- ۴۸۔ بندھے ہاتھ، ناقوں پہ بیٹھی بیبیاں اور نمازیں -----
- ۴۹۔ بہن زینب! بھائی کو نماز شب میں نہ بھول جانا -----
- ۵۰۔ ایک دن جناب زینب بیٹھ کر نماز پڑھ رہی تھیں -----

تیسری مجلس

خاموشی ابوطالبؑ

﴿.....صفحہ نمبر ۶ تا ۹۶.....﴾

- ۱۔ ابوطالب ایک لاکھ انبیاء کی وراثت کو لئے بیٹھے تھے -----
- ۲۔ ابوطالب نے تمام انبیاء کے ذکر کو موضوع بنادیا -----
- ۳۔ عرب کا تعصب کہ غیر عرب کو نبی نہیں مانیں گے -----
- ۴۔ عرب میں کل تین نبی آئے -----
- ۵۔ یورپ کے تعلیمی اداروں میں تعصب سے پاک کام ہوتا ہے -----
- ۶۔ انبیاء کا خط عربی نہیں عراقی ہے -----
- ۷۔ قدیم کتب میں دریائے دجلہ و فرات کا ذکر مسلسل ہے -----
- ۸۔ ہرنی کے ساتھ فرات کا ذکر ہے -----
- ۹۔ دنیا کی سب سے قدیم تہذیب نینوا کی ہے -----
- ۱۰۔ قدیم تہذیب کی کھدائی، سات قبریں، ان پر کتبہ -----



- ۱۱۔ نمرود کے محل کے تین مینار پانچ کیسے ہو گئے۔
- ۱۲۔ ابراہیم کا عراق میں پیدا ہونا اور مکہ ہجرت کرنا۔
- ۱۳۔ بابل کا اصلی نام باب ایل تھا، جو ایل کا مخفف ہے۔
- ۱۴۔ ایل جب عربی زبان میں آیا تو علی بنا۔
- ۱۵۔ جبریل کے معنی علی کی طاقت، جبر ایل۔
- ۱۶۔ بھی علی اللہ کا نام ہے، علی سے پہلے اللہ ہی علی تھا۔
- ۱۷۔ اگر اللہ کو علی کہتے رہتے تو جھگڑے نہ ہوتے۔
- ۱۸۔ اللہ کے نام وکیل، عالم، ہر عامہ والا عالم، کالے کوٹ والا وکیل۔
- ۱۹۔ تعصبات ذہن انسان کو رنگ آلود کر دیتے ہیں۔
- ۲۰۔ انبیاء ہمیشہ علم پر زور کیوں دیتے رہے؟
- ۲۱۔ سورہ یسین میں دو پیغمبروں کا ذکر ہے نام کیوں نہیں ہے۔
- ۲۲۔ جو نیک کام کرنے والوں کو پتھر مارے وہ منحوس ہوتا ہے۔
- ۲۳۔ حضرت عیسیٰ اور سرکارِ دو عالم کے درمیان کا دورِ فقرت کہلاتا ہے۔
- ۲۴۔ نبی سے نبی ہے، خبریں آتی رہیں گی، اعلان نہیں ہوگا۔
- ۲۵۔ حضرت اسمعیلؑ کے بعد خاموش انبیاء کا دور ہے۔
- ۲۶۔ اللہ نے کوئے کو بھی نبی بنایا!
- ۲۷۔ شہد کی مکھی پر بھی وحی ہو سکتی ہے۔
- ۲۸۔ مادرِ موسیٰ پر، حرمِ پرہم نے وحی کی۔
- ۲۹۔ ابراہیم کے ہاتھی نے جناب عبدالمطلبؑ کی تعظیم کی۔
- ۳۰۔ عبدالمطلبؑ تو حید پرست تھے ابراہیم کو معلوم تھا۔



- ۳۱۔ عبدالمطلب کو کیسے معلوم، کیوں انتظار کہ مدد آ رہی ہے۔
- ۳۲۔ ذرا سا کلمہ پڑھ لیا، ڈھول بجنے لگتا ہے۔
- ۳۳۔ شاگرد اُستاد کو کیا کلمہ پڑھوائے گا۔
- ۳۴۔ چار لفظ سیکھ کر لوگ اترانے لگتے ہیں۔
- ۳۵۔ علم سیکھ کر اعلیٰ ظرف رہنا بہت مشکل ہے۔
- ۳۶۔ اجداد نبی کے پاس علم کے خزانے تھے۔
- ۳۷۔ عربوں کا علم شاعری، بطور علم آج بھی نہیں مانا جاتا۔
- ۳۸۔ شاعری کسی اسکول یا کالج میں نہیں سکھائی جاتی۔
- ۳۹۔ ابوطالب اپنے وقت کے عظیم شاعر تھے، دیوان موجود ہے۔
- ۴۰۔ دیوان ابوطالب نعتیہ دیوان کیوں کہلاتا ہے؟
- ۴۱۔ ابوطالب نہ ہوتے تو نعت نبی نہ ہوتی۔
- ۴۲۔ حضور کی آمد سے لے کر چالیس برس تک کوئی راوی نہیں ہے۔
- ۴۳۔ بچپن کے حالات حضور کے اگر ابوطالب نہ بتائیں تو۔
- ۴۴۔ جب عرب میں بارش نہ ہوتی تو بنی ہاشم کے پاس آتے۔
- ۴۵۔ بنی کاسب سے پہلے تعارف ابوطالب نے کرایا۔
- ۴۶۔ غدیر میں نبی نے علی کا تعارف کرا دیا۔
- ۴۷۔ حضور کا بچپن کا واقعہ سنانا، رسالت کے تیر، ابوطالب کے نشانے۔
- ۴۸۔ چچا بھتیجے کے نمونے بنی ہاشم میں اور تاریخ میں۔
- ۴۹۔ شہزادہ قاسم کے مصائب جو اس سے قبل بیان نہیں ہوئے۔



چوتھی مجلس

سورۃ ابوطالبؑ

﴿.....صفحہ نمبر ۹۷ تا ۱۱۳﴾

- ۱۔ اللہ کبھی مصلحتوں سے کام نہیں لیتا۔
- ۲۔ ایک انسان کی قبر بنانا بہت آسان ہے۔
- ۳۔ ہم نے پورے پورے تمدن دفن کر دیئے۔
- ۴۔ جس نے پیغمبر کے ساتھ برائی کی اُس کے لئے سورہ اور جس نے خدمت کی!۔
- ۵۔ ہم نے ابوطالب کے لیے قرآن میں طویل سورہ رکھا ہے۔
- ۶۔ پورے قرآن میں لفظ عمران صرف ایک بار آیا ہے۔
- ۷۔ عمران کو معہ آل چمنے کے بعد قیامت تک کسی کو نہیں چننا۔
- ۸۔ مصطفیٰ اور مصطفیٰ بنانے کی تفصیل آدمؑ تا خاتم۔
- ۹۔ ابوطالب کنیت ہے، بڑے بیٹے کا نام طالب تھا۔
- ۱۰۔ مفسرین عمران کو ڈھونڈتے رہے، ڈھونڈا تو کیا ڈھونڈا۔
- ۱۱۔ نبیؐ البلاغہ میں صرف ایک ہی معجزہ تحریر ہے۔
- ۱۲۔ ابولہب حضورؐ کی نقل کرتا تھا، دونوں ہاتھ گل گئے۔
- ۱۳۔ حضرت عبدالمطلبؑ کا آخری وقت ”میرے بعد محمدؐ کی پرورش کون کرے گا؟“۔
- ۱۴۔ سرکار ختمی مرتبتؐ گو دس اترے اور ابوطالب کے حصار میں۔
- ۱۵۔ سرکارؐ نے اپنی پرورش کے لئے جناب ابوطالبؑ کو مصطفیٰ بنایا۔



- ۱۶۔ حضرت ابوطالب سے دشمنی کی وجہ صرف حفاظتِ رسولؐ ہے۔۔۔۔۔
- ۱۷۔ جب تک محمدؐ نہ آجائیں کھانا نہ شروع کرنا۔۔۔۔۔
- ۱۸۔ حضرت ابوطالب نے محمدؐ کو بھتیجا سمجھ کے نہیں پالا۔۔۔۔۔
- ۱۹۔ کائنات تمہارے اختیار میں ہے چچا کو پانی پلاؤ۔۔۔۔۔
- ۲۰۔ تہذیب ہی ہاشم کے گھر سے آئی ہے۔۔۔۔۔
- ۲۱۔ جس نبیؐ کو کائنات سلام کرے اُس نے چالیس سال چچا کو سلام کیا۔۔۔۔۔
- ۲۲۔ اُس ابوطالب پر سلام جسے نبوت نے سلام کیا۔۔۔۔۔
- ۲۳۔ پانچ وقت بعد نمازِ فاطمہ کے دروازے پر سلام۔۔۔۔۔
- ۲۴۔ جن کو نبوت سلام کر رہی ہے انہیں رضی اللہ نہ کہئے۔۔۔۔۔
- ۲۵۔ شام کے راہب کا کہنا ایک نبیؐ آنے والا ہے۔۔۔۔۔
- ۲۶۔ جو اس درخت کے نیچے بیٹھے گا وہ نبیؐ ہوگا۔۔۔۔۔
- ۲۷۔ راہب نے مہرِ نبوت کو بوسہ دیا۔۔۔۔۔
- ۲۸۔ عیسائیت ہمیشہ دوست اور یہودیت مسلمانوں کی دشمن رہی ہے۔۔۔۔۔
- ۲۹۔ ستاسی لڑائیاں، پیغمبر کی ہیں، ایک لڑائی عیسائیوں کے خلاف نہیں لڑی۔۔۔۔۔
- ۳۰۔ مسلمانوں سے زیادہ عیسائیوں اور یہودیوں کی دشمنی ہے۔۔۔۔۔
- ۳۱۔ حضرت عیسیٰؑ کی سب سے زیادہ توہین یہودیوں نے کی ہے۔۔۔۔۔
- ۳۲۔ راہبوں نے ہمیشہ مسلمانوں کی تعریف کی ہے۔۔۔۔۔
- ۳۳۔ امریکہ سرکارِ حجتِ قائمؑ کی آمد کے ساتھ ہی کلمہ پڑھ لے گا۔۔۔۔۔
- ۳۴۔ قدرت نے امریکی فوج کو کس طرح کر بلا و نجف بلایا۔۔۔۔۔
- ۳۵۔ امریکی فوجی دُستے نے نجف اور کربلا میں سلامی دی ہے۔۔۔۔۔



- ۳۶۔ امریکی فوج نام کا خط اپنی ماں کے نام -----
- ۳۷۔ ملک کا صدر اور وزیر اعظم امریکہ کا دوست ہے اور عوام؟ -----
- ۳۸۔ مسلمانوں نے روضہ حسین پر تیس سال ماتم نہیں ہونے دیا -----
- ۳۹۔ جناب فاطمہ زہرا کے بعد حضرت آمنہ کی قبر کو بھی پامال کیا گیا -----
- ۴۰۔ مسلمان اچھے یا عیسائی جو مقدس جگہوں کا احترام کر رہے ہیں -----
- ۴۱۔ مسلمان نبی کی اولاد کو باندھ کر لے جا رہے ہیں -----
- ۴۲۔ عیسائی نبی کی نواسیوں کو چادریں اور کھانا پانی دے رہے ہیں -----
- ۴۳۔ سفیر روم جاسلیق کا دربار بزم میں اعلائے کلمہ الحق -----
- ۴۴۔ تو نے اپنے ہی رسول کے نواسے کا سر کاٹ لیا -----
- ۴۵۔ یہ حسین کی بہنوں کو کھلے سر کیوں لے کر آیا ہے؟ -----

پانچویں مجلس

آغاز اسلام ابوطالبؑ

﴿.....صفحہ نمبر ۱۱۵ تا ۱۳۵.....﴾

- ۱۔ عدل الہی کے پیش نظر دونوں چچاؤں کا ذکر قرآن میں ضروری تھا۔ -----
- ۲۔ سورج کی پانچ منزلیں طلوع، عروج، نصف النہار، زوال اور غروب -----
- ۳۔ بلندی کی آخری منزل نصب النہار کو والضحیٰ کہتے ہیں -----
- ۴۔ تجھ سے ناراض بھی نہیں ہوا، تجھ کو میں نے چھوڑا بھی نہیں -----
- ۵۔ ہر ایک کو گمراہ کرنے کا مسلمان کو شوق ہے -----
- ۶۔ سورہ والضحیٰ ابوطالب کی شان میں ہے -----

- <http://fb.com/ranajabirabbas>



- ۲۷۔ کسی کو کافر نہیں کہتے سارا زور ابوطالب پر ہے۔
- ۲۸۔ پانچ نور پورے محشر کے میدان میں چھا جائیں گے۔
- ۲۹۔ ابوطالب! جس جس کو تم چاہو بخشوا کراپنے ساتھ لے جاؤ۔
- ۳۰۔ کیا حرج ہے اگر ہم بھی ابوطالب کی نظر میں آجائیں۔
- ۳۱۔ ابوطالب کو معلوم تھا کہ میری اولاد کو قیامت تک سزا دی جائے گی۔
- ۳۲۔ کر بلا نام ہے ابوطالب کی قربانیوں کا۔
- ۳۳۔ عبدالمطلب کے صرف دو بیٹوں کی نسل کر بلا میں آئی ہے۔
- ۳۴۔ ابوطالب کے پوتوں اور پروتوں نے کر بلا کا نقشہ بنایا ہے۔
- ۳۵۔ اسلام کے تین دور، بنانا، پھیلانا اور بچانا۔
- ۳۶۔ اسلام دادانے بنایا، بیٹے نے پھیلایا، پوتے نے بچایا۔
- ۳۷۔ جسم کر بلا میں رہے گا سر رہے گا سفر میں۔
- ۳۸۔ سر حسین کے دو سو پینتالیس معجزات ہیں۔
- ۳۹۔ سفر کی منزلیں پڑھنا آسان نہیں ہے۔
- ۴۰۔ تیرا قصہ تو اصحاب کہف سے عجیب تر ہے۔
- ۴۱۔ نصاریٰ اور عیسائی آیات قرآن سن کر روتے روتے سجدے میں۔
- ۴۲۔ اچھے برے لوگ ہر قوم میں ہوتے ہیں۔
- ۴۳۔ قرآن بڑوں کی مذمت اور اچھوں کی تعریف کرتا ہے۔
- ۴۴۔ قول رسولؐ ہے علم کہیں بھی ملے لے لو۔
- ۴۵۔ علم پسند لوگ برے نہیں ہوتے ہیں۔
- ۴۶۔ مشرک و کافر کی حکومت باقی رہتی ہے مگر ظالم کی نہیں۔



- ۴۷۔ نصرانی سر حسین سینے سے لگائے، مسلمان زینب کے سر سے چادر چھینے۔۔۔۔۔
- ۴۸۔ عیسائی اور یہودی نہیں مسلمان ابوطالب کو کافر کہہ رہے ہیں۔۔۔۔۔
- ۴۹۔ عیسائیوں نے لعنت نہیں لی، اہل بیت کا احترام کیا۔۔۔۔۔
- ۵۰۔ معرفت تھی عیسائی چختن کو پہچان گئے تھے۔۔۔۔۔
- ۵۱۔ عید میلاد النبی پہ کبھی اہل بیت کی مدح کی کسی نے۔۔۔۔۔
- ۵۲۔ شہزادہ علی اصغر کا مرتبہ معصوموں کا ستارہ، فرانس کا شاعر۔۔۔۔۔
- ۵۳۔ ماں کی چیخ کے ساتھ دواور چٹھیں فضا میں بلند ہوئیں۔۔۔۔۔
- ۵۴۔ علی کے خطبات میں عیسائی کیوں آ کر بیٹھ جاتے تھے۔۔۔۔۔
- ۵۵۔ میدان جنگ میں علی کی تلوار صلہوں کو دیکھ کر چلتی ہے۔۔۔۔۔
- ۵۶۔ سچا دین دکھانے کے لیے صادقین کو دکھاؤ کا ذمہ کون نہیں۔۔۔۔۔
- ۵۷۔ راہب کی گود میں حسین کا سر اور مسلمانوں کے تازیانے سید سجاد پر۔۔۔۔۔
- ۵۸۔ تجھے پتہ نہیں میرے بابا علی اکبر کو بہت چاہتے تھے۔۔۔۔۔
- ۵۹۔ اے اباعبداللہ! تمہارے دانت بڑے خوبصورت ہیں۔۔۔۔۔
- ۶۰۔ بابا! یزید میری محبت کا امتحان لے رہا ہے۔۔۔۔۔

چھٹی مجلس

عظمت ابوطالبؑ

صفحہ نمبر ۱۳۶ تا ۱۳۵

- ۱۔ ہم ذکر علی، ذکر اولاد علی اور ذکر اجداد علی کرتے ہیں۔
- ۲۔ جو علی کے اجداد ہیں وہی رسول کے اجداد ہیں۔



- ۳۔ مسلمانوں کو کعب عقل آئے گی۔
- ۴۔ عظمت ابوطالب سنا کر ہم اپنی عزت بڑھاتے ہیں۔
- ۵۔ رسول خدا اور ابوطالب کا شجرہ ایک، خون ایک، چہرہ ایک، محمد بنی ہاشم کی محبتوں کا محور و مرکز تھے۔
- ۶۔ بیس برس کے سن میں محمدؐ نے ایک خواب دیکھا۔
- ۷۔ کسنی میں محمدؐ نے ابوطالبؑ کے ساتھ جنگِ قبا میں شرکت کی رسول اللہ کا عقد (نکاح) ابوطالبؑ نے پڑھا۔
- ۸۔ رسول اللہؐ نے اعلانِ نبوت کیا، ابوطالبؑ نصرت کے لئے مستعد تھے۔
- ۹۔ شعب ابی طالب میں ابوطالبؑ نے صبر کیا۔
- ۱۰۔ اہل سنت و آراء نے ابوطالبؑ کے فضائل لکھے ہیں۔
- ۱۱۔ کافروں نے کہا ”اے ابوطالب تمہارا بھتیجا ہمیں بے عقل سمجھتا ہے۔“
- ۱۲۔ کافروں نے ابوطالبؑ سے کہا عرب پر حکومت کریں مگر محمدؐ کو ہمارے حوالے کر دیں
- ۱۳۔ ابوطالبؑ نے کہا ”ہم محمدؐ کی آخری دم تک مدد کریں گے۔“
- ۱۴۔ عباس بن عبدالمطلبؑ اور ابولہبؑ نے رسول اللہؐ کی مخالفت کی مگر ابوطالبؑ نے دونوں کی سرزنش کی۔
- ۱۵۔ کافروں نے کہا، ابوطالبؑ محمدؐ نے تمہارے بیٹے علیؑ کو تمہارا آقا و سردار بنادیا ہے۔
- ۱۶۔ حضرت علیؑ کی خلافت کا اعلان دعوتِ ذوالعشرہ میں ہی ہو گیا تھا۔
- ۱۷۔ غدیر خم دراصل رسول اللہؐ کے وعدے کی تکمیل کا دن ہے۔
- ۱۸۔ اے ابوطالبؑ کے فرزند آپ کو مبارک ہو، آپ میرے اور تمام مومنین و مومنات کے مولا بن گئے۔



۱۹۔ آغاز اسلام میں ابوطالب نے محمدؐ کے لئے غدیر بنایا تھا، آج محمدؐ نے ابوطالب کے بیٹے کے لئے غدیر بنایا ہے۔

۲۰۔ ولایت علیؑ کے دشمن پر آسمان سے پتھر نازل ہوا اور وہ زمین پر لوٹنے لگا پھر واصل جہنم ہو گیا۔

۲۱۔ ”ولایت علیؑ“ چھپانے والوں کا ہمیشہ بُرا انجام ہوا ہے۔

۲۲۔ حضرت علیؑ نے اصحابِ کہف پر سلام بھیجا انھوں نے حضرت علیؑ کے سلام کا جواب دیا۔

۲۳۔ انس بن مالک نے علیؑ کا حق چھپایا۔

۲۴۔ اصحابِ کہف ولی عصر حضرت امام مہدیؑ کے اصحاب میں شامل ہوں گے۔

۲۵۔ ہم سب امام مہدیؑ کا انتظار کر رہے ہیں۔

۲۶۔ فاطمہ صغریٰؑ کو اپنے امام کا انتظار تھا۔

۲۷۔ فاطمہ صغریٰؑ کا تذکرہ سیکڑوں کتابوں میں موجود ہے۔

۲۸۔ ۲۸ ربیع الثانی کو شبیرؑ نے رو کر کہا لو جاتے ہیں صغریٰؑ، مسافر چلے گئے صغریٰؑ تنہا رہ گئیں۔

۲۹۔ فاطمہ صغریٰؑ کے گھر کی دیوار پر ایک خون آلود پرندہ آیا اور دردناک آواز میں نوحہ کرنے لگا۔

۳۰۔ فاطمہ صغریٰؑ نے اپنے بابا کو خط لکھا۔

۳۱۔ قاصدِ صغریٰؑ خط لے کر عراق روانہ ہو گیا۔

۳۲۔ قاصدِ صغریٰؑ کربلا میں روزِ عاشورہ اس وقت پہنچا جب حسینؑ بہت زخمی حالت میں تھے۔



- ۳۳۔ فاطمہ صغریٰ نے خط میں کیا لکھا تھا۔ (تفصیلات)
- ۳۴۔ پھر یہ پتہ نہ چلا کہ قاصدِ صغریٰ انسان تھا یا فرشتہ، شہید ہو گیا یا نہیں؟
- ۳۵۔ امام حسینؑ نے فاطمہ صغریٰ کا خط اہلِ حرم کو سنایا تو ماتم و کھرام بپا ہو گیا۔
- ۳۶۔ حضرت امام حسینؑ نے ایسے عالم میں صغریٰ بی بی کے خط کا کیا جواب دیا ہوگا؟
- ۳۷۔ فاطمہ صغریٰ نے لکھا تھا میرے چچا عباسؑ کے ہاتھوں اور بھیا علی اکبرؑ کی پیشانی کا بوسہ لیجئے گا۔
- ۳۸۔ امام حسینؑ نے خطِ صغریٰ علی اکبرؑ کے سینے پر رکھ کر قاصد سے کہا صغریٰ سے کہنا یہ تمہارے خط کا جواب ہے۔

ساتویں مجلس

صلۃ ابوطالبؑ

﴿.....صفحہ نمبر ۱۴۶ تا ۱۷۱.....﴾

- ۱۔ تعمیرِ ذہن انسان کی زندگی کا اصل مقصد ہے۔
- ۲۔ جنہوں نے امام حسینؑ کی خدمت کی وہ ہمارے عظیم نامور ہیں۔
- ۳۔ اچھی آواز ایک اچھا رزق ہے ہر ایک کو کہاں نصیب۔
- ۴۔ دنیا سے رک جانا اور روحانی سفر اختیار کرنا آسان نہیں ہے۔
- ۵۔ میرا نہیں اگر چاہتے دنیا کی شاعری کر سکتے تھے۔
- ۶۔ انیسؑ نے ہر رنگ میں اپنے آپ کو منوالیا۔
- ۷۔ جو ہماری عزت و شہرت وہ تمہاری عزت و شہرت۔
- ۸۔ اہل بیتؑ کا دشمن بننا آسان دوست بننا مشکل ہے۔



- ۹۔ دوستی کا معیار صرف اور صرف محبت ہے۔
- ۱۰۔ حسین کا دربار کھلا ہے جس کا دل چاہے آئے۔
- ۱۱۔ حسین کی عزاداری دنیا کے ہر مذہب و ملت کا شخص کرتا ہے۔
- ۱۲۔ نکت نظری حسین کے دربار میں اچھی چیز نہیں ہے۔
- ۱۳۔ ایک ہندو عورت کو جناب زینب نے بشارت دی ہے۔
- ۱۴۔ تمام اسلامی ملک حضرت علی کا طرز حکومت اپنائیں، اقوام متحدہ۔
- ۱۵۔ تمام اسلامی سیاسی جماعتوں کا خرچہ امریکہ دیتا ہے۔
- ۱۶۔ اہل بیت کے جلوس میں سیاسی نعرہ نہیں لگنا چاہئے۔
- ۱۷۔ برے کی برائی سے نفرت کرو۔
- ۱۸۔ خُرنے پر یزیدیت چھوڑ دی حسین نے گلے لگالیا۔
- ۱۹۔ عیادت کو آیا ہوں انتقام کو نہیں آیا۔
- ۲۰۔ ایک دن دیکھا گھبرا گئے میں تو ہر وقت دیکھا ہوں۔
- ۲۱۔ جو ہم ابراہیم کو دے رہے ہیں وہی نمرود کو دے رہے ہیں۔
- ۲۲۔ اچھا ہے اگر دو مسافر ساتھ ساتھ باتیں کرے چلیں۔
- ۲۳۔ سفر علم کا ہو یا زمین کا باتوں میں کٹ جاتا ہے۔
- ۲۴۔ میں تجھے بیچ میں چھوڑ کر کیسے چلا جاتا۔
- ۲۵۔ یہ عمل آپ کا ذاتی ہے یا یہی آپ کا دین ہے۔
- ۲۶۔ بڑے آدمی کا عمل ہر ایک اپنے نام لکھوانا چاہتا ہے۔
- ۲۷۔ اہل بیت نے بڑے سے بڑا عمل کیا لکھوایا اللہ کے نام۔
- ۲۸۔ واہ رے علی! بچے بھی دین کے نام لکھ دیئے۔



- ۲۹۔ کافر و مشرک سے اب طاقت سے نہیں لڑ سکتے۔
- ۳۰۔ آنا تو علیؑ کے بیٹے ہی کو ہے۔
- ۳۱۔ اب شیطان کی چالیں نہیں چلیں گی۔
- ۳۲۔ نبیؐ کی وفات کے بعد اسلام کو دہشت گردوں نے اغوا کر لیا۔
- ۳۳۔ جناب سیدہؓ کسی مسلمان صحابی کے گھر بھی نہیں گئیں۔
- ۳۴۔ دختر رسولؐ یہودی کے گھر کیوں گئیں۔
- ۳۵۔ یہودیوں کو پتہ چلا نماز، رسالت اور توحید کا۔
- ۳۶۔ جو نبیؐ کا کام ہے وہی زہراؑ کا کام ہے۔
- ۳۷۔ اسلام کی عورت گھر سے نکلے تو ہزاروں کو کلمہ پڑھوا کے آئے۔
- ۳۸۔ اٹھارہ برس میں زہراؑ کا پیغام کائنات میں پہنچ جائے گا۔
- ۳۹۔ سادات سے بڑی کوئی طاقت اسلام میں نہیں ہے۔
- ۴۰۔ پیوند کاری کو عربی میں بتول کہا جاتا ہے۔
- ۴۱۔ قسم کھانے کے چار ہی طریقے ہیں۔
- ۴۲۔ فاطمہؓ جیسی بیٹی ہو تو ابوطالبؑ کے گھر بیاہ کے آئے۔
- ۴۳۔ جناب ام ہانیؓ سے رشتہ کیوں نہ ہو سکا۔
- ۴۴۔ حضورؐ کو معراج کہاں سے ہوئی تھی؟
- ۴۵۔ یزید کا دوست عقل و علم اور ادب سے خالی ہوتا ہے۔
- ۴۶۔ ابوطالبؑ کے چاروں طرف فاطمہؓ ہی فاطمہؓ ہیں۔
- ۴۷۔ ابوطالبؑ کو اس پہ ناز کہ رسولؐ سدھی ہے۔
- ۴۸۔ زہراؑ کو ایسا غم ملا جو ابھی تک ختم نہیں ہوا۔



- ۴۹۔ ادھر زہراؑ جنت سے چلیں ادھر حسینؑ نے سب کو واپس کیا۔۔۔۔۔
- ۵۰۔ جس کا گھر لٹ رہا ہے وہ ماں کہاں کہاں جائے۔۔۔۔۔
- ۵۱۔ زینب! زینب! یہ بچہ فرات کے کنارے اپنا گھر ڈھونڈ رہا تھا۔۔۔۔۔
- ۵۲۔ ہم تو شبِ عاشور سے مقتل کو صاف کر رہے تھے۔۔۔۔۔
- ۵۳۔ زینب! فکر نہ کرنا، سیکینہ میری گود میں سو رہی ہے۔۔۔۔۔
- ۵۴۔ اس درخت کے نیچے ایک بی بی حسینؑ کو روتی ہے۔۔۔۔۔
- ۵۵۔ اماں! اس طرح نہ رویا کرو، اماں! اس طرح نہ رویا کرو۔۔۔۔۔

آ ٹھویں مجلس

آ غوشِ ابوطالبؑ

صفحہ نمبر ۱۹۸ تا ۱۹۷

- ۱۔ آ ٹھویں تقریر ہے اور صرف خدمات پر گفتگو ہو رہی ہے۔۔۔۔۔
- ۲۔ کتنا وسیع اور خوبصورت موضوع ہے۔۔۔۔۔
- ۳۔ اولاد کی پرورش، کسی کی زندگی کا اہم پہلو ہوتا ہے۔۔۔۔۔
- ۴۔ ابوطالبؑ کی گود بڑی ہے یا محمدؐ کی گود بڑی ہے۔۔۔۔۔
- ۵۔ محمدؐ اور علیؑ کی تعریف الگ الگ نہیں ہو سکتی۔۔۔۔۔
- ۶۔ جو نبیؐ اور امامؑ نہیں تھے وہ ابوطالبؑ کی گود میں کیسے پلے۔۔۔۔۔
- ۷۔ ابوطالبؑ کے بڑے بیٹے تاریخ میں زیادہ مشہور نہیں ہیں۔۔۔۔۔
- ۸۔ قدرت نے چاہا کہ طالبؑ کا نام قیامت تک زندہ رکھا جائے۔۔۔۔۔
- ۹۔ قیامت تک طالبؑ کے ذریعے ابوطالبؑ کو پکارا جائے گا۔۔۔۔۔



- ۱۰۔ آخر اللہ کو طالب کی کیا بات پسند آگئی۔
- ۱۱۔ کلمہ پڑھنے نہ پڑھنے کا مسئلہ علی والوں کا نہیں ہے۔
- ۱۲۔ کلمے کے مسئلے میں اُمت اُجھڑی ہے اور اُجھڑی رہے گی۔
- ۱۳۔ سب نے فرش پر ہم نے عرش پر کلمہ پڑھا ہے۔
- ۱۴۔ ہمارے ہاں تو علیؑ والا مذہب چلا آ رہا ہے۔
- ۱۵۔ کافروں کو علم ہے یہ لوگ محمدؐ کے ہیں، مسلمان لاعلم ہیں۔
- ۱۶۔ کافر زبردستی طالبؑ کو بدر کی جنگ میں ساتھ لے گئے۔
- ۱۷۔ طالبؑ گھوڑے پر سوار، تلوار لگائے، فی البدیہہ قصیدہ محمدؐ کی شان میں۔
- ۱۸۔ پروردگار ان کو ذلیل کرنا یہ محمدؐ سے لڑنے جا رہے ہیں۔
- ۱۹۔ واہ رہے طالبؑ مسلمان کہہ کلمہ نہیں پڑھا اور تم اللہ سے کہہ رہے ہو۔
- ۲۰۔ طالبؑ کی دعا اللہ نے قبول کی، طالبؑ کی ادا اللہ کو پسند آگئی۔
- ۲۱۔ کافروں کے پورے لشکر نے طالبؑ کو گھیرا، تلواریں چلیں۔
- ۲۲۔ طالبؑ کو قتل کیا، لاش وہیں دریا میں بہادی۔
- ۲۳۔ اسلام کا پہلا شہید رسولؐ کا ہم عمر کون طالبؑ!
- ۲۴۔ اولاد ہونہ ہو، نسل چلنے نہ چلے، مزار ہونہ ہو۔
- ۲۵۔ ابوطالبؑ کو بات بات پر جلال نہیں آتا تھا۔
- ۲۶۔ ابوطالبؑ کو معلوم تھا کہ بلا کس سن میں ہوگی۔
- ۲۷۔ بڑے مقاصد کو یوں محفوظ رکھا جاتا ہے۔
- ۲۸۔ تمہارے کافر بچے کو میں پالوں اور تم میرے بھتیجے کو قتل کر ڈالو۔
- ۲۹۔ ابوطالبؑ نے ہمیشہ زبان سے تلوار کا کام لیا۔



- ۳۰۔ اگر ابوطالب تلوار نکال لیتے، ذوالفقار کا اثر ختم ہو جاتا۔۔۔۔۔
- ۳۱۔ آسمانی تلوار آئے گی میرا بیٹا تلوار چلائے گا۔۔۔۔۔
- ۳۲۔ علیؑ کی لڑائی، ابوطالبؑ کی لڑائی تھی۔۔۔۔۔
- ۳۳۔ زبان کی ذوالفقار پر ابوطالبؑ نے ہزاروں کورو کا ہے۔۔۔۔۔
- ۳۴۔ مورخ کا گمان عقیلؑ علیؑ سے ناراض ہو گئے، شام چلے گئے۔۔۔۔۔
- ۳۵۔ کیا چھوٹا بھائی بڑے بھائی کا ہاتھ جلا سکتا ہے۔۔۔۔۔
- ۳۶۔ بنی ہاشم نے دنیا کو آداب سکھائے ہیں۔۔۔۔۔
- ۳۷۔ شام کا گورنر باغی تھا، علیؑ کا معزول کردہ تھا۔۔۔۔۔
- ۳۸۔ ایسے باغی کا دماغ صحیح کرنے کے لیے ایک آدمی کی ضرورت تھی۔۔۔۔۔
- ۳۹۔ چھوٹا رشتے دار کتنا ہی بڑا بن جائے رہے گا چھوٹا ہی۔۔۔۔۔
- ۴۰۔ عقیلؑ شام میں شان سے رہے، حق سفارت ادا کیا۔۔۔۔۔
- ۴۱۔ شام کے دربار میں سب عقیلؑ کی تعظیم کرتے تھے۔۔۔۔۔
- ۴۲۔ عرب میں دور دور سے لوگ اپنے شجرے پوچھنے آتے تھے۔۔۔۔۔
- ۴۳۔ عقیلؑ کو پورے عرب کے شجرے یاد تھے۔۔۔۔۔
- ۴۴۔ جانوروں، دریاؤں، صحراؤں، چشموں، زمینوں کے عقیلؑ ماہر اعظم تھے۔۔۔۔۔
- ۴۵۔ عقیلؑ کا کہنا پتھر کی لکیر ہوتا تھا۔۔۔۔۔
- ۴۶۔ پچاس دفتروں کا کام ایک طرف، عقیلؑ ایک طرف۔۔۔۔۔
- ۴۷۔ بڑھاپے میں عقیلؑ کی مینا کی کمزور ہو گئی تھی۔۔۔۔۔
- ۴۸۔ بنی امیہ دل کے اندھے ہوتے ہیں، جناب عقیلؑ کا برجستہ جواب۔۔۔۔۔
- ۴۹۔ جہاں ابولہب ہوگا جہنم میں وہیں پہلو میں تمہاری پھوپھی بھی ہوگی۔۔۔۔۔



- ۵۰۔ یہ عمرو بن عاص کے پیدا ہونے پر چھ آدمیوں نے دعویٰ کیا تھا۔۔۔۔۔
- ۵۱۔ اور یہ ضحاک بن قیس فہری کے ابا اونٹوں کا ختنہ کرتے تھے۔۔۔۔۔
- ۵۲۔ یہ ابو موسیٰ اشعری گرہ کٹ کی اولاد ہیں، ابا حبیبیں کا مٹے تھے۔۔۔۔۔
- ۵۳۔ حمامہ کو جانتا ہے! نہیں جانتا پھر میں کیا کروں؟۔۔۔۔۔
- ۵۴۔ حمامہ تیری دادی تھی گھر پر جھنڈا لگاتی تھی۔۔۔۔۔
- ۵۵۔ تم بھی منبر پر جاؤ اور علی کو (نعوذ باللہ) برا کہو (معاویہ کا حکم)۔۔۔۔۔
- ۵۶۔ لعنت زبان سے نکل کر اپنے مقام پر خود ہی پہنچ جاتی ہے۔۔۔۔۔
- ۵۷۔ ابوطالب کی ذہانت اولاد نے پائی تھی۔۔۔۔۔
- ۵۸۔ قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ ط معیارِ محبت ہے۔۔۔۔۔
- ۵۹۔ اہل بیت سے محبت ہے تو نبی سے محبت ہے۔۔۔۔۔
- ۶۰۔ مہدی کے آنے کے بعد نہ سقیفہ بچے گا نہ خلیفہ بنے گا۔۔۔۔۔
- ۶۱۔ یہ بتادیں دنیا کا انجام کیا ہے؟۔۔۔۔۔
- ۶۲۔ کیسے پتہ تھا محمد بن ابی بکر علیؓ والا ہو جائے گا۔۔۔۔۔
- ۶۳۔ ہری پگڑیاں ہرے پر چم ہماری عزاداری سے سلامت ہیں۔۔۔۔۔
- ۶۴۔ ہر رنگِ امام حسنؑ اور امام رضاؑ کا عطیہ ہے۔۔۔۔۔
- ۶۵۔ شیعہ سنی میں اختلاف نہیں ہے، یہ اختلافی کون ہے؟۔۔۔۔۔
- ۶۶۔ یہ جلوس، خاموش جلوسِ عماری ہے، عاشورہ پہ جہلم کے جلوس اور ہیں۔۔۔۔۔
- ۶۷۔ اس جلوس میں کوئی نعرے بازی نہیں ہونی چاہئے۔۔۔۔۔
- ۶۸۔ شہزادیوں کا جلوس احترام سے لے جایا جاتا ہے۔۔۔۔۔
- ۶۹۔ عقیل سفیر علیؑ، مسلم سفیر حسینؑ، بیٹا باپ کے نقشِ قدم پر۔۔۔۔۔



- ۷۰۔ عقیل کے بارہ بیٹے حسین پر سے قربان ہو گئے۔
- ۷۱۔ عقیل کی تمام بہوئیں علی کی بیٹیاں تھیں۔
- ۷۲۔ عبدالرحمن بن عقیل کے قاتل کی گرفتاری، مختار کا دور، قاسم کی آمد۔
- ۷۳۔ مختار کیا پوچھتے ہو، گھرا جڑ گئے، اب ٹوپی کیسی اور کیسی نعلین۔
- ۷۴۔ سب کھڑے ہو جاؤ، قتاتیں لگائیں، علی کی بیٹی آرہی ہے۔
- ۷۵۔ زینب کیسے کوفہ گئیں اور کیسے شام گئیں۔
- ۷۶۔ بی بی کی پرانی ضرب ایک دن کے لئے رضویہ آگئی تھی۔
- ۷۷۔ شام پہ آج اسیروں کی حکومت ہے، یزید کا نام و نشان نہیں ہے۔
- ۷۸۔ بغیر چادر اوڑھے کوئی عورت اندر نہیں جاسکتی۔
- ۷۹۔ بی بی کے تابوت کے سر ہانے جو اہرات کا تاج رکھا ہے۔
- ۸۰۔ فاتح شام زینب نے یزید کی بساط الٹ دی۔
- ۸۱۔ زینب واپس دمشق کیوں آئیں مدینے سے؟
- ۸۲۔ سیکڑ سے وعدہ کیا تھا، میں واپس آؤں گی۔
- ۸۳۔ اکٹھ ہجری کا روانہ شام میں داخل ہو رہا تھا۔
- ۸۴۔ دن گزر گیا دربار تک پہنچنا نہ ہوا؟
- ۸۵۔ باب الساعت پر اہل بیت کئی گھنٹے کھڑے رہے۔
- ۸۶۔ اسیر میدان میں بیٹھے تھے چاروں طرف تماشاخی تھے۔
- ۸۷۔ کہو یا حسین الوداع۔
- ۸۸۔ شیعہ ہو، مومن ہو، بولومندہ سے یا حسین، یا حسین، یا حسین



نویں مجلس

تربیتِ ابوطالبؑ

..... صفحہ نمبر ۱۹۹ تا ۲۲۱ ﴿

- ۱۔ ابوطالبؑ محسنِ اسلام اور سرپرستِ رسالت ہیں۔
- ۲۔ ابوطالبؑ ابوالآئمہ گویا امامت کے حضرت آدمؑ ہیں۔
- ۳۔ صوفیائے کرام حضرت ابوطالبؑ کو خواجہ ابوطالبؑ کہتے ہیں۔
- ۴۔ ابوطالبؑ کا احترام نہ ہو تو تصوف ختم ہو جائے۔
- ۵۔ صوفی سید ہوگا اور نسلِ ابوطالبؑ سے ہوگا۔
- ۶۔ ذکرِ حسینِ نعمت ہے یہاں سچ کی عادت پڑ جاتی ہے۔
- ۷۔ عقل، ہچکائی اور مطالعہ نہ ہو تو بات بے وزن ہوتی ہے۔
- ۸۔ جھوٹوں کے معاشرے میں جھوٹ ہی بولا جائے گا۔
- ۹۔ اگر شیعوں نے امام حسینؑ کو قتل کیا تو وجہ بھی تو بتائیے۔
- ۱۰۔ کیا صرف کوفہ میں شیعہ رہتے تھے۔
- ۱۱۔ اگر شیعہ امام حسینؑ کو قتل کر رہے تھے تو آپؑ نے بچایا کیوں نہیں۔
- ۱۲۔ اگر بروقت نہیں پہنچ سکے تو بعد میں جا کر قتل کر دینا تھا شیعوں کو۔
- ۱۳۔ حرمہ، شمر، عمر ابن سعد، خولی، شیش ابن ربیع، حجاج کیا شیعوں کے نام ہیں؟۔
- ۱۴۔ مختار نے قاتلانِ حسینؑ کو قتل کر دیا، مختار کا مذہب کیا تھا؟۔
- ۱۵۔ مختار سے خوش ہو جائیں، ناراض کیوں ہیں۔
- ۱۶۔ جن کی آپؑ پرورش کر رہے تھے وہی قاتلانِ حسینؑ ہیں۔



- ۱۷۔ قاتلانِ حسینؑ کی پرورش سقیفہ میں ہوئی تھی۔
- ۱۸۔ جناب جعفرؑ طیارؑ پر میری کتاب پہلی کتاب ہے۔
- ۱۹۔ جناب جعفرؑ طیارؑ کے متعلق کوئی اختلافی حدیث نہیں ہے۔
- ۲۰۔ حسینؑ نے بتایا ہجرت مجددوں کے لئے ہوتی ہے۔
- ۲۱۔ اسلام عدل کا دین ہے نہ کہ ظلم کا دین۔
- ۲۲۔ ابوطالبؑ کی پوری زندگی عدل کی عکاسی ہے۔
- ۲۳۔ پرانے زمانے میں قصیدے کا مطلب روزنامہ، رسالہ، اخبار تھا۔
- ۲۴۔ جب اخبار نہیں تھے یہی طریقہ رائج تھا۔
- ۲۵۔ اردو کا پہلا اخبار کوہ نور ۱۸۹۲ء میں نکلا۔
- ۲۶۔ اس کی فائلیں کہاں محفوظ ہیں؟
- ۲۷۔ جانے میرے بیٹے سے نجاشی نے کیا سلوک کیا۔
- ۲۸۔ نجاشی حضرت بلقیس کے خاندان سے تھا۔
- ۲۹۔ پورے افریقہ میں اسلام جناب جعفرؑ طیارؑ کی وجہ سے پھیلا۔
- ۳۰۔ آپ کے گھوڑے اندھیروں میں دوڑتے ہیں۔
- ۳۱۔ ابوطالبؑ کے گھوڑے روشنیوں میں دوڑتے۔
- ۳۲۔ اندھیروں کا اسلام اور روشنیوں کا اسلام اور ہے۔
- ۳۳۔ جناب جعفرؑ طیارؑ کی مشابہت رسولؐ سے بہت زیادہ تھی۔
- ۳۴۔ جامہ زمہبی میں جعفرؑ طیارؑ سے بہتر کوئی نہ تھا۔
- ۳۵۔ سواری پہ نشست کے اعتبار سے جعفرؑ طیارؑ سے بہتر عرب میں نظر نہ آیا۔
- ۳۶۔ استنبول کے میوزیم میں جناب جعفرؑ طیارؑ کی ڈھائی گز لمبی تلوار رکھی ہے۔
- ۳۷۔ اسی میوزیم میں کسی کی ڈیڑھ فٹ کی چھری بھی رکھی ہے۔

۵۹۔ آپ کے جسم مبارک پر وقت شہادت اگلے حصہ پر نوے زخم تھے۔
۶۰۔ حضرت عیسیٰ کی طرح جناب جعفر طیار کو آسمان پر اٹھالیا گیا۔
۶۱۔ حضور مدینہ میں جنگ موتہ کا حال سنا رہے تھے۔
۶۲۔ تمہیں پتہ ہے ابھی ابھی جعفر کو دوزمرد کے پر عطا کئے گئے ہیں۔
۶۳۔ بیٹا تین دن تک اسماء کے گھر میں چولہا نہ جلے۔
۶۴۔ جناب جعفر طیار کی شہادت پر جناب سیدہ کے بین۔
۶۵۔ مولانا شرمندہ ہیں، بہت غریب لوگ ہیں، آپ تو بادشاہ ہیں۔
۶۶۔ مولانا جاتے جاتے سب کو دعا دے دیجئے۔
۶۷۔ میرے چاروں بچے مارے گئے مگر میں حسین کو روؤں گی (ام البنین)۔

دسویں مجلس

شرف ابوطالبؑ

﴿.....صفحہ نمبر ۲۲۲ تا ۲۲۰.....﴾

- ۱۔ ہم نے تقریباً پندرہ سولہ گھنٹے ابو طالب کا ذکر کیا۔
- ۲۔ جو کلمے کو پالے وہ کلمہ کو کیا پڑھے۔
- ۳۔ لا الہ الا اللہ رسول اللہ وحی پر، علیاً ولی اللہ آغوش میں۔
- ۴۔ ہم نے ہرزخ سے ابو طالب پر گفتگو کی ہے۔
- ۵۔ شاہد، مشہود، شہود ایک ہی سلسلے کے لفظ ہیں۔
- ۶۔ آفتاب بارہ برجوں سے گزرتا ہے، ہر برج میں ایک ماہ قیام۔
- ۷۔ آسمانی مہینے اکیس سے اکیس تک ہوتے ہیں۔
- ۸۔ سال کے بارہ مہینے آفتاب بناتا ہے۔



- ۹۔ آسمان ابوطالبؑ، بارہ برج بارہ امام ہیں۔
- ۱۰۔ شرف اور اشرف ہر جگہ استعمال نہیں ہوتا۔
- ۱۱۔ آفتاب برج شرف میں، آفتاب امامت، آفتاب رسالت کے ہاتھوں پہ۔
- ۱۲۔ نور روز کے معنی جشن خلافت علیؑ ہے۔
- ۱۳۔ علیؑ کے ذکر میں بخل پیغمبر کو پسند نہیں ہے۔
- ۱۴۔ اکیس مارچ کی نذریوں رکھی گئی ہے؟
- ۱۵۔ اکیس مارچ کو پانی میں گلاب کے پھول چلے چلتے رکتے ہیں۔
- ۱۶۔ اجداد بنی ہاشم نے یہ مہینے اور نام ایجاد کئے۔
- ۱۷۔ اکیس مارچ کی اہمیت تفصیل کے ساتھ۔
- ۱۸۔ نور روز کے دن الیوم اکملت لکم دینکم۔
- ۱۹۔ بار بار غدر کو یاد کرو، بار بار غدر کو یاد کرو۔
- ۲۰۔ ہم نے تابوتِ سکینہ میں سارے برکات رکھ دیئے۔
- ۲۱۔ تابوت نہ ہو تو مسلمان کو فتح نہیں ملتی۔
- ۲۲۔ انطاکیہ سے توریت کی لوحیں آ کر مہدیؑ نکالیں گے۔
- ۲۳۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کی وصیتوں کا امین ابوطالبؑ۔
- ۲۴۔ خدیجہ کنیز سے کہہ رہی تھیں پردے ڈال دو۔
- ۲۵۔ یہ دھوپ نہیں، یتیم عبداللہ قافلہ لے کر آ رہا ہے۔
- ۲۶۔ خدیجہؑ آپ پر سلام کرتی ہے، اس رقم کا کیا کریں گے۔
- ۲۷۔ محمدؐ کی کوئی بات بغیر ابوطالبؑ کے شروع نہیں ہوتی۔
- ۲۸۔ ایک ہی عقد تو ابوطالبؑ کی اجازت سے ہوا۔



- ۲۹۔ اذن ابوطالب تھا اس لئے اولاد ہوئی اور سلامت ربی، نسل چلی ---
- ۳۰۔ یاد رکھیے، شادی کا پیغام ہمیشہ بیٹا دیتا ہے۔
- ۳۱۔ قیمتی جملہ دولت نے نبوت کو پیغام دیا۔
- ۳۲۔ اللہ نے خدیجہ کے احترام و عزت کو بڑھا دیا۔
- ۳۳۔ نکاح کی ابتداء لڑکی کی طرف سے، سنت خدیجہ ہے۔
- ۳۴۔ سنت رسول میں سنت خدیجہ بھی شامل ہے۔
- ۳۵۔ رسول کے خاندان نے مل جل کر اسلام بنایا ہے۔
- ۳۶۔ سورہ الضحیٰ میں ابوطالب بھی ہیں اور خدیجہ بھی ہیں۔
- ۳۷۔ اللہ محمد کے دشمن کو سرسبز و شاداب کبھی نہ کرنا۔
- ۳۸۔ خدیجہ کے منہ سے نکلے جملے اللہ نے آیات قرآن بنا دیئے۔
- ۳۹۔ اہل بیت کا بولنا اور عمل کرنا قرآن بنا گیا۔
- ۴۰۔ اللہ کو اہل بیت کی میٹھی زبان پسند تھی۔
- ۴۱۔ آج تابوت سکینہ کھلا، وارث کون ابوطالب۔
- ۴۲۔ ماں بھی ابوطالب کی بہو، بیٹی بھی ابوطالب کی بہو۔
- ۴۳۔ کون لوگ جھوٹے ہیں، سورہ رحمان کن سے مخاطب ہے؟
- ۴۴۔ جس چیز کو جھٹلایا گیا وہ ولایت علی ہے۔
- ۴۵۔ جو علی کو نہیں مانے گا وہ جہنم میں جائے گا، قول رسول۔
- ۴۶۔ اگر دنیا ولایت علی پر متفق ہو جاتی اللہ جہنم کو خلق نہ کرتا۔
- ۴۷۔ اللہ نے شبِ معراج مجھے ستر ہزار راز بتائے۔
- ۴۸۔ اگر کسی کے دل میں رائی کے دانے کے برابر علی کی محبت ہوگی تو۔



کافر خوش ہوتے تھے، جب بچے روتے تھے، ماؤں سے روٹی مانگتے تھے، کہ ہم بھوکے ہیں تو جب شور بچوں کے رونے کا ہوتا تو کافر خوب تالیاں بجاتے تھے، اور سڑک پر نکلتے، اور کہتے کہ بھوکے مر رہے ہیں ایک دن آئے گا یہ بنی ہاشم وہاں سے نکلیں گے، اور معافیاں مانگیں گے ہم سے، اور محمدؐ کو ہمارے حوالے کر دیں گے، ہم محمدؐ کو قتل کر دیں گے، کیسا منصوبہ بنایا، کہ انہیں امید تھی کہ شکست ہو جائے گی، بھوکے جب مرنے لگیں گے، تو ہم سے گہیوں مانگیں گے، اناج مانگیں گے، کھانا مانگیں گے، گوشت مانگیں گے، پانی مانگیں گے اور وہاں کیا عالم ہے، کہ جتنے درخت لگے ہیں کانٹے دار، ان کی پتیاں توڑی جا رہی ہیں، وہ ابال ابال کر اس کا عرق پیا جا رہا ہے، بھئی بھوک کا کچھ تو علاج چاہئے، درخت کی جڑیں کھود کر کھائی جا رہی ہیں، اور اس میں کہیں دس بارہ برس کا ابوطالب کا بیٹا جاتا ہے مکہ سے باہر جاتا ہے، اور گہیوں کی بوری لاتا ہے، اس کو پسواتا ہے، کبھی ہفتہ میں ایک دو بار روٹی پک گئی، آدھا ٹکڑا سب نے کھا لیا نہ جانے کتنے بچے بھوکے مر گئے، مگر واہ رے ابوطالب، یہیں یہ تو مسئلہ ہے کہ ابوطالب نکل کر آتے کہ ختم کرو، یہ سماجی قطع تعلق کہ ہم محمدؐ کو منع کر دیں گے کہ یہ تو کولوالا الہ مت کہو، بس گھر ہی گھر میں معاملہ رہے گا، تم سے نہیں کہیں گے، لیکن ابوطالب اڑے ہوئے ہیں، جناب خدیجہ ملکہ ہیں فاقے کر رہی ہیں، کیسی آسائش میں رہی ہیں، اور یہاں شعب ابی طالب کا چنیل میدان، ایک آدمی بھی شکوہ نہیں کر رہا، کہ یہ ہمارے اوپر مصیبت پڑی ہے، یہ ابتدائی مسلمان ہیں، یہ ہیں ابتدائی مسلمان، یہ ہیں جانثار مسلمان، ان کو بھلا کر آپ کیسے اسلام کی باتیں کر رہے ہیں، کیسی تاریخ اسلام، چاند ہو جائے گا، ربیع الاول شروع ہوگا، سب جھنڈے لگیں گے، ٹی دی پر پروگرام آئیں گے، اخبارات میں مضامین چھپیں گے، فتوحات کی باتیں ہوں گی، ملکوں کی باتیں ہوں گی، اتنی



سلطنت بڑھ گئی، کہ کروڑوں کا سونا آگیا، فلانا آگیا، فلانے بادشاہ کا تخت ایسا تھا، ان کا ملک ایسا تھا، دارالحکومت یوں سجا تھا، سامرہ ایسا تھا، بغداد ایسا تھا، کوفہ ایسا تھا، مصر ایسا تھا کہانیاں کہہ لو، اور یہ شعب ابی طالب کیسا تھا، یہ سلطنت کیسی ہے، چٹیل میدان جہاں اناج کھانے کے لئے نہیں ہے، یہ وہ سلطنت ہے جہاں محمدؐ بادشاہ بیٹھے ہیں، اور رعایا جسے کھانے کو نہیں مل رہا، اس کی بات بھی تو کرو، پہلا ملک تو یہ ہے سارا ماضی بھلا دو، اور جب مستقبل خوبصورت ہو گیا، تو اس کی بات کر لو، یہ تاریخ اسلام تو نہ ہوئی، یہ عدل تو نہ ہوا، یہ انصاف تو نہیں ہوا، نگاہیں عدل والی نہیں ہیں انصاف نہیں کیا جا رہا، انصاف کرنا پڑے گا اور جب تک علم نہیں آئے گا، علم کے بغیر آپ یہ باتیں نہیں سمجھ سکتے، اس لئے جہل کے پردے ڈال دیئے جاتے ہیں، عوام علم کو سمجھنے ہی نہ پائیں، کہ علم کیا ہے، تو عوام کو جاہل رکھو، اور یہاں اہل بیتؑ کی کوشش یہ، کہ علم دوتا کہ یہ توحید کو سمجھیں، جہالت میں نہ توحید سمجھ میں آئے گی، نہ نبوت سمجھ میں آئے گی، دیکھئے یہ جو اعتراضات ہوتے ہیں نبوت میں خامیاں نکلتی ہیں، توحید میں خامیاں نکلتی ہیں، یہ جہالت ہے، اس لئے علم بہت ضروری ہے اور اس جہالت کا فائدہ مغرب کے ممالک اٹھا رہے ہیں، سب سے زیادہ فائدہ ہش نے اٹھایا ہے، مزے مزے کے نکتے پیش کر رہا ہے، ہش کی تقریر کا جواب نہیں دے رہے ہیں مسلمان، اس لئے کہ ان نکتوں کا جواب ہی نہیں، اس نکتہ کا جواب دے دیجئے، کتنا بڑا الزام مسلمانوں پر دہشت گردی کا لگ گیا، آپ اس کا جواب دے دیجئے، وہ تو کہانی پیچھے لے گیا بھی پرانی ہے، دہشت گردی نئی نہیں ہے، اب دیجئے جواب اس کا اس کا نام ہش ہے، آپ جواب دے کر کہئے ہش، بغیر اس مجلس کے، بغیر ذکراہل بیتؑ کے آپ ہش کہہ سکتے ہیں ہش کو، نہیں کہہ سکتے، آپ یہاں سے کہہ سکتے ہیں، اس لئے کہ آپ علم کے ساتھ اس فرش



پر بیٹھے ہیں، علم کی چھاؤں میں اس فرش پر بیٹھے ہیں، تو یہاں پر مسلمانوں کا کیمرہ نہیں پہنچ رہا، شعب ابی طالب میں اس کے باوجود کچا کام نہیں کیا کافروں نے، کہ ابوطالبؑ زبانی کام نہیں ہوگا، بلکہ سماجی قطع تعلق اور کاغذ پر لکھو معاہدہ، کہ اتنے برس کے لئے ہمارا تمہارا قطع تعلق، ہم تم سے کوئی بات نہیں کریں گے، ہم تمہیں شہر میں نہیں آنے دیں گے، سارے کافر آگئے، دستخط ہو گئے، معاہدہ لے جا کر صندوقچے میں بند کر کے رکھ دیا، معاہدہ ہمارے پاس ہے، سماجی قطع تعلق کا معاہدہ، کاغذ تیار ہوا دستخط کر دیئے، کہ ایک آدمی شہر میں داخل نہیں ہو سکتا، اس بات پر دستخط کر دیئے ہیں کہ ہم مکہ میں نہیں آئیں گے، کہ اب دس برس کے ہیں علیؑ، دس برس کے بعد معاملہ ہوتا تو ہم دیکھتے، لیکن اب ابوطالبؑ کو سارا کام کرنا ہے، کہ بھئی یہ تو ضد پر اڑے ہوئے ہیں، شکست مان نہیں رہے، ہار مان نہیں رہے، بھوکے ہیں بچے بلک رہے ہیں مگر کیا ان کا ایمان ہے، اسلام کی بات نہیں ہو رہی ہے، کافر کہہ رہے کہ کیا ان کا ایمان ہے، یہ جتنے شعب ابی طالبؑ میں ہیں، یہ ایمان میں کتنے کچلے لوگ ہیں، شکست نہیں مان رہے بھوکے مر رہے ہیں، نہ ہم سے پانی مانگ رہے ہیں، نہ کھانا مانگ رہے ہیں، چیخ رہے ہیں بچے مگر کوئی آ کر یہ نہیں کہہ رہا ہے، کہ ہمیں روٹی بھجوادو، کھانا بھجوادو، پانی بھجوادو، ہم سے مانگ ہی نہیں رہے، اپنے معاہدے پر اڑے ہوئے ہیں، اب جو انہوں نے دیکھا کہ یہ شکست ماننے کو تیار ہی نہیں، یہ وہ لڑائی ہے، جس میں ابوطالبؑ نے تلوار نہیں کھینچنے دی اور جہاد جاری ہے، یعنی طیش دلانے والا جہاد، سرد لڑائی، کہ ہماری خاموشی جو ہے وہ تمہیں تپائے گی، ہم نہ شہر میں آئیں گے نہ تم سے مانگیں گے ہم یہیں ہیں، مگر یہ نہیں ہوگا کہ محمدؐ لا الہ کہنا چھوڑ دیں، اور یہیں رہیں گے، کھانا بھی تم سے نہیں مانگیں گے، کرو تم سماجی قطع تعلق، کیسافٹ کیا ہے، یہ ہے جہاد، ابوطالبؑ نے، یہ پہلی لڑائی ہے، اب



انہوں نے دیکھا کہ یہ تو ہتھیار ڈال ہی نہیں رہے، تو اب ایسا کرو اندھیری ہیں راتیں، چپکے سے جا کر جہاں محمد سوتے ہیں، وہاں جا کر محمد کو مار دو، بس قصہ ہی ختم ہو جائے گا، یہ منصوبہ بھی ابوطالب کو پتہ چل گیا، رات کے اندھیرے میں پہاڑیوں کے پیچھے کچھ سائے ابوطالب نے دیکھ لئے، اس کا بھی انتظام کر لیا، اب بھتیجا سوراہا ہے، ابوطالب سوتے نہیں ٹہل رہے ہیں، اب کیا نیند آئے گی ابوطالب کو، اور اس ٹہلنے میں بھی یہ کرتے ہیں بھتیجا سو گیا چپکے سے گئے، محمد کو بستر سے اٹھایا اور اپنے بستر پر لٹا دیا اور وہاں کبھی علی کو لٹا دیا کبھی عقیل کو لٹا دیا، روز یہی کام ہوتا ہے، محمد شام کو جہاں سو جاتے ہیں، تو وہاں سے محمد کو اٹھاتے ہیں، اور کسی کو لٹا دیتے ہیں، تاکہ شام کو جس نے دیکھا ہے کہ اتنے بجے جہاں سوئے ہیں، جب وہ آئے تو ان کی جگہ یا عقیل مارے جائیں، یا علی مارے جائیں، یا طالب مارے جائیں، یا میں خود مارا جاؤں، لیکن محمد بچ جائیں، پھر پوچھیں گے آپ کہ ابوطالب نے کلمہ پڑھا کہ نہیں، کیا اب بھی کلمہ کا سوال ہوگا، یہ تو ہم بعد میں پوچھیں گے، کہ جس نے کلمہ نہیں پڑھا تاریخ کی نظر میں وہ اتنا اہم ہو گیا، تو ہم یہ بھی پوچھیں گے، کہ جنہوں نے کلمہ پڑھا انہوں نے کیا کارنامے انجام دیئے، تاریخ میں اگر کلمہ پر ہی بات ہے، تو جس نے نہیں پڑھا، اس پر بھی بات کیجئے، اور جس نے پڑھا ہے اس پر بھی بات کیجئے، اور دونوں کے کارناموں کو سامنے رکھ دیجئے ہر حال ایسے میں جبریل امین نازل ہوئے، اور کہا کہ اللہ بعد تحفہ درود و سلام کے آپ پر وحی کر رہا ہے کہ وہ معاہدہ جو لکھا گیا تھا، جو صندوق میں رکھا گیا تھا، اس معاہدے کے کاغذ پر دیمک کو مسلط کر دیا گیا ہے، اور دیمک پورا معاہدہ نامہ کھا گئی، اور جہاں جہاں اللہ اور محمد کا نام لکھا تھا، اس جگہ کو دیمک نے چھوڑ دیا جدھر جدھر کافروں کے نام لکھے تھے، وہ سب کو کھا گئی، پوری بات بتائی ہے جبریل نے، حضورؐ نے چچا کو بلایا، اور کہا کہ وہ جو



معاہدہ تھا، اسے دیمک کھا گئی، اب آپ ان سے کہئے کہ معاہدہ ختم، اب معاہدہ کا کوئی وجود ہی نہیں، اب ہمیں مکہ میں آنے دیا جائے، ایک دم ابوطالب پہاڑی سے اترے، وہ سب حیرت زدہ ہو کر آگے بڑھے، ادھر سے ابوطالب جا رہے ہیں، وہ سمجھ رہے تھے کہ اب آ کر شکست کا اعلان کریں گے، کہ اب فاتقے نہیں ہوتے، اب ہم بھوکے نہیں مر سکتے، اب شاید محمدؐ کو ہمارے حوالے کرنے آرہے ہیں اب ابوطالب بڑی شان سے چلے آ رہے ہیں، اب اگر کوئی کچا سا تھی ہوتا، تو آتے ہی کہہ دیتا، کہ وہ معاہدہ جو تھا اسے دیمک کھا گئی، معاملہ خراب ہو جاتا، پتہ ہے کیا کہتے ہیں، کہ ہم تمہیں دکھائیں گے نہیں، جا کے چپکے سے دیکھتے کہ دیمک کھا گئی تو کہتے رکھا ہوا ہے، تم غلط کہہ رہے ہو تم جھوٹ کہہ رہے ہو، یہ ابوطالب کی بصیرت دیکھئے، کہا کہ ہم تم سے کچھ بات کرنا چاہتے ہیں، ابھی کافر یہی سمجھ رہے ہیں کہ میل کرنے آئے ہیں، ابوطالب نے کہا کہ بھئی وہ صندوقچہ لے کے آؤ، جس میں معاہدہ رکھا ہوا ہے، وہ سمجھے یہ صلح کریں گے دوڑے دوڑے گئے، اور جا کر لے آئے ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ اس میں کیا ہے، ابوطالب نے کہا کہ کنجی منگواؤ، کنجی بھی آ گئی، کہا اس کو کھولیں، کہا کیوں کھولو پہلے یہ بتاؤ کہ اب کیا معاہدہ کرنے کے لئے آئے ہو، تم کیا تمہیں شکست تسلیم ہے، محمدؐ کو ہمارے حوالے کرو گے تم، کہا یہ کچھ بات نہیں یہ صندوق جو سامنے رکھا ہے، اس میں جو معاہدہ تم نے لکھ کر رکھا ہے وہ دیمک کھا گئی، معاہدہ ختم ہو گیا، اب سب ایک دوسرے کو دیکھنے لگے، کہ تمہیں کیسے معلوم، یہ تو کب سے بند رکھا ہے، اس کو ہم نے تو کھول کر دیکھا نہیں، کسی آدمی کے پاس کنجی گئی نہیں تم کو کیسے معلوم، کہ دیمک اس معاہدے کو کھا گئی، کہا میرے بھتیجے نے اطلاع دی ہے، اور وہ کبھی جھوٹ بولتا نہیں، کہا اس نے خبر دی ہے، کہا اس کو کس نے خبر دی، کہا اس کو اللہ نے خبر دی اب کلمہ کیسے



پڑھا جاتا ہے، بھی دونوں کلمہ کہہ دیئے لا الہ الا اللہ بھی کہہ دیا محمدؐ الرسول اللہ بھی کہہ دیا، اب کون سا کلمہ آپ چاہتے ہیں، کافروں نے صندوق کھولا اب جو کھولا، تو سارا کاغذ بھوسا ہو گیا تھا، دیکھ کھا گئی تھی، کہا دیکھو وہ میرے بھتیجے کا نام جہاں لکھا ہے، اتنا ٹکڑا محفوظ ہوگا، اور ادھر ادھر جو ہے محمدؐ کے، وہ ایک بھی نہیں ہے، کچھ بھی نہیں ہے سب دیکھ کھا گئی ہے، وہ ٹکڑا اتنا ملا جس پہ اللہ اور محمدؐ کا نام لکھا ہوا تھا، بتایا کہ نبی وہی ہوتا ہے، جو سچا ہو، اگر جھوٹا ہوتا تو میں تمہارے حوالے کر دیتا، صندوقچہ کو منگوا کر کیا حق ایمان ادا کیا ہے ابوطالبؑ نے، اور اس کے بعد حکم دیا سب کو، کہ آ جاؤ معاہدہ ختم ہو گیا، اب کافر کیا کریں، معاہدہ ختم ہو گیا، تین برس کے بعد سب باہر آ گئے، اب جب باہر آئے شعب ابی طالب سے، تو باہر آنے کے بعد پتہ چلا، کہ کس پر کیا گزری، کہ وہاں جو غدا ملی، اس نے اتنا لا کر دیا، کہ ایک سال کے اندر، یعنی سال نہیں گزرا، کہ حضرت خدیجہؓ نے انتقال کیا، حضرت ابوطالبؑ نے بھی انتقال کیا، اب اس سے پتہ چلا، کہ کتنے مصائب گزرے ہوئے، تو سب سے زیادہ جس نے مصائب اٹھائے، وہ ابوطالبؑ ہیں یا خدیجہؓ، جن کی وفات کا حضور کو اتنا صدمہ ہوا، کہ سال کا نام رکھا عام الحزن، غموں کا سال، ایک سال آپؐ نے غم منایا، غم منانا سنت نبیؐ ہے، جنہوں نے وفا کو احسان کی حد تک پہنچا دیا، تو کیوں نہ غم منائیں، تو ان کا غم نہ منائیں، چچا کا غم منایا، زوجہ کا غم منایا، طبری نے لکھا ہے، غموں کا سال روتے تھے اور گھر سے نہیں نکلتے تھے، اور ادھر وحی آئی، کہ مکہ میں آپؐ کے دو ہی سر پرست تھے، یہ دونوں نہ رہے، اس لئے اب یہ شہر آپؐ چھوڑ دیجئے، سب ہجرت، وفات ابوطالبؑ، وفات خدیجہؓ، آپؐ کیا ہجرت کو خوشی کی چیز سمجھ رہے ہیں، ہجرت غموں کی وجہ سے ہوتی ہے، اگر ایسا ہوتا تو پاکستان میں ہجرت کا جشن منایا جاتا اسلام میں کوئی موقعہ ہی نہیں جشن منانے کا، اب



جو لوگ عید میلان النبی منائیں گے مبارک ہو انہیں، مگر سوچ کر منائیں، کہ جب نبی پیدا ہوئے تو خوشی کس نے منائی، ان کے نام بتادو حضرت ابوطالب یا فاطمہ بنت اسد جس کے گھر میں بچہ پیدا ہوگا، وہی خوشی منائے گا، تو جس نے پہلے خوشی منائی ہے اس کا غم بھی تو مناؤ، خود نبی پہلے اس بات کے حقدار ہیں، کہ اگر ولادت منائی جائے تو ان کی وفات بھی منائی جائے، ان کا غم بھی منایا جائے، اور ولادت کا دن ہو تو اخبارات میں ولادت کی مخصوص اشاعت بھی نکالنا چاہئے، ایک ہی دن سب کیوں ہو جائے، کیا تین سو پینسٹھ دن کم ہیں، یا فرصت نہیں ہے، یا اخبار کے پاس کاغذ نہیں ہے، یا ٹی وی کے پاس وقت نہیں ہے، یا حکومت کے پاس وقت نہیں ہے، یا پیسہ نہیں ہے، کہ ایک نبی کا دو مرتبہ یوم منایا جائے، ولادت کا الگ، وفات کا الگ، اور جب وفات کا دن منایا جائے، تو تمام اصحاب کا ذکر کیا جائے، اس لئے کہ تمام کلمہ گو وفات کے وقت موجود تھے، دس ہزار صحابہ ہیں، ابن کثیر نے دس ہزار صحابہ کی تعداد لکھی ہے، سب کا ذکر کیجئے، کہ وفات کے وقت کتنے صحابہ موجود تھے سب کی سوانح حیات لکھئے، ولادت کے دن منائیے تو فقط ان ہی کا ذکر کیجئے، جو ولادت کے وقت موجود تھے، اگر اس انصاف سے امت چلے، تو خدا کی قسم فرقہ بازی اور تفرقہ بازی ختم ہو جائے، فیصلہ ہو جائے، کہ جس دن ولادت کا جشن ہوگا اس دن، ہم عبدالمطلب ابوطالب، فاطمہ بنت اسد، ہاشم، حضرت عبداللہ، حضرت آمنہ سب کا ذکر کریں گے، اور جب وفات کا دن منائیں گے، تو یہ صحابی، فلاں صحابی، یہ دوست، یہ صحابیہ ان کا تذکرہ کریں گے، تو سارے اختلافات ختم ہو جائیں گے، نہ کوئی شیعہ رہے گا نہ سنی۔ صلوٰۃ

یہ نعرے لگتے ہیں، کہ اتحاد کرو، اتحاد کرو، آپ نے سنے ہونگے، اتحاد بین المسلمین کے نعرے، آج تک کسی نے طریقہ بتایا، فکر کر کے اور شیعہ بھی کہتے ہیں سنی بھی کہتے



ہیں طریقہ کار بنائیے، کہ جب پاکستان میں اتحاد ہو تو انہی طریقوں پہ عمل ہو، کیوں پکارے جائیں، کہ یہ شیعہ ہے یہ سنی ہے، اس طرح سجاد بیچے اس ملک کی فکر کو، یہ تفریق ہی ختم ہو جائے، کہ کون شیعہ کون سنی۔ کون بریلوی، کون دیوبندی، کون مالکی، کون شافعی قصہ ہی ختم ہو جائے، دیکھئے نا امریکہ کو نکالنے کے لئے، شیعہ سنی بغداد میں عراق میں ایک ہو گئے تو پتہ چلا، کہ دشمن کو نکالنے کے لئے سب کو ایک ہونا پڑتا ہے، فرقوں کا نام برسر عام لے لے کر ذرائع ابلاغ پر کہ یہ شیعہ ہیں، یہ سنی ہیں، یہ فلاں ہیں یہ فلاں ہیں، یہ اتحاد کی باتیں نہیں ہیں اتحاد اس وقت ہوگا، جب آپ کسی فرقے کا نام ہی نہ لیں، میں جتنی باری دی پر گیا میں نے ایک بار بھی لفظ شیعہ استعمال کیا نہ سنی، باتیں سب کہیں، میرا پروگرام نبوت پر آئے گا، آپ دیکھ لیجئے گا، میں یہ لفظ استعمال ہی نہیں کروں گا، کہ کیا سنی کیا شیعہ، جب آپ کہہ رہے ہیں اتحاد، تو جب اتحاد میں خود نام لیں گے، جب آپ نے کہا ابوطالب، جب آپ نے کہا علی، جب آپ نے کہا حسن، جب آپ نے کہا حسین، تو فرقہ واضح ہو گیا، پورا عالم اسلام انہیں مانتا ہے؟ صرف خارجی انہیں نہیں مانتے، مسئلہ یہی ہے کہ آپ کس کے ساتھی ہیں، مظلوم کے یا ظالم کے، مجلس میں یہی بات بتائی جاتی ہے، ہمارے بزرگ ہر سال تشریف لاتے ہیں، پڑھ لکھ عالم خاندان کے ہیں، اہل سنت سے ہیں عالم خاندان سے ہیں میاں نورانی مرحوم جیسے، عالم کے رشتے دار ہیں، لیکن سانسے بیٹھ کر ہر سال عشرہ سنتے ہیں، یہاں بیٹھنے کے، بعد تو آپ سے آپ اختلاف ختم ہو جاتا ہے، اس لئے کہ اہل بیت سے تو کسی کو اختلاف نہیں، (صلوٰۃ) چھوٹے موٹے فقہ کے اختلاف ہیں، میں تو کہتا ہوں، جو جیسے پڑھ رہا ہے اسے پڑھنے دیجئے، کوئی اختلاف کی بات ہی نہیں ہے، سجدوں پر تو اختلاف نہیں ہے، نیت پر تو اختلاف نہیں ہے، سوروں پر تو اختلاف نہیں



ہے، قرأت پر تو کوئی اختلاف نہیں ہے، قرآن پر تو اختلاف نہیں ہے، تو جب سب وہی قرآن پڑھ رہے ہیں، پھر مسئلہ ہی نہیں ہے، ہاں تصویر بنانے میں اختلاف ہے، اب جہاں تصویریں کھینچ رہی ہوں، تو فیصلے تو وہاں ہونگے، اس لئے کہ ہر تصویر کو، نبی کی نماز کی تصویر سے ملایا جائے گا، فیصلہ وہاں پر ہو جائے گا، کہ نبی اس طرح یا اس طرح، یہ چھوڑ دیجئے وہاں کے لئے اور صرف یہ، کہ جو اہل بیت کا دوست ہو، وہ الگ ہے، اور جو اہل بیت کا دشمن ہے، وہ الگ ہے، اور سن اکٹھ ہجری میں فیصلہ ہو گیا، کہ حسینؑ اس کو ساتھ لے جائیں گے، یہی بتانے کے لیے کہ اہل بیت کا دوست کون ہے؟ اہل بیت کا دوست انہیں، تو جاؤ اُدھر ہمیں تمہاری کوئی پرواہ نہیں، اور یہ بات آخر وقت باقی رکھی اہل حرم نے، ایک بچہ بھی یہ کہتا ہوا نظر نہیں آیا، کہ پھوپھی اماں اب تو یزید کی بات مان لیجئے، اب تو کھانا پانی بھی آ جائے گا، اور گلے کی رسی بھی کھل جائے گی، آپ ذرا غور کیجئے، حسینؑ کے گھر کے بچے جب پھوپھی نے کوفہ کے بازار میں یہ اعلان کر دیا، کہ بچہ صدقہ ہم پر حرام ہے، تو بھوکے بچوں نے وہ کھجوریں فوراً پھینک دیں، لوگوں سے کہا ہم آل محمدؑ ہیں ہم پر صدقہ حرام ہے، تو ہین کا کوئی ایسا بھی گوشہ ہے، جو کہیں پہ چھوڑا گیا ہو کیا خوشی ہے، کوفہ میں سب تماشہ دیکھنے چلے جا رہے ہیں، ایک بی بی چپ بیٹھی ہے، خاموش بیٹھی ہے، عورتیں کہتی ہیں سب تو جا رہے ہیں اسیر آ رہے ہیں اے ام حبیبہ کیا تم تماشہ دیکھنے نہیں چلو گی، کہا نہیں میری شہزادی جناب سیدہؑ نے مجھ سے کہا تھا، وصیت کی تھی، کہ اے ام حبیبہؑ کبھی اسیروں کا تماشہ نہ دیکھنا، تو پھر عورتوں نے کہا، کہ تیرا شوہر سفر پر گیا ہوا ہے، تو بہت دنوں سے پریشان ہے تو یہ بھی تو حضورؐ کی حدیث ہے کہ اگر فاقہ زدہ اسیر دعا کریں، تو قبول ہو جاتی ہے، تو ان بھوکے پیاسوں سے اپنے شوہر کے لئے دعا کروالے تاکہ تیرا شوہر خیریت سے واپس آ جائے۔ یہ بات اس کی سمجھ



میں آ گئی، آ کر بام پر بیٹھ گئی، اب جو ناقہ گزرا، تو ایک چھوٹی سے بچی، اپنی پھوپھی سے کہتی ہے اے پھوپھی اماں تھوڑا سا پانی مل جاتا، کیا پیاس کا عالم ہوگا، سب چپ رہے، تو اُم حبیبہؓ نے کہا ذرا ناقہ روکو، کہ میں بچی کو پانی پلا دوں، دوڑ کر گئی کوزے میں پانی بھر کر لائی، تو جناب زینبؓ نے کہا یہ پانی لائی ہے، اس سے پوچھ لو اس کی کوئی دعایا خواہش تو نہیں، سکی نہ بی بی نے کہا تیری کوئی خواہش ہے، پانی پلانے سے پہلے تو کوئی دعا کروانا چاہتی ہے، اس نے کہا ہاں دعا کروانا چاہتی ہوں، میری تین دعائیں ہیں، میں دعا مانگتی ہوں تم آمین کہنا جناب زینبؓ نے کہا ہم سب آمین کہیں گے، مگر کیا ہے تیری دعا، کہا میرا شوہر سفر پر گیا ہے، ساتھ خیریت کے گھر واپس آ جائے، آپ نے دعا کی بچی نے آمین کہا، اور کیا دعا ہے، ایک دعایہ ہے، کہ جس طرح اللہ نے تمہارے بچوں کو یتیم کیا، اس طرح میرے بچے یتیم نہ ہوں، بی بی نے دعا کی، سکی نہ نے آمین کہا، اور تیسری دعایہ ہے، کہ اللہ مجھے جلد مدینے لے جائے، کہا مدینے میں کون ہے، کہا وہاں میری شہزادی رہتی ہے، کہا تیری شہزادی کا نام کیا ہے، کہا زینبؓ، کہا بہت دن ہو گئے زیارت نہیں کی، کہا دعا تو تیری قبول ہوگئی، مگر یہ بتا اگر تو زینبؓ کو دیکھے گی تو پہچان لے گی، کہا بہت دن خدمت کی ہے دیکھوں گی تو پہچان لوں گی، حضرت زینبؓ نے، کہا اُم حبیبہؓ تو نے زینبؓ کو کہاں پہچانا۔

بارِ الہ اس عبادت کو قبول فرما کوئی غم نہ دے سوائے غم حسینؑ کے!





دوسری مجلس

گواہانِ ابوطالبؑ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ساری تعریفیں اللہ کے لئے درود و سلام محمدؐ و آل محمدؐ کے لئے

الوداعی عشرے کی دوسری تقریر آپ حضرات سماعت فرما رہے ہیں، قصرِ مسیب میں ”عظمتِ ابوطالبؑ“ کے موضوع پر، وضاحت کی تھی میں نے کل کی تمہیدی تقریر میں، کہ ایک ایسی عظیم ہستی، جس نے رسالت کی خدمت میں، اپنے آپ کو وقف کر دیا، ان کی تمام محنتیں ریاضتیں، اور دین کی خدمات، یہ کہہ کر رد کر دی گئیں کہ کلمہ نہیں پڑھا تھا اور پھر ایک محدث نے لکھا، پھر سب ہی لکھتے چلے گئے، اور عجیب بات یہ ہے، کہ اسلام کے ماننے والوں نے کافی حد تک اس محدث کو سچا مان لیا، اور اس کی بات پر یقین کر بھی لیا، اور اس کی پارٹی میں ہو گئے، یہاں پر یہ دیکھنا چاہئے، کہ وہ راوی وہ محدث اہم ہے، یا حضورؐ کے چچا زیادہ اہم ہیں، اس کے معنی یہ ہیں، کہ جو کوئی جو کچھ لکھ جائے، آپ اس پر ایمان لے آئیں گے، یہ بات سمجھ میں نہیں آتی، ہمارے پاس دنیا میں بھی، اور روحانی زندگی میں بھی، کسی چیز کو سمجھنے اور ناپنے کے لئے پیمانے ہوتے ہیں، کسوٹی ہوتی ہے، اور کسوٹی پر پرکھے بغیر، دنیا کی کسی چیز کو نہیں لیتے، اور ہر شے کی ایک الگ کسوٹی ہوتی ہے، سونا لیا جاتا ہے، پرکھ کے، چاندی لی جاتی ہے پرکھ کے، ہیرا



لایا جاتا ہے پر کھ کے، اس طرح کم تر سے کم تر شے، یا قیمتی سے قیمتی شے ہر شے کی کسوٹی بنی ہوئی ہے، کوئی چیز ایسی نہیں ہے، کہ جس کی کسوٹی نہ ہو، مثلاً شہد ہے، اصلی ہے یا نقلی ہے، اس کی بھی ایک کسوٹی ہے، اصلی گھی ہے، اس کی بھی ایک کسوٹی ہے، تو کوئی بھی سودا، میں تو نہیں سمجھتا، کہ بغیر پر کھے لیا جا رہا ہو، یہ دوسری بات ہے، کہ دو نمبر چیز کوئی خود ہی خریدنا چاہ رہا ہو، تو الگ بات ہے، ورنہ عام طور سے با ذوق لوگ بہترین چیز لینا پسند کرتے ہیں، تو جتنی چیز اہم ہوتی جائے گی، اس کی کسوٹی بھی اہم ہوتی جائے گی، اور ایک منزل ایسی آئے گی، کہ پھر کسوٹی ختم ہو جائیگی، اور نظر کی کسوٹی رہ جاتی ہے، اور عام طور پر ہیرا جو ہے اس کو پر کھنے کی کوئی کسوٹی نہیں ہے، اب اس کو صرف جو ہری بتا سکتا ہے، اب اس سے پوچھو، کہ تم نے کیسے پتہ لگایا وہ کہے گا، کہ میری نظر جو ہے، وہ کسوٹی ہے، وہ ترازو ہے اس لئے لوگ ایسی چیزیں جا کر کسی کو دکھاتے ہیں کہ دیکھئے اصلی ہے یا نقلی تو عام آدمی کیسے یہ بتا سکتا ہے جسے پہچان نہ ہو، کہ یہ ہیرا ہے یا شیشہ، جب تک پر کھنے والی نظر نہ ہو تو کائنات کی کوئی چیز آپ نہیں لیتے بغیر پر کھے، تو حدیثیں آپ بغیر پر کھے کیسے لے لیں گے، تو حدیثوں اور روایتوں کے پر کھنے کی بھی تو کوئی کسوٹی ہوگی، اور جب تک پر کھیں نہ، تو کیسے یہ فیصلہ دے رہے ہیں، کہ یہ صحیح ہے، اب یہ ذوق کا معاملہ ہے، ورنہ سونے کی اتنی قسمیں ہیں، تو قیمت کے اعتبار سے بازار میں جو ہے، وہ لے لیا ملاوٹ والا سونا بھی بک رہا ہے، اور وہ خرید رہے ہیں لوگ، اور اس کے مختلف نام ہیں، اور وزن کے حساب سے اس کی قیمت مقرر ہے، اتنا کیرٹ اتنا کیرٹ، لیکن اگر کوئی با ذوق ہے، تو وہ کھرا سونا ضرور ڈھونڈے گا، مشورہ کرے گا، کہ کہاں سے لیں، اور عام طور پر لوگ کسی بڑے ملک میں جاتے ہیں، جہاں سونا نکلتا ہے وہاں سے لے آتے ہیں، چلو بھی دُبی سے سونا لے آئیں گے، ابو ظہبی سے سونا لے



آئیں گے جدہ سے لے آئیں گے ایران سے لے آئیں گے، تو دنیاوی زندگی میں تو اتنا اہتمام ہے، اگر ذوق ہے تو بغیر پرکھے حدیث نہیں لے گا، اگر اسے یہ ضد ہے، کہ نہ پرکھیں گے نہ پوچھیں گے، جو دماغ میں آگئی تو جو نقلی سونا، بڑی قیمت میں خرید کر دھوکا کھا رہا ہو، تو وہی دھوکہ یہاں بھی کھا رہا ہوگا، جاننے والے کو معلوم ہے، کہ اس نے دھوکا کھایا ہے، بہت سے لوگ اس بات ہی کو نہیں پسند کرتے ہیں، کہ کوئی کتنا بے وقوف ہے کہ دس روپیہ کی چیز ہزار میں خرید لایا، چاہے منہ پر کوئی نہ کہے کہ آپ دس روپیہ کی چیز ہزار میں خرید لائے، آپ بے وقوف بنے، لیکن لوگوں کو معلوم ہے، جو نظر پہچانتے ہیں، کہ لوگ اس سے بھی بچتے ہیں، کہ اگر کوئی میں گھنیا چیز مہنگی خرید لایا ہوں، تو اس کی نظر نے یہ پہچان لیا، کہ یہ بے وقوف بنا رہا ہے، اس لئے ذہین لوگ اگر ہوں تو اچھا صحت مند معاشرہ وجود میں آئے گا، یہ باتیں نظر نظر میں سیکھی جاتی ہیں کوئی کورس نہیں ہے کالج اور اسکول میں، کہیں سکھایا نہیں جاتا یہ مشاہدے اور تجربات نظروں سے خود بخود گزرتے رہتے ہیں، تو میری سمجھ میں نہیں آتا، کہ کوئی اپنے کو دانشور کہے، محقق کہے، اور پڑھا لکھا کہے، اور وہ اتنا بڑا دھوکہ کھا جائے، کہ بھی پانچ لاکھ دس لاکھ آدمی میرا مضمون پڑھیں گے، تو کتنے لوگ کہیں گے، کہ یہ بے وقوف ہے، آج میں نے آل عبا میں مثال بیان کی تھی، اس کو میں دہرا رہا ہوں، بات کو سمجھانے کے لئے، کہ حضورؐ کے سب سے بڑے چچا، جن کا نام حرث تھا، سن میں تمام بھائیوں سے بڑے تھے، سب سے بڑے بیٹے کا نام ان کے ابوسفیان تھا، نام نہیں کنیت، ابوسفیان بن حرث بن عبدالمطلب، حضورؐ کے مخالف تھے اور بہت ہی مخالف تھے، پھر ایمان لائے، پھر بے انتہا حضورؐ سے محبت کرنے لگے، اتنا ساتھ رہے، کہ جب جنگِ حنین میں پورا لشکر بھاگ گیا، تو بھاگے نہیں، بلکہ یہ حضورؐ اور حضرت علیؑ کے پاس موجود رہے، تمام مورخین



نے لکھا ہے، کہ جنگ حنین میں سب بھاگ گئے مگر حضرت ابوسفیان موجود رہے، اب یہاں یا تو نام سے فائدہ اٹھایا، یا دھوکہ کھایا ابھی حال ہی میں جنگ میں ایک مضمون شائع ہوا جاوید چوہدری کے نام سے لکھتے ہیں کہ سب بھاگ گئے مگر حضرت ابوسفیان نہیں بھاگے، ارے بھائی آپ کو معلوم ہے، کہ ایک نام کے مکہ میں کتنے لوگ تھے، آپ کی تحقیق میں یہ بات آئی ہی نہیں، جہاں تحقیق اور ذوق کا یہ عالم ہو، کہ یہ نہ پتہ ہو کہ ایک نام کے کتنے لوگ گزرے ہیں، جو مشہور ہوئے ایک ہی وقت میں، تو آپ تحقیق کیا کر رہے ہیں، تو اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ دھوکہ دے رہے ہیں، نیم حکیم اور نیم ملّا، ادھر جان کو خطرہ ادھر ایمان کو خطرہ، تو ایمان اور جان دونوں اس وقت پڑے ہوئے ہیں خطروں میں، جو تحریریں لکھی جا چکیں، اور جو لکھی جا رہی ہیں یہ ذکر حسین کی مجلس سنبھالتی ہے، عقلوں کو اور ذہنوں کو، کہ یہاں بیٹھ کر تجزیہ کر دو دیکھئے یہ وہ جگہ ہے، جہاں مختلف ذہن، مختلف عقلیں، مختلف عمریں، مختلف سن و سال، تجزیہ کر رہے ہوتے ہیں، کہ تمہیں علم کس طرف سے چاہئے، اتنے لوگ بیٹھے ہوئے، علم کی باتیں کر رہے ہیں گفتگو کر لیجئے، کہ آپ کب سے مجلس سن رہے ہیں، کہ بچپن سے سن رہے ہیں آپ کی عمر کیا ہے، کہا پچاس سال ہے، تو علم کی باتیں ستر برس، اسی برس، صرف سنتے ہیں، اور گھر آ جاتے ہیں، اس کا فائدہ اس کا فائدہ یہ ہے، کہ ایک ایک سامع نہیں یہ ایک ایک تحقیقی کتاب ہے، اور یہ بولتی کتابیں ہیں یہ کتب خانوں میں پڑی ہوئی گرد میں اُٹی ہوئی نہیں ہیں، صاف ستھری رکھی جاتی ہیں، اور اگر ان سے پوچھا جائے تو جو چاہے پوچھ لیجئے آپ کو جواب تشفی بخش ملے گا، وہ پریشان نہیں ہوگا وہ آپ کو جواب دے گا، یہ علم میں اضافہ کا ایک راستہ ہے، اگر یہ ادارے اسلام کے ہر فرقہ میں جاری ہو جاتے، تو میں سمجھتا ہوں کہ امت اتنی جاہل نہ رہتی، جہالت کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ



شدت سے جھوٹ بولا جائے، علم جھوٹ سے بچاتا ہے، اس لئے کہ قرآن نے یہ آئین سنا دیا۔

فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ مَّا بَعْدَ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ
أَبْنَاءَنَا وَابْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنفُسَنَا وَأَنفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ
فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ

جب علم آ گیا، تو اب کہو، یعنی فیصلہ یہ ہوتا ہے، کہ علم آ کر جھوٹے کو جھوٹا کہہ کر لعنت کر دیتا ہے، لعنت سے بچنے کے لئے، جہل سے بچنا چاہئے، علم کی طرف آنا چاہئے، یہ نہیں کہ آپ نے قرآن پڑھ لیا، یا آپ نے حفظ کر لیا، ابھی علم نہیں شروع ہوا خود قرآن نے کہا، ہم کو سمجھ کر پڑھو، حدیثیں ایسے ہی نہیں کہ آپ نے اٹھالیں، کسوٹی ہے، بتاؤ کیا کسوٹی ہے۔ حدیث اٹھاؤ اور پڑھو، اگر اس حدیث کے مطابق آیت مل جائے تو سچی ہے، اور اگر کوئی آیت حدیث کو قطع کر رہی ہو، حدیث کے مخالف ہو تو آیت سچی حدیث جھوٹی، تو ایک کسوٹی تو سب کو یاد ہے کہ صاحب اتنی آیتیں کس کو یاد ہیں، حدیث کو آیتوں سے کس طرح ملائیں، تو ایک اور پیمانہ دے دیا، یہ نہیں کہ کسوٹی رک گئی، کہ ہمیں نہیں آتا، ہمیں نہیں آتا لوگوں نے کہا کہ نہیں، یہ تو ہم نہیں کر سکتے اب دوسری کسوٹی حدیث اٹھاؤ حدیث پڑھو، حدیث سے محمدؐ کی مدح ہو رہی ہو، اور وقار بلند ہو رہا ہو، تو سچی ہے اگر رسالت میں شک پیدا ہو رہا ہے تو حدیث جھوٹی ہے، اگر رسالت میں کہیں شک پیدا ہو رہا ہو، یہ دوسری کسوٹی، اب اگر کوئی یہ کہہ دے، کہ صاحب ہماری نظر میں تو اتنی بھی پرکھ نہیں ہے، ہمیں فضائل محمدؐ ہی نہیں معلوم، ہم کیسے پتہ لگائیں کہ اس حدیث میں مدح ہو رہی ہے یا نہیں تو پھر ایک اور علم دے دیا علی نے، علم رجال، علم رجال واحد جمع رجال رجل کے معنی مرد، یہ لفظ کہاں، استعمال ہوا،



کہ کل میں علم دوں گا، رجل کو تو اس لفظ کا بانی وہی ہو گا رجل وہ ہے، تو رجال وہی دے گا، کیا ہے رجال، رجال یہ ہے، کہ ایک پوری فہرست بنادی گئی، کہ جو حدیث آپ کے سامنے رکھی ہے، لکھنے والے سے پوچھئے، کس نے بیان کی، اس کا نام بتاؤ، اور اس کا نام بتادیا، ایک فہرست رکھی ہے، الف سے لے تک کہ ع سے اس کا نام، ب سے اس کا نام ہے، وہاں لکھا ہوا اس کا نام مل جائے گا اور اس نام کے آگے یہ مل جائے گا، کہ سچا ہے یا جھوٹا، اور آگے بڑھنا چاہتے ہو، تو اس سے پوچھو راوی سے، کہ تو نے کس سے سنا، سات سلسلے تو بتانا پڑتے ہیں، فلاں نے فلاں سے سنا، فلاں سے فلاں سے سنا، کہیں سلسلہ رکا تو جا کے صحابہ پر ختم ہو جائے گا، یا تابعین پہ ختم ہو جائے گا، تو بس یہ فیصلہ ہو جائے گا کہ کون سے صحابی سے یہ حدیث سات پشتوں تک آئی ہے، پتہ چل جائے گا کہ حدیث عبداللہ بن مسعود کی ہے، یا عبداللہ بن عباس کی ہے، سلمان کی، مقداد کی، عمار نے کہا، بلال نے کہا، قنبرؓ نے کہا اب پتہ چل جائے گا، ان سات ناموں میں ایک بھی جھوٹا آ گیا بیچ میں، وہاں سے سلسلہ ٹوٹ جائے گا، کہ یہ کیسے آ گیا، تو سلسلہ پھر ملا کر دیکھا جائے گا کہ جھوٹوں کا سلسلہ بچوں میں کیسے مل گیا، اسے کہتے ہیں علم رجال، وہ پیمانے بنا رکھے ہیں اور اس پر اس کو پرکھا جاتا ہے، تو بغیر ان علوم کے، جو چاہے کہہ دیں، پرکھا گیا کہ کس نے کہا کہ ابوطالبؓ نے کلمہ نہیں پڑھا، فلاں نے کہا فلاں نے کہا، فلاں نے کہا تین راوی مل گئے، تین راویوں پہ یہ سلسلہ آگے بڑھا کہ کلمہ نہیں پڑھا گیا، اب پرکھا گیا کہ کس راوی نے کس سے سنا، فلاں راوی نے اس کا سلسلہ کہاں جا کر رکھا، عبداللہ ابن عباس پر جا کر رکھا، دوسرے کا سلسلہ بھی عبداللہ ابن عباس پر تیسرے کا سلسلہ دیکھا وہ بھی ابن عباس پر، تینوں کا سلسلہ جا کر عبداللہ ابن عباس پر ختم ہو گیا، عبداللہ ابن عباس کہاں سے یہ خبر لائے، کہ ابوطالبؓ نے کلمہ نہیں



کافر خوش ہوتے تھے، جب بچے روتے تھے، ماؤں سے روٹی مانگتے تھے، کہ ہم بھوکے ہیں تو جب شور بچوں کے رونے کا ہوتا تو کافر خوب تالیاں بجاتے تھے، اور سڑک پر نکلتے، اور کہتے کہ بھوکے مر رہے ہیں ایک دن آئے گایہ بنی ہاشم وہاں سے نکلیں گے، اور معافیاں مانگیں گے ہم سے، اور محمدؐ کو ہمارے حوالے کر دیں گے، ہم محمدؐ کو قتل کر دیں گے، کیسا منصوبہ بنایا، کہ انہیں امید تھی کہ شکست ہو جائے گی، بھوکے جب مرنے لگیں گے، تو ہم سے گہوں مانگیں گے، اناج مانگیں گے، کھانا مانگیں گے، گوشت مانگیں گے، پانی مانگیں گے اور وہاں کیا عالم ہے، کہ جتنے درخت لگے ہیں کانٹے دار، ان کی پتیاں توڑی جا رہی ہیں، وہ ابال ابال کر اس کا عرق پیا جا رہا ہے، بھی بھوک کا کچھ تو علاج چاہئے، درخت کی جڑیں کھود کر کھائی جا رہی ہیں، اور اس میں کہیں دس بارہ برس کا ابوطالب کا بیٹا جاتا ہے مکہ سے باہر جاتا ہے، اور گہوں کی بوری لاتا ہے، اس کو پسواتا ہے، کبھی ہفتہ میں ایک دو بار روٹی پک گئی، آدھا ٹکڑا سب نے کھا لیا نہ جانے کتنے بچے بھوکے مر گئے، مگر واہ رے ابوطالب، یہیں یہ تو مسئلہ ہے کہ ابوطالب نکل کر آتے کہ ختم کرو، یہ سماجی قطع تعلق کہ ہم محمدؐ کو منع کر دیں گے کہ یہ قول اللہ مت کہو، بس گھر ہی گھر میں معاملہ رہے گا، تم سے نہیں کہیں گے، لیکن ابوطالب اڑے ہوئے ہیں، جناب خدیجہ ملکہ ہیں فاقے کر رہی ہیں، کیسی آسائش میں رہی ہیں، اور یہاں شعب ابی طالب کا چٹیل میدان، ایک آدمی بھی شکوہ نہیں کر رہا، کہ یہ ہمارے اوپر مصیبت پڑی ہے، یہ ابتدائی مسلمان ہیں، یہ ہیں ابتدائی مسلمان، یہ ہیں جانثار مسلمان، ان کو بھلا کر آپ کیسے اسلام کی باتیں کر رہے ہیں، کیسی تاریخ اسلام، چاند ہو جائے گا، ربیع الاول شروع ہوگا، سب جھنڈے لگیں گے، ٹی وی پر پروگرام آئیں گے، اخبارات میں مضامین چھپیں گے، فتوحات کی باتیں ہوں گی، ملکوں کی باتیں ہوں گی، اتنی



سلطنت بڑھ گئی، کہ کروڑوں کا سونا آگیا، فلانا آگیا، فلانے بادشاہ کا تخت ایسا تھا، ان کا ملک ایسا تھا، دار الحکومت یوں سجا تھا، سامرہ ایسا تھا، بغداد ایسا تھا، کوفہ ایسا تھا، مصر ایسا تھا کہانیاں کہہ لو، اور یہ شعب ابی طالب کیسا تھا، یہ سلطنت کیسی ہے، چنیل میدان جہاں اناج کھانے کے لئے نہیں ہے، یہ وہ سلطنت ہے جہاں محمدؐ بادشاہ بیٹھے ہیں، اور رعایا جسے کھانے کو نہیں مل رہا، اس کی بات بھی تو کرو، پہلا ملک تو یہ ہے سارا ماضی بھلا دو، اور جب مستقبل خوبصورت ہو گیا، تو اس کی بات کر لو، یہ تاریخ اسلام تو نہ ہوئی، یہ عدل تو نہ ہوا، یہ انصاف تو نہیں ہوا، نگاہیں عدل والی نہیں ہیں انصاف نہیں کیا جا رہا، انصاف کرنا پڑے گا اور جب تک علم نہیں آئے گا، علم کے بغیر آپ یہ باتیں نہیں سمجھ سکتے، اس لئے جہل کے پردے ڈال دیئے جاتے ہیں، عوام علم کو سمجھنے ہی نہ پائیں، کہ علم کیا ہے، تو عوام کو جاہل رکھو، اور یہاں اہل بیتؑ کی کوشش یہ، کہ علم دوتا کہ یہ توحید کو سمجھیں، جہالت میں نہ توحید سمجھ میں آئے گی، نہ نبوت سمجھ میں آئے گی، دیکھئے یہ جو اعتراضات ہوتے ہیں نبوت میں خامیاں نکلتی ہیں، توحید میں خامیاں نکلتی ہیں، یہ جہالت ہے، اس لئے علم بہت ضروری ہے اور اس جہالت کا فائدہ مغرب کے ممالک اٹھا رہے ہیں، سب سے زیادہ فائدہ بش نے اٹھایا ہے، مزے مزے کے نکتے پیش کر رہا ہے، بش کی تقریر کا جواب نہیں دے رہے ہیں مسلمان، اس لئے کہ ان نکتوں کا جواب ہی نہیں، اس نکتہ کا جواب دے دیجئے، کتنا بڑا الزام مسلمانوں پر دہشت گردی کا لگ گیا، آپ اس کا جواب دے دیجئے، وہ تو کہانی پیچھے لے گیا بھی پرانی ہے، دہشت گردی نئی نہیں ہے، اب دیجئے جواب اس کا اس کا نام بش ہے، آپ جواب دے کر کہئے مُش، بغیر اس مجلس کے، بغیر ذکر اہل بیتؑ کے آپ مُش کہہ سکتے ہیں بش کو، نہیں کہہ سکتے، آپ یہاں سے کہہ سکتے ہیں، اس لئے کہ آپ علم کے ساتھ اس فرش



پر بیٹھے ہیں، علم کی چھاؤں میں اس فرش پر بیٹھے ہیں، تو یہاں پر مسلمانوں کا کیمرہ نہیں پہنچ رہا، شعب ابی طالب میں اس کے باوجود کچا کام نہیں کیا کافروں نے، کہ ابوطالب زبانی کام نہیں ہوگا، بلکہ سماجی قطع تعلق اور کاغذ پر لکھو معاہدہ، کہ اتنے برس کے لئے ہمارا تمہارا قطع تعلق، ہم تم سے کوئی بات نہیں کریں گے، ہم تمہیں شہر میں نہیں آنے دیں گے، سارے کافر آگئے، دستخط ہو گئے، معاہدہ لے جا کر صندوقے میں بند کر کے رکھ دیا، معاہدہ ہمارے پاس ہے، سماجی قطع تعلق کا معاہدہ، کاغذ تیار ہوا دستخط کر دیئے، کہ ایک آدمی شہر میں داخل نہیں ہو سکتا، اس بات پر دستخط کر دیئے ہیں کہ ہم مکہ میں نہیں آئیں گے، کہ اب دس برس کے ہیں علیؑ، دس برس کے بعد معاملہ ہوتا تو ہم دیکھتے، لیکن اب ابوطالب کو سارا کام کرنا ہے، کہ بھی یہ تو ضد پر اڑے ہوئے ہیں، شکست مان نہیں رہے، ہار مان نہیں رہے، بھوکے ہیں بچے بلک رہے ہیں مگر کیا ان کا ایمان ہے، اسلام کی بات نہیں ہو رہی ہے، کافر کہہ رہے کہ کیا ان کا ایمان ہے، یہ جتنے شعب ابی طالب میں ہیں، یہ ایمان میں کتنے کچے لوگ ہیں، شکست نہیں مان رہے بھوکے مر رہے ہیں، نہ ہم سے پانی مانگ رہے ہیں، نہ کھانا مانگ رہے ہیں، چیخ رہے ہیں بچے مگر کوئی آ کر یہ نہیں کہہ رہا ہے، کہ ہمیں روٹی بھجوادو، کھانا بھجوادو، پانی بھجوادو، ہم سے مانگ ہی نہیں رہے، اپنے معاہدے پر اڑے ہوئے ہیں، اب جو انہوں نے دیکھا کہ یہ شکست ماننے کو تیار ہی نہیں، یہ وہ لڑائی ہے، جس میں ابوطالب نے تلوار نہیں کھینچنے دی اور جہاد جاری ہے، یعنی طیش دلانے والا جہاد، سرد لڑائی، کہ ہماری خاموشی جو ہے وہ تمہیں بتائے گی، ہم نہ شہر میں آئیں گے نہ تم سے مانگیں گے ہم یہیں ہیں، مگر یہ نہیں ہوگا کہ محمد ﷺ کہنا چھوڑ دیں، اور یہیں رہیں گے، کھانا بھی تم سے نہیں مانگیں گے، کہ دو تم سماجی قطع تعلق، کیسے فتح کیا ہے، یہ ہے جہاد، ابوطالب نے، یہ پہلی لڑائی ہے، اب



انہوں نے دیکھا کہ یہ تو ہتھیار ڈال ہی نہیں رہے، تو اب ایسا کرو اندھیری ہیں راتیں، چپکے سے جا کر جہاں محمد سوتے ہیں، وہاں جا کر محمد کو مار دو، بس قصہ ہی ختم ہو جائے گا، یہ منصوبہ بھی ابوطالب کو پتہ چل گیا، رات کے اندھیرے میں پہاڑیوں کے پیچھے کچھ سائے ابوطالب نے دیکھ لئے، اس کا بھی انتظام کر لیا، اب ہتھیار سوراہے، ابوطالب سوتے نہیں ٹہل رہے ہیں، اب کیا نیند آئے گی ابوطالب کو، اور اس ٹہلنے میں بھی یہ کرتے ہیں، ہتھیار سو گیا چپکے سے گئے، محمد کو بستر سے اٹھایا اور اپنے بستر پر لٹا دیا اور وہاں کبھی علی کو لٹا دیا کبھی عقیل کو لٹا دیا، روز یہی کام ہوتا ہے، محمد شام کو جہاں سو جاتے ہیں، تو وہاں سے محمد کو اٹھاتے ہیں، اور کسی کو لٹا دیتے ہیں، تاکہ شام کو جس نے دیکھا ہے کہ اتنے بجے جہاں سوئے ہیں، جب وہ آئے تو ان کی جگہ یا عقیل مارے جائیں، یا علی مارے جائیں، یا طالب مارے جائیں، یا میں خود مارا جاؤں، لیکن محمد بچ جائیں، پھر پوچھیں گے آپ کہ ابوطالب نے کلمہ پڑھا کہ نہیں، کیا اب بھی کلمہ کا سوال ہوگا، یہ تو ہم بعد میں پوچھیں گے، کہ جس نے کلمہ نہیں پڑھا تاریخ کی نظر میں وہ اتنا اہم ہو گیا، تو ہم یہ بھی پوچھیں گے، کہ جنہوں نے کلمہ پڑھا انہوں نے کیا کارنامے انجام دیئے، تاریخ میں اگر کلمہ پر یہی بات ہے، تو جس نے نہیں پڑھا، اس پر بھی بات کیجئے، اور جس نے پڑھا ہے اس پر بھی بات کیجئے، اور دونوں کے کارناموں کو سامنے رکھ دیجئے ہر حال ایسے میں جبریل امین نازل ہوئے، اور کہا کہ اللہ بعد تحفہ درود و سلام کے آپ پر وحی کر رہا ہے کہ وہ معاہدہ جو لکھا گیا تھا، جو صندوق میں رکھا گیا تھا، اس معاہدے کے کاغذ پر دیمک کو مسلط کر دیا گیا ہے، اور دیمک پورا معاہدہ نامہ کھا گئی، اور جہاں جہاں اللہ اور محمد کا نام لکھا تھا، اس جگہ کو دیمک نے چھوڑ دیا جدھر جدھر کافروں کے نام لکھے تھے، وہ سب کو کھا گئی، پوری بات بتائی ہے جبریل نے، حضور نے چچا کو بلایا، اور کہا کہ وہ جو



معادہ تھا، اسے دیمک کھا گئی، اب آپ ان سے کہئے کہ معادہ ختم، اب معادہ کا کوئی وجود ہی نہیں، اب ہمیں مکہ میں آنے دیا جائے، ایک دم ابوطالب پہاڑی سے اترے، وہ سب حیرت زدہ ہو کر آگے بڑھے، ادھر سے ابوطالب جا رہے ہیں، وہ سمجھ رہے تھے کہ اب آ کر شکست کا اعلان کریں گے، کہ اب فاتے نہیں ہوتے، اب ہم بھوکے نہیں مر سکتے، اب شاید محمدؐ کو ہمارے حوالے کرنے آرہے ہیں اب ابوطالب بڑی شان سے چلے آ رہے ہیں، اب اگر کوئی کچا ساتھی ہوتا، تو آتے ہی کہہ دیتا، کہ وہ معادہ جو تھا اسے دیمک کھا گئی، معاملہ خراب ہو جاتا، پتہ ہے کیا کہتے ہیں، کہ ہم تمہیں دکھائیں گے نہیں، جا کے چپکے سے دیکھتے کہ دیمک کھا گئی تو کہتے رکھا ہوا ہے، تم غلط کہہ رہے ہو تم جھوٹ کہہ رہے ہو، یہ ابوطالب کی بصیرت دیکھئے، کہا کہ ہم تم سے کچھ بات کرنا چاہتے ہیں، ابھی کافر یہی سمجھ رہے ہیں کہ میل کرنے آئے ہیں، ابوطالب نے کہا کہ بھئی وہ صندوقچے لے کے آؤ، جس میں معادہ رکھا ہوا ہے، وہ سمجھے یہ صلح کریں گے دوڑے دوڑے گئے، اور جا کر لے آئے ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ اس میں کیا ہے، ابوطالب نے کہا کہ کنجی منگواؤ، کنجی بھی آگئی، کہا اس کو کھولیں، کہا کیوں کھولو پہلے یہ بتاؤ کہ اب کیا معادہ کرنے کے لئے آئے ہو، تم کیا تمہیں شکست تسلیم ہے، محمدؐ کو ہمارے حوالے کرو گے تم، کہا یہ کچھ بات نہیں یہ صندوق جو سامنے رکھا ہے، اس میں جو معادہ تم نے لکھ کر رکھا ہے وہ دیمک کھا گئی، معادہ ختم ہو گیا، اب سب ایک دوسرے کو دیکھنے لگے، کہ تمہیں کیسے معلوم، یہ تو کب سے بند رکھا ہے، اس کو ہم نے تو کھول کر دیکھا نہیں، کسی آدمی کے پاس کنجی گئی نہیں تم کو کیسے معلوم، کہ دیمک اس معادے کو کھا گئی، کہا میرے بھتیجے نے اطلاع دی ہے، اور وہ کبھی جھوٹ بولتا نہیں، کہا اس نے خبر دی ہے، کہا اس کو کس نے خبر دی، کہا اس کو اللہ نے خبر دی اب کلمہ کیسے



پڑھا جاتا ہے، بھئی دونوں کلمہ کہہ دیئے لا الہ الا اللہ بھی کہہ دیا محمد الرسول اللہ بھی کہہ دیا، اب کون سا کلمہ آپ چاہتے ہیں، کافروں نے صندوق کھولا اب جو کھولا، تو سارا کاغذ بھوسا ہو گیا تھا، دیمک کھا گئی تھی، کہا دیکھو وہ میرے بھتیجے کا نام جہاں لکھا ہے، اتنا ٹکڑا محفوظ ہوگا، اور ادھر ادھر جو ہے محمد کے، وہ ایک بھی نہیں ہے، کچھ بھی نہیں ہے سب دیمک کھا گئی ہے، وہ ٹکڑا اتنا ملا جس پہ اللہ اور محمد کا نام لکھا ہوا تھا، بتایا کہ نبی وہی ہوتا ہے، جو سچا ہو، اگر جھوٹا ہوتا تو میں تمہارے حوالے کر دیتا، صندوقچہ کو منگوا کر کیا حق ایمان ادا کیا ہے ابوطالب نے، اور اس کے بعد حکم دیا سب کو، کہ آ جاؤ معاہدہ ختم ہو گیا، اب کافر کیا کریں، معاہدہ ختم ہو گیا، تین برس کے بعد سب باہر آ گئے، اب جب باہر آئے شعب ابی طالب سے، تو باہر آنے کے بعد پتہ چلا، کہ کس پر کیا گزری، کہ وہاں جو غزالی، اس نے اتنا لاغر کر دیا، کہ ایک سال کے اندر، یعنی سال نہیں گزرا، کہ حضرت خدیجہ نے انتقال کیا، حضرت ابوطالب نے بھی انتقال کیا، اب اس سے پتہ چلا، کہ کتنے مصائب گزرے ہونگے، تو سب سے زیادہ جس نے مصائب اٹھائے، وہ ابوطالب ہیں یا خدیجہ، جن کی وفات کا حضور کو اتنا صدمہ ہوا، کہ سال کا نام رکھا عام الحزن، غموں کا سال، ایک سال آپ نے غم منایا، غم منانا سنت نبی ہے، جنہوں نے وفا کو احسان کی حد تک پہنچا دیا، تو کیوں نہ غم منائیں، تو ان کا غم نہ منائیں، چچا کا غم منایا، زوجہ کا غم منایا، طبری نے لکھا ہے، غموں کا سال روتے تھے اور گھر سے نہیں نکلتے تھے، اور ادھر وحی آئی، کہ مکہ میں آپ کے دو ہی سر پرست تھے، یہ دونوں نہ رہے، اس لئے اب یہ شہر آپ چھوڑ دیجئے، سب ہجرت، وفات ابوطالب، وفات خدیجہ، آپ کیا ہجرت کو خوشی کی چیز سمجھ رہے ہیں، ہجرت غموں کی وجہ سے ہوتی ہے، اگر ایسا ہوتا تو پاکستان میں ہجرت کا جشن منایا جاتا اسلام میں کوئی موقعہ ہی نہیں جشن منانے کا، اب



جو لوگ عید میلان النبی منائیں گے مبارک ہوں انہیں، مگر سوچ کر منائیں، کہ جب نبی پیدا ہوئے تو خوشی کس نے منائی، ان کے نام بتادو حضرت ابوطالب یا فاطمہ بنت اسد جس کے گھر میں بچہ پیدا ہوگا، وہی خوشی منائے گا، تو جس نے پہلے خوشی منائی ہے اس کا غم بھی تو مناؤ، خود نبی پہلے اس بات کے حقدار ہیں، کہ اگر ولادت منائی جائے تو ان کی وفات بھی منائی جائے، ان کا غم بھی منایا جائے، اور ولادت کا دن ہو تو اخبارات میں ولادت کی مخصوص اشاعت بھی نکالنا چاہئے، ایک ہی دن سب کیوں ہو جائے، کیا تین سو پینسٹھ دن کم ہیں، یا فرصت نہیں ہے، یا اخبار کے پاس کاغذ نہیں ہے، یا ٹی وی کے پاس وقت نہیں ہے، یا حکومت کے پاس وقت نہیں ہے، یا پیسہ نہیں ہے، کہ ایک نبی کا دو مرتبہ یوم منایا جائے، ولادت کا الگ، وفات کا الگ، اور جب وفات کا دن منایا جائے، تو تمام اصحاب کا ذکر کیا جائے، اس لئے کہ تمام کلمہ گو وفات کے وقت موجود تھے، دس ہزار صحابہ ہیں، ابن کثیر نے دس ہزار صحابہ کی تعداد لکھی ہے، سب کا ذکر کیجئے، کہ وفات کے وقت کتنے صحابہ موجود تھے سب کی سوانح حیات لکھئے، ولادت کے دن منائیے تو فقط ان ہی کا ذکر کیجئے، جو ولادت کے وقت موجود تھے، اگر اس انصاف سے امت چلے، تو خدا کی قسم فرقہ بازی اور تفرقہ بازی ختم ہو جائے، فیصلہ ہو جائے، کہ جس دن ولادت کا جشن ہوگا اس دن، ہم عبدالمطلب ابوطالب، فاطمہ بنت اسد، ہاشم، حضرت عبداللہ، حضرت آمنہ سب کا ذکر کریں گے، اور جب وفات کا دن منائیں گے، تو یہ صحابی، فلاں صحابی، یہ دوست، یہ صحابیہ ان کا تذکرہ کریں گے، تو سارے اختلافات ختم ہو جائیں گے، نہ کوئی شیعہ رہے گا نہ سنی۔ صلوٰۃ

یہ نعرے لگتے ہیں، کہ اتحاد کرو اتحاد کرو، آپ نے سنے ہونگے، اتحاد بین المسلمین کے نعرے، آج تک کسی نے طریقہ بتایا، فکر کر کے اور شیعہ بھی کہتے ہیں سنی بھی کہتے



ہیں طریقہ کار بنائیے، کہ جب پاکستان میں اتحاد ہو تو انہی طریقوں پہ عمل ہو، کیوں پکارے جائیں، کہ یہ شیعہ ہے یہ سنی ہے، اس طرح سجاد تبجے اس ملک کی فکر کو، یہ تفریق ہی ختم ہو جائے، کہ کون شیعہ کون سنی۔ کون بریلوی، کون دیوبندی، کون مالکی، کون شافعی قصہ ہی ختم ہو جائے، دیکھئے نا امریکہ کو نکالنے کے لئے، شیعہ سنی بغداد میں عراق میں ایک ہو گئے تو پتہ چلا، کہ دشمن کو نکالنے کے لئے سب کو ایک ہونا پڑتا ہے، فرقوں کا نام برسر عام لے لے کر ذرائع ابلاغ پر کہ یہ شیعہ ہیں، یہ سنی ہیں، یہ فلاں ہیں یہ فلاں ہیں، یہ اتحاد کی باتیں نہیں ہیں اتحاد اس وقت ہوگا، جب آپ کسی فرقے کا نام ہی نہ لیں، میں جتنی باریٹی وی پر گیا میں نے ایک بار بھی لفظ شیعہ استعمال کیا نہ سنی، باتیں سب کہیں، میرا پروگرام نبوت پر آئے گا، آپ دیکھ لیجئے گا، میں یہ لفظ استعمال ہی نہیں کروں گا، کہ کیا سنی کیا شیعہ، جب آپ کہہ رہے ہیں اتحاد، تو جب اتحاد میں خود نام لیں گے، جب آپ نے کہا ابوطالب، جب آپ نے کہا علی، جب آپ نے کہا حسن، جب آپ نے کہا حسین، تو فرقہ واضح ہو گیا، پورا عالم اسلام انہیں مانتا ہے؟ صرف خارجی انہیں نہیں مانتے، مسئلہ یہی ہے کہ آپ کس کے ساتھی ہیں، مظلوم کے یا ظالم کے، مجلس میں یہی بات بتائی جاتی ہے، ہمارے بزرگ ہر سال تشریف لاتے ہیں، پڑھے لکھے عالم خاندان کے ہیں، اہل سنت سے ہیں عالم خاندان سے ہیں میاں نورانی مرحوم جیسے، عالم کے رشتے دار ہیں، لیکن سامنے بیٹھ کر ہر سال عشرہ سنتے ہیں، یہاں بیٹھنے کے، بعد تو آپ سے آپ اختلاف ختم ہو جاتا ہے، اس لئے کہ اہل بیت سے تو کسی کو اختلاف نہیں، (صلوٰۃ) چھوٹے موٹے فقہ کے اختلاف ہیں، میں تو کہتا ہوں، جو جیسے پڑھ رہا ہے اسے پڑھنے دیجئے، کوئی اختلاف کی بات ہی نہیں ہے، سجدوں پر تو اختلاف نہیں ہے، نیت پر تو اختلاف نہیں ہے، سوروں پر تو اختلاف نہیں



ہے، قرأت پر تو کوئی اختلاف نہیں ہے، قرآن پر تو اختلاف نہیں ہے، تو جب سب وہی قرآن پڑھ رہے ہیں، پھر مسئلہ ہی نہیں ہے، ہاں تصویر بنانے میں اختلاف ہے، اب جہاں تصویریں کھینچ رہی ہوں، تو فیصلہ تو وہاں ہونگے، اس لئے کہ ہر تصویر کو، نبی کی نماز کی تصویر سے ملایا جائے گا، فیصلہ وہاں پر ہو جائے گا، کہ نبیؐ اس طرح یا اس طرح، یہ چھوڑ دیجئے وہاں کے لئے اور صرف یہ، کہ جو اہل بیت کا دوست ہو، وہ الگ ہے، اور جو اہل بیت کا دشمن ہے، وہ الگ ہے، اور سن اکٹھ ہجری میں فیصلہ ہو گیا، کہ حسینؑ اس کو ساتھ لے جائیں گے، یہی بتانے کے لیے کہ اہل بیت کا دوست کون ہے؟ اہل بیت کا دوست انہیں، تو جاؤ ادھر ہمیں تنہا رہی کوئی پرواہ نہیں، اور یہ بات آخر وقت باقی رکھی اہل حرم نے، ایک بچہ بھی یہ کہتا ہوا نظر نہیں آیا، کہ پھوپھی اماں اب تو زید کی بات مان لیجئے، اب تو کھانا پانی بھی آ جائے گا، اور گلے کی رسی بھی کھل جائے گی، آپ ذرا غور کیجئے، حسینؑ کے گھر کے بچے جب پھوپھی نے کوفہ کے بازار میں یہ اعلان کر دیا، کہ بچو صدقہ ہم پر حرام ہے، تو بھوکے بچوں نے وہ کھجوریں فوراً پھینک دیں، لوگوں سے کہا ہم آل محمدؐ ہیں ہم پر صدقہ حرام ہے، تو ہین کا کوئی ایسا بھی گوشہ ہے، جو کہیں پہ چھوڑا گیا ہو کیا خوشی ہے، کوفہ میں سب تماشہ دیکھنے چلے جا رہے ہیں، ایک بی بی چپ بیٹھی ہے، خاموش بیٹھی ہے، عورتیں کہتی ہیں سب تو جا رہے ہیں اسیر آ رہے ہیں اے ام حبیبہ کیا تم تماشہ دیکھنے نہیں چلو گی، کہا نہیں میری شہزادی جناب سیدہؑ نے مجھ سے کہا تھا، وصیت کی تھی، کہ اے ام حبیبہؑ کبھی اسیروں کا تماشہ نہ دیکھنا، تو پھر عورتوں نے کہا، کہ تیرا شوہر سفر پر گیا ہوا ہے، تو بہت دنوں سے پریشان ہے تو یہ بھی تو حضورؐ کی حدیث ہے کہ اگر فاقہ زدہ اسیر دعا کریں، تو قبول ہو جاتی ہے، تو ان بھوکے پیاسوں سے اپنے شوہر کے لئے دعا کروالے تاکہ تیرا شوہر خیریت سے واپس آ جائے۔ یہ بات اس کی سمجھ



میں آگئی، آکر ہام پر بیٹھ گئی، اب جو ناقہ گزرا، تو ایک چھوٹی سے بچی، اپنی پھوپھی سے کہتی ہے اے پھوپھی اماں تھوڑا سا پانی مل جاتا، کیا پیاس کا عالم ہوگا، سب چپ رہے، تو ام حبیبہؓ نے کہا زاناقہ روکو، کہ میں بچی کو پانی پلا دوں، دوڑ کر گئی کوزے میں پانی بھر کر لائی، تو جناب زینبؓ نے کہا یہ پانی لائی ہے، اس سے پوچھ لو اس کی کوئی دعایا خواہش تو نہیں، سیکنہ بی بی نے کہا تیری کوئی خواہش ہے، پانی پلانے سے پہلے تو کوئی دعا کروانا چاہتی ہے، اس نے کہا ہاں دعا کروانا چاہتی ہوں، میری تین دعائیں ہیں، میں دعا مانگتی ہوں تم آمین کہنا جناب زینبؓ نے کہا ہم سب آمین کہیں گے، مگر کیا ہے تیری دعا، کہا میرا شوہر سفر پر گیا ہے، ساتھ خیریت کے گھر واپس آ جائے، آپ نے دعا کی بچی نے آمین کہا، اور کیا دعا ہے، ایک دعایہ ہے، کہ جس طرح اللہ نے تمہارے بچوں کو یتیم کیا، اس طرح میرے بچے یتیم نہ ہوں، بی بی نے دعا کی، سیکنہ نے آمین کہا، اور تیسری دعایہ ہے، کہ اللہ مجھے جلد مدینے لے جائے، کہا مدینے میں کون ہے، کہا وہاں میری شہزادی رہتی ہے، کہا تیری شہزادی کا نام کیا ہے، کہا زینبؓ، کہا بہت دن ہو گئے زیارت نہیں کی، کہا دعا تو تیری قبول ہوگئی، مگر یہ بتا اگر تو زینبؓ کو دیکھے گی تو پہچان لے گی، کہا بہت دن خدمت کی ہے دیکھوں گی تو پہچان لوں گی، حضرت زینبؓ نے، کہا ام حبیبہؓ تو نے زینبؓ کو کہاں پہچانا۔

بارِ اللہ اس عبادت کو قبول فرما کوئی غم نہ دے سوائے غم حسین کے!





دوسری مجلس

گواہانِ ابوطالبؑ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ساری تعریفیں اللہ کے لئے درود و سلام محمد و آل محمد کے لئے

الوداعی عشرے کی دوسری تقریر آپ حضرات سماعت فرما رہے ہیں، قصرِ میتب میں ”عظمتِ ابوطالب“ کے موضوع پر، وضاحت کی تھی میں نے کل کی تمہیدی تقریر میں، کہ ایک ایسی عظیم ہستی، جس نے رسالت کی خدمت میں، اپنے آپ کو وقف کر دیا، ان کی تمام مختصّاتِ ریاضتیں، اور دین کی خدمات، یہ کہہ کر رد کر دی گئیں کہ کلمہ نہیں پڑھا تھا اور پھر ایک محدث نے لکھا، پھر سب ہی لکھتے چلے گئے، اور عجیب بات یہ ہے، کہ اسلام کے ماننے والوں نے کافی حد تک اس محدث کو سچا مان لیا، اور اس کی بات پر یقین کر بھی لیا اور اس کی پارٹی میں ہو گئے، یہاں پر یہ دیکھنا چاہئے، کہ وہ راوی وہ محدث اہم ہے، یا حضورؐ کے چچا زیادہ اہم ہیں، اس کے معنی یہ ہیں، کہ جو کوئی جو کچھ لکھ جائے، آپ اس پر ایمان لے آئیں گے، یہ بات سمجھ میں نہیں آتی، ہمارے پاس دنیا میں بھی، اور روحانی زندگی میں بھی، کسی چیز کو سمجھنے اور ناپنے کے لئے پیمانے ہوتے ہیں، کسوٹی ہوتی ہے، اور کسوٹی پر پرکھے بغیر، دنیا کی کسی چیز کو نہیں لیتے، اور ہر شے کی ایک الگ کسوٹی ہوتی ہے، سونا لیا جاتا ہے، پرکھ کے، چاندی لی جاتی ہے پرکھ کے، ہیرا



لیا جاتا ہے پر کھ کے، اس طرح کم تر سے کم تر شے، یا قیمتی سے قیمتی شے ہر شے کی کسوٹی بنی ہوئی ہے، کوئی چیز ایسی نہیں ہے، کہ جس کی کسوٹی نہ ہو، مثلاً شہد ہے، اصلی ہے یا نقلی ہے، اس کی بھی ایک کسوٹی ہے، اصلی گھی ہے، اس کی بھی ایک کسوٹی ہے، تو کوئی بھی سودا، میں تو نہیں سمجھتا، کہ بغیر پر کھ لیا جا رہا ہو، یہ دوسری بات ہے، کہ دو نمبر چیز کوئی خود ہی خریدنا چاہ رہا ہو، تو الگ بات ہے، ورنہ عام طور سے با ذوق لوگ بہترین چیز لینا پسند کرتے ہیں، تو جتنی چیز اہم ہوتی جائے گی، اس کی کسوٹی بھی اہم ہوتی جائے گی، اور ایک منزل ایسی آئے گی، کہ پھر کسوٹی ختم ہو جائیگی، اور نظر کی کسوٹی رہ جاتی ہے، اور عام طور پر ہیرا جو ہے اس کو پر کھنے کی کوئی کسوٹی نہیں ہے، اب اس کو صرف جو ہری بتا سکتا ہے، اب اس سے پوچھو، کہ تم نے کیسے پتہ لگایا وہ کہے گا، کہ میری نظر جو ہے، وہ کسوٹی ہے، وہ ترازو ہے اس لئے لوگ ایسی چیزیں جا کر کسی کو دکھاتے ہیں کہ دیکھئے اصلی ہے یا نقلی تو عام آدمی کیسے یہ بتا سکتا ہے جسے پہچان نہ ہو، کہ یہ ہیرا ہے یا شیشہ، جب تک پر کھنے والی نظر نہ ہو تو کائنات کی کوئی چیز آپ نہیں لیتے بغیر پر کھ، تو حدیثیں آپ بغیر پر کھ کیسے لے لیں گے، تو حدیثوں اور روایتوں کے پر کھنے کی بھی تو کوئی کسوٹی ہوگی، اور جب تک پر کھیں نہ، تو کیسے یہ فیصلہ دے رہے ہیں، کہ یہ صحیح ہے، اب یہ ذوق کا معاملہ ہے، ورنہ سونے کی اتنی قسمیں ہیں، تو قیمت کے اعتبار سے بازار میں جو ہے، وہ لے لیا ملاوٹ والا سونا بھی بک رہا ہے، اور وہ خرید رہے ہیں لوگ، اور اس کے مختلف نام ہیں، اور وزن کے حساب سے اس کی قیمت مقرر ہے، اتنا کیرٹ اتنا کیرٹ، لیکن اگر کوئی با ذوق ہے، تو وہ کھرا سونا ضرور ڈھونڈے گا، مشورہ کرے گا، کہ کہاں سے لیں، اور عام طور پر لوگ کسی بڑے ملک میں جاتے ہیں، جہاں سونا نکلتا ہے وہاں سے لے آتے ہیں، چلو بھی دُستی سے سونا لے آئیں گے، ابو ظہبی سے سونا لے



آئیں گے جدہ سے لے آئیں گے ایران سے لے آئیں گے، تو دنیاوی زندگی میں تو اتنا اہتمام ہے، اگر ذوق ہے تو بغیر پر کھے حدیث نہیں لے گا، اگر اسے یہ ضد ہے، کہ نہ پرکھیں گے نہ پوچھیں گے، جو دماغ میں آگئی تو جو نقلی سونا، بڑی قیمت میں خرید کر دھوکا کھا رہا ہو، تو وہی دھوکہ یہاں بھی کھا رہا ہوگا، جاننے والے کو معلوم ہے، کہ اس نے دھوکا کھایا ہے، بہت سے لوگ اس بات ہی کو نہیں پسند کرتے ہیں، کہ کوئی کتنا بے وقوف ہے کہ دس روپیہ کی چیز ہزار میں خرید لایا، چاہے منہ پر کوئی نہ کہے کہ آپ دس روپیہ کی چیز ہزار میں خرید لائے، آپ بے وقوف بنے، لیکن لوگوں کو معلوم ہے، جو نظر پہچانتے ہیں، کہ لوگ اس سے بھی بچتے ہیں، کہ اگر کوئی میں گھسیا چیز مہنگی خرید لایا ہوں، تو اس کی نظر نے یہ پہچان لیا، کہ یہ بے وقوف بنا رہا ہے، اس لئے ذہین لوگ اگر ہوں تو اچھا صحت مند معاشرہ وجود میں آئے گا، یہ باتیں نظر نظر میں سیکھی جاتی ہیں کوئی کورس نہیں ہے کالج اور اسکول میں، کہیں سکھایا نہیں جاتا یہ مشاہدے اور تجربات نظروں سے خود بخود گزرتے رہتے ہیں، تو میری سمجھ میں نہیں آتا، کہ کوئی اپنے کو دانشور کہے، محقق کہے، اور پڑھا لکھا کہے، اور وہ اتنا بڑا دھوکہ کھا جائے، کہ بھی پانچ لاکھ دس لاکھ آدمی میرا مضمون پڑھیں گے، تو کتنے لوگ کہیں گے، کہ یہ بے وقوف ہے، آج میں نے آل عبا میں مثال بیان کی تھی، اس کو میں دہرا رہا ہوں، بات کو سمجھانے کے لئے، کہ حضورؐ کے سب سے بڑے چچا، جن کا نام حارث تھا، سن میں تمام بھائیوں سے بڑے تھے، سب سے بڑے بیٹے کا نام ان کے ابوسفیان تھا، نام نہیں کنیت، ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلبؐ، حضورؐ کے مخالف تھے اور بہت ہی مخالف تھے، پھر ایمان لائے، پھر بے انتہا حضورؐ سے محبت کرنے لگے، اتنا ساتھ رہے، کہ جب جنگ حنین میں پورا لشکر بھاگ گیا، تو بھاگے نہیں، بلکہ یہ حضورؐ اور حضرت علیؑ کے پاس موجود رہے، تمام مورخین



نے لکھا ہے، کہ جنگ حنین میں سب بھاگ گئے مگر حضرت ابوسفیان موجود رہے، اب یہاں یا تو نام سے فائدہ اٹھایا، یا دھوکہ کھایا ابھی حال ہی میں جنگ میں ایک مضمون شائع ہوا جاوید چوہدری کے نام سے لکھتے ہیں کہ سب بھاگ گئے مگر حضرت ابوسفیان نہیں بھاگے، ارے بھائی آپ کو معلوم ہے، کہ ایک نام کے مکہ میں کتنے لوگ تھے، آپ کی تحقیق میں یہ بات آئی ہی نہیں، جہاں تحقیق اور ذوق کا یہ عالم ہو، کہ یہ نہ پتہ ہو کہ ایک نام کے کتنے لوگ گزرے ہیں، جو مشہور ہوئے ایک ہی وقت میں، تو آپ تحقیق کیا کر رہے ہیں، تو اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ دھوکہ دے رہے ہیں، نیم حکیم اور نیم ملّا، ادھر جان کو خطرہ ادھر ایمان کو خطرہ، تو ایمان اور جان دونوں اس وقت پڑے ہوئے ہیں خطروں میں، جو تحریریں لکھی جا چکیں، اور جو لکھی جا رہی ہیں یہ ذکر حسین کی مجلس سنبھالتی ہے، عقلوں کو اور ذہنوں کو، کہ یہاں بیٹھ کر تجزیہ کر دو یکھئے یہ وہ جگہ ہے، جہاں مختلف ذہن، مختلف عقلیں، مختلف عمریں، مختلف سن و سال، تجزیہ کر رہے ہوتے ہیں، کہ تمہیں علم کس طرف سے چاہئے، اتنے لوگ بیٹھے ہوئے، علم کی باتیں کر رہے ہیں گفتگو کر لیجئے، کہ آپ کب سے مجلس سن رہے ہیں، کہ بچپن سے سن رہے ہیں آپ کی عمر کیا ہے، کہا پچاس سال ہے، تو علم کی باتیں ستر برس، اسی برس، صرف سنتے ہیں، اور گھر آ جاتے ہیں، اس کا فائدہ اس کا فائدہ یہ ہے، کہ ایک ایک سامع نہیں یہ ایک ایک تحقیقی کتاب ہے، اور یہ بولتی کتابیں ہیں یہ کتب خانوں میں پڑی ہوئی گرد میں اٹی ہوئی نہیں ہیں، صاف ستھری رکھی جاتی ہیں، اور اگر ان سے پوچھا جائے تو جو چاہے پوچھ لیجئے آپ کو جواب تشفی بخش ملے گا، وہ پریشان نہیں ہوگا وہ آپ کو جواب دے گا، یہ علم میں اضافہ کا ایک راستہ ہے، اگر یہ ادارے اسلام کے ہر فرقہ میں جاری ہو جاتے، تو میں سمجھتا ہوں کہ امت اتنی جاہل نہ رہتی، جہالت کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ



شدت سے جھوٹ بولا جائے، علم جھوٹ سے بچاتا ہے، اس لئے کہ قرآن نے یہ آئین سنایا۔

فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ
ابْنَاءَنَا وَابْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ
فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ

جب علم آ گیا، تو اب کہو، یعنی فیصلہ یہ ہوتا ہے، کہ علم آ کر جھوٹے کو جھوٹا کہہ کر لعنت کر دیتا ہے، لعنت سے بچنے کے لئے، جہل سے بچنا چاہئے، علم کی طرف آنا چاہئے، یہ نہیں کہ آپ نے قرآن پڑھ لیا، یا آپ نے حفظ کر لیا، ابھی علم نہیں شروع ہوا خود قرآن نے کہا، ہم کو سمجھ کر پڑھو، حدیثیں ایسے ہی نہیں کہ آپ نے اٹھالیں، کسوٹی ہے، بتاؤ کیا کسوٹی ہے۔ حدیث اٹھاؤ اور پڑھو، اگر اس حدیث کے مطابق آیت مل جائے تو سچی ہے، اور اگر کوئی آیت حدیث کو قطع کر رہی ہو، حدیث کے مخالف ہو تو آیت سچی حدیث جھوٹی، تو ایک کسوٹی تو سب کو یاد ہے کہ صاحب اتنی آیتیں کس کو یاد ہیں، حدیث کو آیتوں سے کس طرح ملائیں، تو ایک اور پیمانہ دے دیا، یہ نہیں کہ کسوٹی رک گئی، کہ ہمیں نہیں آتا، ہمیں نہیں آتا لوگوں نے کہا کہ نہیں، یہ تو ہم نہیں کر سکتے اب دوسری کسوٹی حدیث اٹھاؤ حدیث پڑھو، حدیث سے محمدؐ کی مدح ہو رہی ہو، اور وقار بلند ہو رہا ہو، تو سچی ہے اگر رسالت میں شک پیدا ہو رہا ہے تو حدیث جھوٹی ہے، اگر رسالت میں کہیں شک پیدا ہو رہا ہو، یہ دوسری کسوٹی، اب اگر کوئی یہ کہہ دے، کہ صاحب ہماری نظر میں تو اتنی بھی پرکھ نہیں ہے، ہمیں فضائل محمدؐ ہی نہیں معلوم، ہم کیسے پتہ لگائیں کہ اس حدیث میں مدح ہو رہی ہے یا نہیں تو پھر ایک اور علم دے دیا علیؑ نے، علم رجال، علم رجال رجل واحد جمع رجال رجل کے معنی مرد، یہ لفظ کہاں، استعمال ہوا،



کہ کل میں علم دوڑگا، رجل کو تو اس لفظ کا بانی وہی ہوگا رجل وہ ہے، تو رجال وہی دے گا، کیا ہے رجال، رجال یہ ہے، کہ ایک پوری فہرست بنادی گئی، کہ جو حدیث آپ کے سامنے رکھی ہے، لکھنے والے سے پوچھئے، کس نے بیان کی، اس کا نام بتاؤ، اور اس کا نام بتا دیا، ایک فہرست رکھی ہے، الف سے لے تک کہ ع سے اس کا نام، ب سے اس کا نام ہے، وہاں لکھا ہوا اس کا نام مل جائے گا اور اس نام کے آگے یہ مل جائے گا، کہ سچا ہے یا جھوٹا، اور آگے بڑھنا چاہتے ہو، تو اس سے پوچھو راوی سے، کہ تو نے کس سے سنا، سات سلسلے تو بتانا پڑتے ہیں، فلاں نے فلاں سے سنا، فلاں سے فلاں سے سنا، کہیں سلسلہ رکا تو جا کے صحابہ پر ختم ہو جائے گا، یا تابعین پر ختم ہو جائے گا، تو بس یہ فیصلہ ہو جائے گا کہ کون سے صحابی سے یہ حدیث سات پشتوں تک آئی ہے، پتہ چل جائے گا کہ حدیث عبد اللہ بن مسعود کی ہے، یا عبد اللہ بن عباس کی ہے، سلمان کی، مقداد کی، عمار نے کہا، بلال نے کہا، قعمر نے کہا اب پتہ چل جائے گا، ان سات ناموں میں ایک بھی جھوٹا آ گیا بیچ میں، وہاں سے سلسلہ ٹوٹ جائے گا، کہ یہ کیسے آ گیا، تو سلسلہ پھر ملا کر دیکھا جائے گا کہ جھوٹوں کا سلسلہ بچوں میں کیسے مل گیا، اسے کہتے ہیں علم رجال، وہ بیانے بنا رکھے ہیں اور اس پر اس کو پرکھا جاتا ہے، تو بغیر ان علوم کے، جو چاہے کہہ دیں، پرکھا گیا کہ کس نے کہا کہ ابوطالب نے کلمہ نہیں پڑھا، فلاں نے کہا فلاں نے کہا، فلاں نے کہا تین راوی مل گئے، تین راویوں پہ یہ سلسلہ آگے بڑھا کہ کلمہ نہیں پڑھا گیا، اب پرکھا گیا کہ کس راوی نے کس سے سنا، فلاں راوی نے اس کا سلسلہ کہاں جا کر رکھا، عبد اللہ ابن عباس پر جا کر رکھا، دوسرے کا سلسلہ بھی عبد اللہ ابن عباس پر تیسرے کا سلسلہ دیکھا وہ بھی ابن عباس پر، تینوں کا سلسلہ جا کر عبد اللہ ابن عباس پر ختم ہو گیا، عبد اللہ ابن عباس کہاں سے یہ خبر لائے، کہ ابوطالب نے کلمہ نہیں



پڑھا، جب عمر دیکھی گئی عبداللہ ابن عباس کی پتہ چلا کہ جب ابوطالب کا انتقال ہوا، تو یہ دو برس کے تھے، اب دو برس کی عمر کی کیا بات ہوگی اور جب دس برس کی عمر میں دعوت ذوالعشرہ میں علی کی گواہی آئی تو آپ نے کہا علی بچے تھے، تو بچوں میں یہ، بوڑھوں میں یہ، بوڑھوں میں (نعرہ حیدری) سوال یہ ہے، کہ جب حضرت ابوطالب کی وفات ہوئی، اس وقت سب سے مستند راوی کون ہے، اس وقت سب سے مستند راوی خود پیغمبر محمدؐ موجود تھے، ان سے کیوں نہیں پوچھا، راوی کی ضرورت کیوں پڑی، رسول اللہؐ سے کیوں نہیں پوچھا ابوطالب کے بیٹے موجود، عقیل موجود، علی موجود، جوان علی موجود، اب بچے تو نہیں ہیں، باپ کی وفات کے وقت دس برس کے تو نہیں ہیں، پچانوے برس کی عمر میں ابوطالب نے وفات پائی، محمد نبیؐ ہیں، بعثت ہو چکی، اعلان کر چکے، رسولؐ موجود ہے، ابوطالب کے بھائیوں میں حمزہؓ بھی موجود ہیں، عباس بن عبدالمطلبؓ بھی موجود ہیں، یہ دو برس کا بچہ کہاں سے آگیا، کیوں آیا تو اب پتہ چلا کہ جن لوگوں نے روایت بنائی انہوں نے یہ پتہ نہیں لگایا، کہ عبداللہ ابن عباس کی اس وقت عمر کیا تھی، اور انہیں راوی چاہئے تھا ہاشمی، کہ راوی بنی ہاشم میں سے ہو، تاکہ بات مستند ہو جائے، اب راوی ڈھونڈتے، یا علی سے یا عقیل سے یا جعفرؓ سے یا نبیؐ سے، یہ سارے ہاشمی جو ہیں، یہ دائرہ فکر میں نہیں آ رہے تھے، کہ پکڑے جائیں گے ہم، پکڑے تو یہاں بھی گئے، اب دو سال کا بچہ دیکھ رہا ہے گھنٹیوں چلتا ہوا، اول تو ابھی دودھ بڑھائی میں چار مہینے باقی ہیں دودھ بڑھائی کے بعد گھنٹیوں کے مل چلتا ہے اور اگر عرب کا بچہ جلدی بڑھتا ہے اور یہ اگر آگیا اور پورا خاندان موجود ہے، تو یہ دیکھ رہا ہے، کہ نبیؐ نے کہا روایت تو یہ ہے، کہ چچا کلمہ پڑھ لیجئے، اور ابوطالب نے منع کر دیا، کئی بار نبیؐ نے کہا کہ کلمہ پڑھ لیجئے، سوال یہ ہے کہ دو سال کا بچہ دیکھ رہا ہے، ایک ہی



راوی ہے، عالم اسلام کے پاس، یہ تو ہم نے بتایا، کہ سلسلہ ختم کہاں ہو رہا ہے، ان کو تو یہ بھی نہیں پتہ، تحقیق کی عادت پڑے تو یہ سب کچھ پتہ بھی لگائیں، پتہ نہیں کہاں سے اتنے لمبے لمبے قامت کے لوگ اور دو سال کے بچے کو سب نظر بھی آ رہا ہے، تو عجیب بچہ ہے، حالانکہ ہاشمی بچہ ہے، کہ میں نے دیکھا کہ نبیؐ نے کئی بار کہا، مگر انہوں نے کلمہ نہیں پڑھا، اور پھر ان کا دم بھی نکل گیا اور بغیر کلمہ پڑھے چلے گئے، عجیب بچہ ہے، کبھی تو بڑا ہوا ہوگا یہ بچہ، تو سوچا ہوگا کہ اس بچپن کی روایت میں کچھ اضافہ کر لوں، کچھ ترمیم کر لوں، اب پوچھنے والے کو یہ بھی پوچھنا چاہئے تھا کہ دو سال کی عمر میں آپ نے یہ واقعہ دیکھا، اب آپ کا کیا خیال ہے، کوئی ذہین ہوتا تو یہ کہتا کہ آپ نے جب یہ سنا، کہ حضورؐ نے جب کہا چچا کلمہ پڑھ لیجئے، تو حضورؐ زندہ ہیں تو پوچھ لیجئے۔ کہ حضورؐ نے یہ مرتے وقت ہی کیوں کہا، ساری زندگی ساتھ رہے، درمیانی عمر میں کیوں نہ کہا، حضورؐ چاہتے تھے کہ مرتے وقت ہی تو یہ جاتے جاتے اب کلمہ پڑھوانے کا کیا فائدہ، اب تو جا ہی رہے ہیں، کتنے واقعات ہو چکے، تیرہ برس ہو گئے اسلام کو آئے ہوئے، ان تیرہ برسوں میں ایک دن بھی نبیؐ نے نہیں کہا کہ چچا کلمہ پڑھ لیجئے، اس وقت کیوں کہا، تو روایت بنانے والے نے روایت اپنے پیانے پر بنائی، اور وہ کیا اور چونکہ برصغیر میں رسم ہوگئی کہ جو مرنے لگتا ہے، تو عزیز کہتا ہے کہ کلمہ پڑھ لو، کیوں کہ اب تم دنیا سے جا رہے ہو، تو عرب میں یہ قاعدہ نہیں تھا، یہ یہاں ایجاد ہوا ہے کہ مرتے وقت کہا جائے سورہ یٰسین پڑھ لو، سورہ رحمن، آئمہ کے نام یاد کر لو کلمہ پڑھ لو، بہت سے تو پڑھ ہی نہیں پاتے، ان کا کیا ہوگا، بس کے نیچے دب گئے مر گئے، ان کو کون کلمہ پڑھواتا ہے، جہاز سے گرے مر گئے، کون کلمہ پڑھواتا ہے اب تو ایسی ناگہانی موتیں زیادہ ہو رہی ہیں، سب بغیر کلمہ پڑھے چلے جا رہے ہیں، یعنی سب ابوطالبؑ کے دین پر چلے جا رہے ہیں



تو پھر یہ فیصلہ کیجئے کہ پوری زندگی کا کلمہ پڑھنا اتنا اہم نہیں ہے جتنا آخری وقت کا کلمہ پڑھنا ضروری ہے، (نعرہ صلوٰۃ) ! آخری وقت کا کلمہ بڑا اہم ہو گیا، ایک راوی نے کہا پڑھ لیا تھا، اور ایک راوی تلاش کے بعد ملا، وہ کون ہے، اسی راوی کا باپ ہے، عباس بن عبدالمطلب یہ ابوطالب کے بھائی ہیں، ان سے پوچھا گیا، کہ آپ کیا کہتے ہیں، کہا ہاں میں موجود تھا اس وقت، اب دیکھیں یہ روایت سب نے نظر انداز کر دی، بیٹے کی جو روایت ہے اس کو تو سب نے آگے بڑھا دیا، اور جو باپ سے روایت ہے، اس پر کوئی تبصرہ ہی نہیں ہوتا اس پر تبصرہ کیوں نہیں ہوتا، اس لئے کہ وہ روایت کسی کی سمجھ میں ہی نہیں آئی، علمی چیزیں محدثین، مورخین، راویوں کی سمجھ میں عام طور پر نہیں آتیں، اور جو چیز ان کی سمجھ میں نہیں آتیں وہ اسے چھوڑ دیتے ہیں، آسان آسان لے کر کتاب تیار کر لیتے ہیں، یہ ہے صحیح، یہ ہے صحیح مسلم، یہ ہے صحیح بخاری، باقی جو سمجھ میں نہیں آیا وہ سب غلط، بہت سے لوگ مجلسوں میں کہہ دیتے ہیں غلط، کیوں کہ سمجھ میں نہیں آتی، مجلس غلط جو علم سمجھ میں نہیں آتا غلط، عباس بن عبدالمطلب کی یہ بات لوگوں کی سمجھ میں نہیں آئی، وہ کہتے ہیں کہ جب محمدؐ نے کہا چچا کلمہ پڑھ لیجئے، تو چچا نے بہت پیار سے بھتیجے کو دیکھا، اور کچھ نہیں بولے بلکہ ہاتھ اٹھایا، اور بھتیجے کی طرف دیکھا، اور ایسے کیا، تو پوچھا یہ کیا اشارہ کر رہے تھے، تو کہا عرب میں یہ ایک علم تھا، اور اب بھی یہ علم ہے اور جزیرہ ٹی وی پر، اب بھی یہ ہے کہ ایک طرف تصویر آ رہی ہوتی ہے، اور ایک آ دی خبر پڑھ رہا ہوتا ہے، اور دوسری طرف ایک آ دی ہاتھ سے اشارے کرتا نظر آئے گا، عین عین انگلیوں سے بناتا ہوا نظر آتا ہے، کوئی علم ہے، یہ پڑھایا جاتا ہے ایم اے تک، یہ والا علم اور وہ والا علم کبھی کسی چورنگی کے ہوٹل پر جا کر بیٹھ جائے شام کو بہت سے گونگے جمع ہوتے ہیں، تو آپ کہیں گے کہ شاید یہ گونگوں کا علم ہے، یہ گونگوں کا علم نہیں ہے یہ



فصلوں کا علم ہے، جہاں وہ یہ سمجھ رہا ہو کہ میری بات پہنچ رہی ہے، اور کوئی دوسرا نہ سمجھے، وہ یہ چاہتا ہے، تو اب بیٹھے بیٹھے میں مشاہدے کے بغیر سمجھاؤں، پانچ آدمی بیٹھے ہیں، دو میں بات ہوگئی چار کو پتہ ہی نہیں چلا وہ چلے بھی گئے، وہ لے بھی آئے انہوں نے لے کر رکھ بھی لیا، انہیں خبر بھی نہیں کہ کیا بات ہوگئی، اب یہ باتیں کیسے ہوئی ہیں، یہ پلکوں کے ہٹنے سے ہوتا ہے، اشارہ کرنے سے ہوتا ہے، ہاتھ اور چہرے کے اشارہ کرنے سے ہوتا ہے، ایک علم ہے بھائی، یہ ایک علم ہے، آتا سب کو ہے یہ علم، اچھا سڑک کے ایک پار کوئی صاحب کھڑے ہوئے ہیں، وہ ہم کو دیکھ رہے ہیں، ہم ان کو دیکھ رہے ہیں، اب ہم چاہتے ہیں، کہ ان کو بلائیں، تو ہاتھ سے اشارہ کر رہے ہیں، تو بول کیوں نہیں رہے، تو پتہ چلا کہ ہاتھ بھی کبھی زبان بن جاتے ہیں، کیوں کہ وہاں تک آواز جائے گی نہیں، تو یہ ہاتھ بھی اشارہ بنتے ہیں، زبان بنتے ہیں، اب لوگ پریشان ہو جاتے ہیں، کہ صاحب یہ کیا؟ یہ کیا ہے، نماز میں اللہ اکبر کہتے ہوئے ہاتھ اٹھانے کی ضرورت، صرف زبان سے کام کیوں نہیں لیتے کہا السلام علیک تو یہ اشارہ کیا تو کیا اشاروں کے بغیر خطابت ہو سکتی ہے من گھنت مولا فہذا علی مولا تو یہ کیا ہے (نعرہ حیدری)! دیکھئے یہ پنکھا لگا ہے، دیکھئے یہ تصویر لگی ہے، دیکھئے یہ تختہ نام ہیں، اس کی کیا ضرورت ہے، بس یہی ہے کہ ادھر ادھر نہ دیکھئے گا، تو کبھی کبھی آواز نہیں ہوتی، صرف اشارے ہوتے ہیں، یہ اس وقت ہوتے ہیں، جب دو ہی آدمی سمجھیں، تیسرا نہ سمجھے، رسول اللہ نے سب کے سامنے کہا کہ کلمہ پڑھ لیجئے چچا نہیں چاہتا تھا کہ اوروں پر ظاہر ہو تو اس نے کہا لا الہ الا اللہ پڑھ لیا اگر ابوطالب ظاہر کر دیتے، تو اسی وقت سارا مکہ مل کر محمد کو قتل کر دیتا، وجہ کیا ہے، جیسے ہی محمدؐ نے چچا سے کہا کہ کلمہ پڑھ لیجئے، تو کہا کہ میں اپنے باپ عبدالمطلب کے دین پر مر رہا ہوں، تاکہ جو عبدالمطلب



کے دین پر اپنے کو سمجھ رہے ہیں، تو وہ یہ سمجھیں کہ ابوطالب اس دین پر جا رہے ہیں، یعنی جدید دین جو محمدؐ نے بنایا اس پر انہیں ضد ہے وہاں پہ ان کی فتح ہو رہی تھی اگر ابوطالب ان کافروں کو جاتے جاتے شکست دے جاتے تو دشمنی کا مرکز محمدؐ اسی وقت بن جاتے مرنے وقت بھی بھتیجے کو بچایا اب یہ تو کل بات ہوگی کہ عبدالمطلب کا دین کیا تھا اور فقط عبدالمطلب نہیں بلکہ ہم اور پیچھے چلتے جائیں گے، پھر ان کے والد ہاشم کا دین کیا تھا، پھر ان کے والد کا دین کیا تھا، پھر عبد مناف کا دین کیا تھا، پھر حضرت ابراہیمؑ تک جائیں گے، کہ سب کے دین تھے کیا، اور کیا سلسلہ آ رہا ہے، اور اس عشرے میں مکمل گفتگو ہوگی، موضوع ہی دس دن کا یہی ہے، تو ہم کوئی پہلو چھوڑیں گے نہیں، اس کو کیا کہتے ہیں؟ اس کو کہتے ہیں اسلام میں تقیہ، یعنی ایمان کو چھپالینا، اسلام کو چھپا لینا یہ کام اللہ نے ایجاد کیا، اپنے لئے، کیا بس ایجاد کیا، اپنے لئے بس آپ کچھ کہہ نہیں سکتے، کہ اللہ نے ایسا کیوں کیا، اور اسلام کا کوئی ایسا موزن نہیں ہے جہاں تقیہ نہ رکھا ہو، آپ کو جتنے بھی انبیاء ملیں گے، آپ کو کوئی بھی نہیں ملے گا، ایمان چھپائے بغیر اسلام چھپائے بغیر، گزر گیا ہو، اس پر بھی گفتگو ہوگی، اور جو اسلام اور ایمان چھپا کر اسلام کی خدمت کرے، اس کا رتبہ اس سے زیادہ ہوتا ہے، جو کلمہ پڑھ کر خدمت کر رہا ہو، اور اس میں سب سے بڑی مثال قرآن پاک میں، سورہ کہف ہے، اللہ کے ماننے والے، کافر بادشاہ کے یہاں ملازم تھے، لیکن دل سے اس کو نہیں مانتے تھے، دل سے اللہ کو مانتے تھے، زبان پر کلمہ نہیں آیا، اس لئے کہ کلمہ کا وجود ہی نہیں تھا، مگر اللہ نے کہا کہ یہ مسلم ہیں، اور تھے اور زندہ رکھا ہوا ہے۔ سات افراد مع کتے کے ابھی زندہ ہیں، جنہوں نے اب تک کلمہ نہیں پڑھا، (نعرہ حیدری)! اور قرآن ان کی مدح کر رہا ہے، تقیہ میں ہیں دین ظاہر نہ ہو جائے غار سے نکلے شہر میں، آ کر واپس چلے گئے، شہر میں آیا ایک



تملیخا جو تھا آیا، بھوک لگی تھی تین سو برس بعد تو سوکراٹھے تھے بھوک لگی تھی، روٹی لینے شہر گئے پتہ چلا سب بدل گیا، چہرے بدل گئے پرچم بدل گئے، بازار بدل گئے، اور جب روٹی لینے کے لئے سکہ دیا، تو انہوں نے کہا بھی کہاں سے لائے ہو دقیا نوسی سکہ، تو جب سے دقیا نوسی محاورہ ہو گیا کیوں وہ تین سو برس پہلے جو بادشاہ تھا اس کا سکہ تھا، اور اس بادشاہ کا نام تھا دقیا نوس، اور اسی کے نام پر سمندر کا نام اوقیا نوس، اس لئے کہ انطاکیہ میں واقعہ ہوا، اسی سمندر کے کنارے، اسی بادشاہ کے نام پر سمندر اب تک ہے، بحر اوقیا نوس اور یہ پرانی چیز کو کہتے ہیں دقیا نوس، اب عربی فارسی میں بدلتا رہتا ہے، ت سے ٹ بدلتا رہتا ہے، ک، گ بدلتا رہتا ہے یہ زبان کی لکٹیں، جو جس سے نکل جائیں نابنائی نے کہا سکہ کہاں سے لائے ہو، پھینک دیا نابنائی نے کہ یہ دقیا نوسی ہے، اور کہا کہ تجھے خزانہ ملا ہے کہیں سے اسے پولیس سے پکڑوا دیا کہ سونے کا سکہ لایا ہے، اسے کہیں سے خزانہ ملا ہے اس نے کہا بھائی ہم فلا نی لگی میں تو رہتے ہیں، ہمارا گھر ہے، لے کر اس کو گئے تو اس نے دروازہ کھٹکھٹایا تو اس میں سے ایک بڑھا نکلا، سو برس کا اس نے اپنا نام بتایا، کہ میرا نام تملیخا ہے، اور یہ میرا گھر ہے، اس نے کہا کہ میری چوتھی پشت پیچھے میرے دادا کا نام تملیخا تھا، تم تو جوان ہو بائیس برس کے اور چوتھی پشت کا پوتا، سو برس کا بڑھا، اللہ نے دیکھیں تقیہ میں کیسے رکھا، بادشاہ نے پیچھا کیا، اور یہ بھاگا اور جا کر غار میں سب کو بتایا کہ دنیا بدل گئی، ہم تین سو برس سوتے رہے، کلمہ اب آیا، عیسیٰ اب آئے، دین اب آیا پرچم اب لہرائے شریعت اب آئی، ان کے ملک میں کچھ بھی نہیں تھا، بغیر کلمہ پڑھے بھاگ آئے، اور ساتھیوں سے کہا کہ اب کیا ہوگا، کہا دعا کرو کہ اس غار کا دہانہ بند ہو جائے، ہم ان سے دور ہو جائیں، دنیا سے دور ہو جائیں، نہ ان سے ہمارا مطلب نہ ہمارا ان سے مطلب اللہ سے کہا کہ جیسے سو رہے



تھے، ویسے ہی ہمیں سلا دے، سوال یہ ہے کہ یہ سو رہے تھے اور اب انھیں گے کئی ہزار برس بعد، اب یہ کلمہ پڑھتے انھیں گے، یا بغیر کلمہ انھیں گے، تو کلمہ اتنی اہمیت نہیں رکھتا میرے بھائی، مسئلہ ہے کارنامہ، اصحاب کھف کا کارنامہ عظیم ہے، وہ قرآن پاک نے محفوظ کیا۔ کلمہ کی بحث نہیں تھی، آپ کا ہے کے لئے کلمہ کی بحث کر رہے ہیں، ابوطالب نے مجھ کی زندگی کو بچایا، کس طرح بچایا، اپنی ذہانت سے بچایا، چونکہ بنی ہاشم کی ذہانت کو امت نہیں پاسکتی، اس لئے گھبرا کے کہتی ہے، کہ کچھ سمجھ میں نہیں آیا، کچھ نہیں پڑھا تمہارے لئے کچھ نہیں پڑھا، ٹھیک ہے کچھ نہیں پڑھا، تمہاری سمجھ میں نہیں آتا کیا پڑھا ہماری سمجھ میں آیا ہے، کیا پڑھا، تو اجماع تو نہ ہوا، اجماع کے معنی معلوم ہیں آپ کو، دس پارٹیاں ہیں ایک بات پہ سب متفق ہو جائیں یہ کیا ہے، اجماع اور اگر اس میں سے دو ایک طرف ہو جائیں، آٹھ ایک طرف تو کہا جائے گا اختلاف ہو گیا، یہ حزب اختلاف ہے، اجماع نہیں ہوا سارے ووٹ اس بات پر نہیں ملے، کیا سب کا اجماع ہے اس بات پر کہ ابوطالب نے کلمہ نہیں پڑھا، میں حزب اختلاف گنواؤں، محدث کہہ رہا ہے، کہ کلمہ نہیں پڑھا، بخاری اور مسلم کہہ رہے ہیں نہیں پڑھا، اب ہم گنواتے ہیں، کہ کون کون کہہ رہا ہے، کہ پڑھا، محمد کہہ رہے ہیں کہ پڑھا، علی کہہ رہے ہیں کہ پڑھا، حسن کہہ رہے ہیں کہ پڑھا، حسین کہہ رہے ہیں کہ پڑھا، بارہ بیٹے ابوطالب کے کہہ رہے ہیں کہ پڑھا اور یہ پوری قوم حسین کی کہہ رہی ہے کہ پڑھا، (نعرہ صلوٰۃ) کفر پر اجماع تو نہیں ہوا، راوی اکیلا رہ گیا، آپ ذرا سوچیے تو صحیح، آپ کسی کی بات کر رہے ہیں، آپ اس کے بارے میں پوچھتے پھر رہے ہیں، کہ کہاں کہاں رہا سبیلہ میں رہا، گولیماں میں رہا، وحید آباد میں رہا، جہانگیر آباد میں رہا، ہر جگہ جا رہے ہیں کہ کہاں کہاں رہا، یہ کیسی شخصیت ہے، اور اس کے گھر جا کر نہیں پوچھ رہے، بے معنی، بے معنی



گھر پر بھی تو آ کر پوچھئے کہ کیسے تھے مرحوم، گھر والوں سے بھی تو پوچھئے، وہ چوبیس گھنٹے دیکھ رہے تھے، باہر والے تو کبھی کبھی دیکھ رہے تھے، کہ ہاں ہاں صبح کے وقت نکلے دو رکعت نماز پڑھی، اور اس کے بعد دیکھا ظہرین میں گئے، اور پڑھ کر آ گئے، مغربین میں آ گئے گھر والوں سے پوچھیں، کہ پانچ وقت کے علاوہ کتنی پڑھتے تھے، اگر گھر والوں سے نہیں پوچھیں گے تو پتہ ہی نہیں چلے گا، کہ ہزار رکعت دن بھر میں پڑھتے تھے، تو آپ نے اس کی عبادت کم کی نا، بے ایمانی کی نا، اب یہ چھپا ہوا پرچہ آ گیا، بتائیے اب کیا کریں، سنائیں آپ کو، چھپا ہوا ہے، اب نہ جانے کس قبلہ کے نام ہے، کیوں کہ چھپا ہوا ہے اس لئے ہر قبلہ کو دیا جا رہا ہوگا، قبلہ محترم السلام علیکم برائے مہربانی مجلس حسین میں دس منٹ، نماز کے لئے ہدایت کریں شکریہ، نماز پڑھئے قبل اس کے کہ آپ کی نماز پڑھائی جائے۔ شکریہ محتاج دعا، ہم دعا کرتے ہیں ان کے لئے، کہ یہ تبلیغ کر رہے ہیں، بہت بڑی بات ہے، اور ظاہر ہے کہ مرحوم کی بات ہو رہی تھی، کہ وہ کتنی پڑھتے تھے تو لوگ اگر کم کر دیں مرحوم کی تو ہم کیا کریں، گواہی کی بھی ضرورت ہوتی ہے، تو اس میں گواہی نہیں چاہئے، جب مرے، تو چالیس آدمیوں کے نام لکھے گئے، چاہے ایک نے نماز پڑھتے نہ دیکھا ہو، مگر وہاں یہی کہنا پڑے گا، کہ ہم نے اسے ہمیشہ عمل خیر کرتے دیکھا، یہ ہے حکم الہی، اور یہی گواہی سب کو پڑھنا پڑے گی، چاہے مرحوم پڑھتے ہوں یا نہ پڑھتے ہوں، لیکن سب کو ان کے جنازے کی نماز پڑھنا پڑے گی، یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کبھی نہیں پڑھی تو ہم ان کی نماز جنازہ نہیں پڑھیں گے، پہلے دین کو سمجھئے، بھی دس منٹ گھڑی کو دیکھتے رہیے گا جب دس منٹ ہو جائیں تو مجھے بتا دیجئے گا، سوال یہ ہے کہ کب آئی، کب سے شروع ہوئی، شروع میں کس کس نے پڑھیں، کس کس کی کم رہ گئیں، جن کی کم رہ گئیں انہوں نے قضائے عمری پڑھی کہ نہیں پڑھی، تو حدیث کے دفتر



کھلیں گے، کوئی چالیس برس میں ایمان لایا، کوئی پینسٹھ برس میں ایمان لایا، کوئی ساٹھ کوئی ستر برس میں لایا، اور اسلام میں آنے کے بعد کوئی پانچ برس زندہ رہا، کوئی دس برس، کوئی بارہ برس، تو چار چار برس کی پڑھیں، پینسٹھ کی پڑھیں یا نہیں پڑھیں، تو اب یہ دیکھا جائے گا، کہ سب سے زیادہ کس نے پڑھیں، پینسٹھ برس کی عمر میں اور پچھتر برس کی عمر میں مر گیا تو اس نے صرف دس برس نماز پڑھی، مگر علی دس برس کی عمر سے نماز پڑھ رہے تھے، ستر برس تک پڑھی، تو سب سے زیادہ اسلام میں نمازیں علی نے پڑھیں، (نعرہ صلوٰۃ)، اب ایسا سوال نہ کرنا، کہ دس برس کی عمر میں پڑھی، تو پہلے کیا کر رہے تھے، اگر ایسا سوال کریں گے تو گڑبڑ ہو جائے گی، دس برس کے بچے ہیں، ابھی واجب نہیں ہوئی، مگر وہ واجب ادا کر رہے ہیں جس دن آئی پہلے دن، اسی دن سے پڑھ رہے ہیں، اب نہیں معلوم کہ راوی کیا لکھے گا، اب راوی یہ بتائے کہ نماز آئی کس دن، اب راوی نے کلمہ پڑھا ہو تو بتائے، تو کون ہے راوی، ابھی تو راوی کوئی ہے ہی نہیں تو کیسے پتہ چلے کہ نماز کب آئی، پہلی وحی آنے کے بعد نماز آئی، یا پہلی وحی آنے سے پہلے آئی، جب آپ دس منٹ اس پر بولیں گے، تو یہ سارے مسائل تو پیدا ہو گئے، ان سوالوں کے جواب ہیں کسی کے پاس، صرف ہم بتا سکتے ہیں، اور کوئی نہیں بتا سکتا کہ نماز جب آئی، اس سے پہلے بھی نماز تھی، اور بنی ہاشم نماز پڑھتے تھے، اور وہی والی نماز محمد پڑھ رہے تھے، اور وہی نماز ابوطالب پڑھ رہے تھے، عبدالمطلب بھی پڑھ رہے تھے، فاطمہ بنت اسد بھی پڑھ رہی تھیں، علی بھی پڑھ رہے تھے، اب راوی کو جب نماز نظر آئی، جب سے اس نے نماز دیکھی، اسے کیا پتہ کہ نماز کیا ہوتی ہے، پہلی نماز کب دیکھی گئی، سیرت النبی، شبلی نعمانی، پرچہ مجھے آج ملا ہے، حوالے دے رہا ہوں، مطالعہ کر کے نہیں آیا ہوں، حالانکہ ہونا یہ چاہئے تھا کہ کل جواب دوں گا، حوالے دیکھ



لوں نہیں جواب تیار رکھا رہتا ہے چاہے کل روزے پر پرچہ دے دیجئے، پرسوں جہاد پر دے دیجئے گا، جس جس موضوع پہ چاہے پرچہ دے دیجئے گا اسی پر بول دوں گا، میں کوئی جیوٹی وی تو ہوں نہیں کہ انک انک کر غلط سلط جواب دے کر چلوں، ایسا نہیں ہے، وہ تو تصویر ہے پکڑے گا کون، جب آئیں گے مسجد میں تو پکڑے جائیں گے، یہاں تو روز کا معاملہ ہے، کل پھر آنا ہے پرسوں پھر آنا ہے، پوچھیں گے کب آئی، کس دن آئی، کیسے آئی، کس راستے سے آئی حدیث ہی سے راستہ بھی بتا دوں، حدیث ہے کہ نماز معراج مومن ہے کیوں لفظ معراج لگا، اس لئے کہ معراج کی شب تھنہ میں نماز ملی، تو کب ملی جب معراج سے آئے تو لائے، اب یہی بتا دیجئے کہ معراج کب ہوئی، معراج بعثت سے پہلے ہے یا بعثت کے بعد، سوال تو میں قائم کر رہا ہوں، آپ نے تو ہم کو ایک پرچہ دے دیا، ہم آپ کو دس پرچے دیں گے، لکھوا کر جواب لائیں، معراج کب ہے، بعثت سے پہلے یا بعثت کے بعد، آپ لکھوا کر لائیں گے، یہاں یہاں لیکن، ستر معراجیں ہوئی ہیں میرے سرکارِ دو عالم کو، اور ہر معراج کا حال سنا سکتا ہوں۔ آپ تو ایک میں الجھے ہوئے ہیں، ارے جو ایک بار جاسکتا ہے، وہ ہر بار جاسکتا ہے، اسے راستہ معلوم ہے، اسے راستے کیوں نہ معلوم ہوں، کہ جب علیؑ کہہ رہے ہیں منبر سلونی سے، کہ میں زمین کے راستوں سے زیادہ آسمان کے راستے جانتا ہوں، وہ تو نبی ہیں نماز لے آئے تھنہ میں، اس لئے معراج مومن بن گئی، نماز کافروں نے پہلی بار دیکھی، شبلی نعمانی نے پہلی نماز یہ لکھی، کہ تین سائے کعبہ کی طرف نظر آئے بڑھتے ہوئے، اور راوی نے لکھا، کہ محمدؐ اور ان کے پیچھے خدیجہؓ اور علیؑ، پڑھانے والے محمدؐ اور پڑھنے والے دو، ایک خاتون اور ایک بچہ، نہ اس میں کوئی بوڑھا نہ اس میں کوئی جوان، سب سے پہلے نماز کس نے پڑھی، ایک بچے نے اور ایک عورت نے، یہ ہے



اسلام کی پہلی جماعت، کتنی مختصر سی جماعت ہے، اس جماعت کے بانی کون لوگ ہیں، آج کروڑوں جماعتیں ہو رہی ہیں، جب آپ یہ کہہ رہے ہیں، کہ جو ثواب جاری کرتے ہیں، تو جب تک ثواب جاری رہے گا، تو اس کو ملے گا جو بانی ہے اور جو غلط بات ایجاد کرے، اس کا عذاب اس کو ملتا رہے گا، تو کروڑوں جماعتیں ہو جائیں، تو اس کا ثواب یا خدیتہ کو ملے گا، یا علی کو ملے گا، (نعرہ حیدری) پہلی جماعت، پر راوی کو تھوڑی سی شوخی سوجھی، بغیر اس کے روایت پوری نہیں ہوتی، ہاں مگر محمدؐ کھڑے ہوئے تھے کبھی جھکتے تھے، کبھی جگدے میں جاتے تھے خدمتِ نبویؐ بھی وہی کر رہی تھیں، اور علیؑ بھی وہی کر رہے تھے، ایسے میں مورخ کی نظر پڑی، کہ پچیس تیس قدم آگے، ابوطالب تلوار لئے ٹہل رہے تھے، اب یہ پہلی نماز بتا رہے ہیں شبلی نعمانی، کہ ایسے میں تیس برس کا جوان بیٹا جعفرؑ یا بابا کی طرف، تو کہا جعفرؑ، دیکھو یہ کیا کر رہے ہیں تمہارے چچا زاد بھائی اور یہ تمہارا چھوٹا بھائی کیا کر رہا ہے، جاؤ ان کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ، جماعت بڑی ہو گئی، جعفرؑ بھی شامل ہو گئے، اچھا منظر تھا دکھا دیا، بات ختم ہو گئی، مگر ابوطالبؑ نے نہ پڑھی، یہ کیا بھی، اس کے لکھنے کی کیا ضرورت تھی، الصلوٰۃ یعنی، نماز قائم کرو، پہلے قائم ہوگی پھر پڑھی جائے گی، ابوطالبؑ قائم کر رہے تھے، جاؤ، نماز قائم کرنے والے ابوطالبؑ جب آپ زیارت حسینؑ پڑھتے ہیں تو کیا پڑھتے ہیں، ہم آپ کو سلام کرتے ہیں، کہ آپ نے نماز کو قائم کیا، حسینؑ نے نماز کو قائم کیا، پڑھنے اور قائم کرنے میں فرق ہے، قائم کر دیا، یعنی نصب کر دیا، ہلا نہیں سکتا کوئی، پڑھتے تو سب مسلمان ہیں، اور پڑھ پڑھ کر بھاگ لیتے ہیں، یہ بھی نہیں پتہ کہ کیسی پڑھی خشوع خضوع تھا، کہ نہیں جگہ کیسی تھی جلدی جلدی پڑھی، کنجی کھو گئی تھی نماز میں یاد آ گئی، پڑھ دی بس پڑھ دی، اور یہاں معصوم کی نماز کا یہ عالم ہے کہ ہم گواہی دیتے ہیں، کہ آپ نے نماز کو قائم کیا۔ ابوطالبؑ پر



اعتراض کر دیا، تنقید کی تو مسلمانوں کو پرانی عادت ہے۔ جب سورہ نساء کی یہ آیت نازل ہوئی، کہ اے حبیب! اے رسول! میدانِ جہاد جب ہو، لڑ رہے ہو، اور عالم خوف ہو، نماز کا وقت آجائے، تو لشکر و حصوں میں بانٹے، آدھا لشکر دشمن سے لڑتا رہے، آدھا نماز پڑھتا رہے، جو لڑ رہا ہے نمازیوں کی حفاظت کرے، جب وہ پڑھ لیں تو یہ پڑھیں۔ کل لشکر اسلام کا ابتدا میں کتنا ہے، محمدؐ، خدیجہؓ، علیؓ، جعفرؓ، ابوطالبؓ، جب اللہ نے دو حصوں میں بانٹا تو آدھا لشکر عبادت کرے، آدھا حفاظت کرے، ابوطالبؓ آدھا لشکر تھے۔ آیت بعد میں آئی، ابوطالبؓ نے عمل پہلے کیا، ٹہل رہے ہیں، نماز ہو رہی ہے۔ اسلام کی پہلی نماز، قائم بھی کر رہے ہیں، اور محافظ بھی ہیں نماز کے ابوطالبؓ، کس کی نماز کی حفاظت ہو رہی ہے، محمدؐ کی نماز کی حفاظت کر رہے ہیں ابوطالبؓ، اللہ اکبر! پہلی نماز جماعت کے محافظ ابوطالبؓ کون سے فضائل ہیں جو ابوطالبؓ میں نہیں ہیں۔ اسلام دھیرے دھیرے بنا، نماز آئی پھر روزہ آیا، روزہ کب آیا معلوم ہے؟ نماز تو آگنی معراج میں، اور روزہ خوب دیکھئے ہم کو حیرت سے، آنکھیں پھاڑ پھاڑ کے دیکھئے، نہ سینے ہماری مجلس، یہی ہوگا، منہ دیکھتے رہیں گے، اسی لیے کہتا ہوں پابندی سے سنا کریں، علم کم ہو رہا ہے، اس لیے ڈھونڈ ڈھونڈ کے پہنچئے۔ پوچھوں روزہ کب آیا، دو ہجری میں آیا، کب آیا حسن کی ولادت کے بعد آیا۔ پہلا امام آیا نماز لایا دوسرا امام آیا روزہ لایا۔ دو ہجری میں روزہ واجب ہوا۔ اب اسی طرح پوچھتا جاؤں، زکوٰۃ کا حکم کب آیا، خمس کا حکم کب آیا، الگ الگ، ایک دم سے سارے فروغ نہیں آ گئے۔ بنتے گئے بنتے گئے تو کتنے برس میں بنیں گے، تیس برس میں کل شریعت بنے گی۔ اس تیس برس سے پہلے ابوطالبؓ شریعت کے ہر زکن پر عمل کر چکے۔ آپؐ کی بات کر رہے ہیں، کلمہ کب آیا۔ جب کلمہ آیا ابوطالبؓ اُس سے پہلے کلمہ جانتے تھے، آپؐ پوچھیں



گے، یہ کیسے تو سن لیجئے، آپ کے ہاں دستور ہے، بچہ پیدا ہوا، اب اس کی کچھ ابتدائی رسومات ہیں وہ کرنا پڑتی ہیں، کارڈ چھپا، کیا ہے بھی کہا عقیقہ ہے میرے بچے کا پہلو بھی کا ہو، منتوں سے ہو دور نہ عام طور سے کون کرتا ہے۔ عقیقہ ہے، آگئے سب، شریک ہو گئے۔ سب نے سو سو روپے دے دیئے، تحفے کھلونے آگئے۔ رسیں تو بہت سی ہیں مگر اب ختم کر دی گئی ہیں ایک دو باقی ہیں، اب جو باقی ہیں اُن میں کیا بسم اللہ بھی ہے، اب مولوی صاحب بسم اللہ پڑھائیں گے بچے کو، اس کے بعد یعنی بسم اللہ کے بعد مسلمان ہوں گے، ابھی تک نہیں ہیں اور ضروری بھی نہیں کہ کوئی بڑا جشن ہو، پھر یہ ہے، پھر یہ ہے پھر فارغ ہو گئے پھر خود ہی اپنا جشن کر لینا ولیمہ کر لینا ان سارے جشنوں میں جب بچہ ہے کہیں یہ نہیں ہوا کہ آپ میرے گھر آئیے گا، کارڈ چھپے ہوں، کہ میرا بچہ کلمہ پڑھے گا، کلمہ پڑھوائی پر جشن کی کیا ضرورت ہے یہ آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں، ابا بھی مسلمان اماں بھی مسلمان، جہاں پر ماں باپ، پورا خاندان مسلمان ہو وہاں پر بچے کو کلمہ پڑھوانے کا کارڈ نہیں ہوتا، تو محمد کو کلمہ کی ضرورت نہیں ہے، کہ محمدؐ نے کب پڑھا، چچا بھی مسلمان چچی بھی مسلمان، پورا خاندان مسلمان آپ کہیں گے کہ بہت جلدی آپ نے دلیل دے دی، کیوں، آپ کا بچہ تو مسلمان گھر انے میں پیدا ہوا، اور محمدؐ، مسلمان گھر انے میں نہیں پیدا ہوئے، واہ بھائی آپ کا بچہ تو بہتر ہو گیا محمدؐ سے (معاذ اللہ) عجیب بچہ ہے آپ کا، ابا بھی مسلمان، اماں بھی مسلمان، بڑے پکے مسلمان، اور محمدؐ جہاں پیدا ہوئے، اور اسلام لے کر آئے، آپ معاذ اللہ محمدؐ سے افضل ہو گئے، آپ کا بچہ افضل ہو گیا، کہنا پڑے گا کہ محمدؐ مسلم گھر انے میں پیدا ہوئے گھر میں، اسلام میں پیدا ہوئے، ایک بھی کافر نہیں تھا، کفر کی چھاؤں میں اسلام نہیں آیا، نبی ہمیشہ اس گود میں پلتا ہے جو ایمان کی گود ہوتی ہے (صلوٰۃ) ابوطالبؑ پر نگشتو آٹھ



دن کریں گے، صرف یہی نہیں، کہ نماز قائم کی، پورا قرآن پڑھ لیجئے، کہاں سے شروع ہو رہا ہے، لاریب فی، شک نہیں، یقین کے ساتھ، زکوٰۃ دو، نماز قائم کرو، جہاں سے قرآن شروع ہو رہا ہے، وہاں سے ابوطالب کی زندگی شروع ہو رہی ہے، اسلام آنے سے پہلے، الف لام میم سے شروع ہو رہے ہیں ابوطالب، قرآن بھی الف لام میم سے شروع ہو رہا ہے، ابوطالب کی زندگی بھی الف لام میم، سے شروع ہو رہی ہے، اپنا نکاح پڑھا تو کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَلَمَّ مُحَمَّدًا نکاح پڑھا، تو کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَلَمَّ اَلَمَّ چل رہا ہے، اور اس کے بعد کی آیات، کہ روزے بھی رکھ رہے ہیں، نماز بھی پڑھ رہے ہیں، زکوٰۃ بھی دے رہے ہیں، یہ کل ہم ثابت کریں گے، یاد رکھئے نماز ہو، روزہ ہو، زکوٰۃ ہو، غمّس ہو، جہاد ہو، کوئی بھی فروع دین کا رکن ہو اگر آپ اس کو تقریر بنا کر سنائیں گے، تو اس کا کوئی فائدہ نہیں، شخصیت دکھا دکھا کے بتائیں، تاکہ محبت پیدا ہو، اور محبت اُسی وقت پیدا ہوتی ہے، جب شخصیت سامنے ہو، آپ بتاتے رہے، کہ روزہ کیا ہے، تو بھکتے رہیں گے، لوگ بتاتے رہیں گے، کہ آدم نے گے ہوں کھالیا تھا، پیٹ میں رہ گیا تھا، اس لئے روزہ واجب ہوا، نہ نماز پڑھی آدم نے، نہ کلمہ پڑھا، آتے ہی روزے ان کے اوپر پڑ گئے، ایک تو اس غلط فہمی کو دور کر لیں، جو نماز کا موضوع رکھنا چاہتے ہیں، کہ لفظ نماز اور لفظ روزہ دونوں فارسی ہیں، قرآن میں نہیں ہے، یہ آپ نے سنا ہوگا، کہ یہ عزاداری قرآن میں دکھائیے، یہ علم قرآن میں دکھائیے، یہ مجلس قرآن میں دکھائیے، نماز قرآن میں دکھائیے، نہیں ہے قرآن میں، کیا آیا ہے، الصلوٰۃ، اس کے معنی نماز، یہ کیوں، لفظ کیوں بدلا، اپنی مرضی کا دین چاہتے ہیں، کہاں جا رہے ہیں، نماز پڑھنے، یہ فارسی کیوں بول رہے ہیں آپ، روزہ یہ بھی فارسی، قرآن میں روزہ کو کیا کہتے ہیں صوم، معلوم سب ہے، بدعت ہو رہی ہے، کہ نہیں غلط عادت پڑ جائے،



یہی ہے بدعت، اب غلط عادت پڑ گئی سارے فرقے، نماز روزہ، نماز روزہ، لفظ غلط بولے جا رہے ہیں، اب نماز کے کیا معنی، نماز ہے آتش پرستوں کی عبادت کا نام، وہ کہتے ہیں، اپنی عبادت کو نماز، یہ دو لفظ مل کر بنے ہیں غم اور آرزو، آرزو کہتے ہیں آگ کو، غم کہتے ہیں رونے کو، کہ وہ آتش پرست، آگ کے شعلوں کے سامنے بیٹھ کر روتے ہیں، یعنی، وہ آنسو سے آگ کو بجھا رہے ہیں، مفہوم یہ کہ گناہوں کی آگ کو بجھا رہے ہیں، آتش جہنم کو بجھا رہے ہیں، تو یہ بھی نہ بولا کیجئے نماز، اس لئے کہ اس میں رونے پیٹنے کا ذکر ہے، غم رونا، کہیں اور سنا ہے، غم کا لفظ رونے کے علاوہ، یاد دلاؤں، بھی یہ کپڑا غم ہے، شب، غم، بھیگی رات، غم آرزو، آگ کو بجھا رہے ہیں، تو آنسو پہلے ہیں نماز میں تو میں سمجھتا ہوں، کہ صلوٰۃ بولا کریں فارسی چھوڑیں، صلوٰۃ کہا کریں، پرچے نکلے، کہ آپ لوگ السلام علیکم کہا کیجئے، یہ آداب عرض کیا ہوتا ہے، یہ آداب عرض کیا ہے، آداب کیا ہے، حالانکہ ہے عربی، مگر فارسی ہے، تہذیب ایران کی ہے، ایک بہت اچھا لفظ تھا، خدا حافظ، خدا فارسی حافظ عربی، اتنی دشمنی ایران سے، کہ سب فی دی کے پابند ہیں، کہ جس کو دیکھئے، اچھا بھی اللہ حافظ، یہ کونسا فیشن ہے، یہ خدا حافظ کی جگہ، یہ اللہ حافظ کیوں آیا، اس لئے کہ خدا فارسی کا لفظ ہے، اس کو بناؤ، اگر تم نے اللہ حافظ رکھا ہے خدا حافظ ہٹا کے، تو پھر نماز کر صلوٰۃ رکھئے، روزہ ہٹا کے صوم، اور ٹی وی یہ بد لے اسے ہٹنا چاہئے یا جو چیزیں جیسے ہیں، تہذیبی انہیں رہنے دیا جائے، ضد نہ کی جائے ہر ایک کو یہ معلوم ہی نہیں، سب یہ سمجھتے ہیں کہ قرآن میں نماز ہے، صرف تین وقت، پانچ وقت کی نہیں ہے تین وقت پڑھتے، پانچ یہ کیوں ہوا اس لئے کہ حکم آیاتین کا، سنایا پانچ نے، اس لئے ہم نے تین کو پانچ بنا لیا، برکت کے لئے (نعرہ صلوٰۃ) تو بغیر پنجتن کے نماز سمجھ میں نہیں آتی، پنجتن نے نماز سمجھائی ہے، اگر الگ سے نماز لائیں گے، تو کبھی



سمجھ میں نہیں آئے گی قرآن میں اب وقت تین ہیں، پڑھتے پانچ ہیں، جتنا قرآن نے کہا ہے اتنا کیجئے، یہ کیا ہوا، کہ تین قرآن نے کہا اور آپ نے پڑھیں پانچ، کسی نے کہا، کہ پتہ چلا کہ قرآن کافی نہیں، اس لئے کہ قرآن کے ساتھ کوئی اور ہے، اس کا بھی حکم چلے گا، اب قرآن یہ نہیں بتا رہا کہ کیسے پڑھو، کہ پہلی رکعت میں سورہ الحمد پڑھے، اس کے بعد کون سا سورہ پڑھے، قرآن نہیں بتا رہا ہے دوسری رکعت میں کیا پڑھنا ہے، رکوع میں کیا کہنا ہے، سجدے میں کیا کہنا ہے، قیام میں تشہد میں، کہیں قرآن میں ترتیب سے نماز لکھی ہوئی نہیں ہے، اب جس نے بتایا وہ قرآن کے ساتھ ہے، اس لئے کہ دو چیزیں ساتھ چل رہی ہیں، قرآن کافی نہیں ہے، قرآن کچھ بتائے گا، تفسیر کوئی اور کرے گا، جب عمل سمجھ میں آئے گا، قرآن اور اہل بیتؑ، روزہ کا حکم آ گیا قرآن میں، کیسے رکھیں، کیا طریقہ ہے، اور جو رکھ کر بتائے گا اس کے روزوں کو، ہم محفوظ کر لیں گے قرآن میں، اور اس کا نام ہے سورہ دہر، اور جو روزہ رکھیں گے اس میں نبیؐ شامل نہیں ہونگے، فاطمہؑ، علیؑ، حسنؑ و حسینؑ اور گھر کی ایک کینزہؑ روزے رکھیں گے، اور فروغ دین میں ہم اس کو بھی شامل کر لیتے ہیں جو اس گھر کی غلامی کرے، یہ سب روزہ رکھیں گے جو اس گھر کی غلامی کرے اس کا عمل بھی کبھی کبھی قابل تقلید ہو جاتا ہے، تو کر بلا کی نماز، کیا کہنا حبیبؑ، زہیرؑ اب آدھا لشکر تو مشکل تھا نا، بس تین آگے کھڑے ہو گئے حسینؑ نماز پڑھ رہے ہیں، تین صحابیؓ زہیرؑ، حبیبؑ، سعیدؑ سامنے کھڑے ہو گئے، ادھر حسینؑ نے سلام پھیرا، ادھر سعیدؑ گر گئے، پیشانی پہ تیر لگا، حسینؑ نماز ختم کر کے صحابی کے لاشے پر پہنچے، سر کو اٹھا کر زانو پہ رکھا، یہ ہیں وہ جو نماز کو قائم کر گئے، اب آپ سوچئے، کیا نمازیں ہیں وہ جو پلکوں سے پڑھی گئیں، یہ تو حکم ہے نا، کہ آدمی بستر مرگ پر بھی ہو، جب بھی نماز پڑھے، تو یہ تو قیدی ہیں، ہاتھوں میں جھکڑیاں ہیں، پاؤں



میں بیڑیاں ہیں، گلے میں خاردار طوق ہے، یہ نمازیں کیسی ہیں سید سجادؑ کی، کیا نمازیں ہیں، وہ جو پلکوں سے پڑھی گئیں، جو اشاروں سے پڑھی گئیں، ایسی پڑھیں کہ زین العابدین بن گئے اللہ کی نظر میں سید الساجدین بن گئے، سجدہ کرنے والوں کے سردار بن گئے، اور ان بیبیوں کا کیا کہنا، کہ جن کے ہاتھ بندھے ہیں اور ناقوں پر بیٹھی ہیں، اور نماز پڑھ رہی ہیں، اور جناب زینبؑ کی نماز یہ رونے کا مقام ہے، کہ حسینؑ جب بہن سے مل کر چلنے لگے، کہ بہن زینبؑ بھائی کو نماز شب میں بھول نہ جانا، اب دیکھئے نماز شب کی جو کتنا میں چھپتی ہیں، اس میں پہلے امام حسینؑ کا یہ قول لکھا ہوا ہوتا ہے، کہ زینبؑ سے کہا گیا کہ حسینؑ کو نماز شب میں یاد رکھنا، کیا ہے نماز شب، کیا ثواب ہے، اللہ اکبر، زینبؑ نے نماز نہیں چھوڑی، اللہ اکبر، تقریر کے آخری جملے ادا کر رہا ہوں، دیکھ رہے ہیں سید سجادؑ، کہ قید خانے میں پھوپھی کھڑی ہو جاتی ہیں، اور نماز پڑھتی ہیں، اور بچپن سے سید سجادؑ نے دیکھا تھا، کہ پھوپھی نماز پڑھتی ہیں کھڑے ہو کر، دیکھا کہ اب ایک دن جناب زینبؑ بیٹھ کر نماز پڑھ رہی ہیں، دیکھتے رہے تھکڑیاں بیڑیاں سنبھال کر پھوپھی کے پاس پہنچے، اور کہا پھوپھی اماں میں نے آپ کو کبھی بیٹھ کر نماز پڑھتے نہیں دیکھا، کہا بیٹا کیا کروں کہ اتنا کم کھانا پانی آتا ہے، کہ اپنے حصے کا بچوں کو کھلا دیتی ہوں، بیٹا اب کھڑے ہونے کی طاقت نہیں، بیٹا اپنے مقام پر بیٹھ کر اللہ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوں، بیٹھ ہی کر اللہ کو یاد کر لیتی ہوں۔





تیسری مجلس

خاموشیِ ابوطالبؑ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تمام تعریفیں اللہ کے لئے درود و سلام محمدؐ و آلِ محمدؐ کے لئے

الوداعی عشرے کی تیسری تقریر آپ حضرات سماعت فرما رہے ہیں، قصرِ مستب میں موضوع ہے ”عظمتِ ابوطالبؑ“ ایک نام، جو زبان پر آتے ہی ایک کیف محسوس ہوتا ہے، اور ایک ایسی کیفیت ہے اس ذکر میں، اور ایک ایسے مقام پر ہیں، کہ جہاں نبوتیں بنی اسرائیل کی تمام ہو رہی تھیں، اور ابوطالبؑ، ایک لاکھ انبیاء کی وراثت کو لئے بیٹھے ہوئے تھے، اور اب آخری نبوت آنے والی تھی، جس کی سرپرستی انہیں کرنا تھی، بات ضد کی ہے، وہ بھی چند مورخین کی، جو لکھ کر چلے گئے، اور اپنے لئے عذابِ مول لے گئے، پھر ہم یہ بھی سوچتے ہیں کہ اگر وہ یہ نہ لکھتے، تو اس شان سے ہم ان کا ذکر کیسے کرتے، ہو سکتا ہے کہ ابوطالبؑ موضوع ہی نہ بننے، اور ضرورت بھی نہ تھی، کہ حضورؐ کی آمد کے بعد، ان کے اجداد کا ذکر ہوتا، مگر چچا کا ذکر کیوں ہوتا، لیکن اس طرح ابوطالبؑ، عالمِ اسلام کا ایک موضوع بن گئے، اور اس موضوع بننے سے یہ ہوا، کہ ابوطالبؑ کی وجہ سے تمام انبیاء کا ذکر موضوع بن گیا، جو لوگ یہ مانتے ہیں کہ نبوت کا تسلسلِ آدم سے ہے، اور اچانک بیچ میں سرکارِ دو عالمؐ نبی نہیں بن گئے، کوشش یہی کی



تاریخ نے، کہ عیسیٰ پر نبوت ختم ہوئی بنی اسرائیل کی، تو اب عرب میں ظاہر ہے کوئی نبی ہمیں نظر نہیں آتا، حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل کے بعد، اور حضرت اسماعیل کے بھی چار پانچ ہزار برس کے بعد، سرکارِ دو عالم کا ظہور ہوا تو عرب میں کوئی نبی نہیں ہے، تو ایسا نہیں ہے جب تک مورخین تحقیق نہ کریں، ایک طرف تو آپ یہ کہتے ہیں، کہ ایک لاکھ، یہ کوئی مختصری گنتی تو ہے نہیں، پھر آپ نے اضافہ کر دیا، کہ چوبیس ہزار اور ہو گئے، ایک لاکھ کیا کم تھا کہ چوبیس ہزار اور، اب نام گنانے کا وقت آیا، تو پھر قرآن میں تو بہت ہی مختصر نام آئے ہیں، تاریخ میں اگر ڈھونڈا، تو بہت بڑھا چڑھا کر تیس پینتیس نام، اور اگر اسرائیلی یہودی روایتوں سے تلاش کیا، انجیل زبور توریت کی تفاسیر، اسرائیلیات جو ان کی تاریخ کہلاتی ہے، تو بہت ڈھونڈ ڈھونڈ کر پچاس پچپن، تو کسی طرح ہزار ہی ہو جائیں، وہ ہزار بھی نہیں بن رہے، اور یہ بھی اصرار ہے مسلمانوں کا، کہ ہم کسی غیر عرب کو نبی نہیں مانیں گے، یہ عرب کا تعصب ہے، اگر آپ یہ کہہ دیں، کہ بھئی عجم پڑوس تھا آپ کے، کہا نہیں صاحب ہم کسی ایرانی کو نبی نہیں مانیں گے، اچھا حبش میں کالوں میں، نہیں صاحب ہم کوئی نبی نہیں مانیں گے، چلیں صاحب وہ بھی ختم ہو گیا ارے قریب میں ایک ملک ہے ہندوستان کا، اجی چھوڑیئے وہ کافر بت پرست، وہاں کہاں نبی، جب آپ نے یہ سب کہہ دیا، تو لوگ کھڑے ہو گئے، کہ ایسی بھی کوئی زمین ہے، جس پر نبی نہ آیا ہو، تو پھر ان کو ہدایت کون کرتا، اللہ نے کوئی نبی ہی نہیں بھیجا، اس لئے وہ سب گمراہ رہ گئے، تو بس اب عرب ہی عرب ہے، اب عرب پر آجائیے، تو عرب میں کل تین نبی آئے، حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل اور سرکارِ دو عالم، تو ایک لاکھ کہاں گئے، کہاں آئے تھے کہاں اترے تھے، کیا مسئلہ ہے، اب ظاہر ہے، تنگ نظر موزخ بچا بچا کیلکھتا ہے، اس کو پتہ ہے، کہ کیا لکھتا ہے، اور کیا نہیں لکھتا،



وہ یونیورسٹی آکسفورڈ ہے، کیمبرج ہے، یہ پرنسٹن یونیورسٹی ہے یہاں مسلسل، ہارورڈ یونیورسٹی ہے یوسٹن میں یہاں ہر آن تحقیق کا کام ہوتا رہتا ہے، اور تعصب سے پاک کہ کون ناراض ہوگا، کون خوش ہوگا، ہمیں صحیح بات لکھنی ہے، جو بھی تلاش کریں گے، لکھیں گے، چلتے جائیے آپ، کسی بھی کتب خانہ پر انگلینڈ میں، امریکہ میں، تو ہزاروں کتابیں مل جائیں گی، ہزاروں موضوعات پر، تو جب آپ وہاں تلاش کریں گے، تو وہ صاف بات کہیں گے، کہ بھئی جو انبیاء کا خطہ ہے، وہ عرب نہیں ہے، اصل خطہ انبیاء کا جو ہے وہ عراق ہے، اس وقت تاریخ میں عراق کتنا اہم ہے، بہت قدیم زمانے سے عراق کو بڑی اہمیت حاصل ہے عراق آج چھوٹا سا ہے، جب ملکوں کی تقسیم نہیں ہوئی تھی، تو اس میں اردن بھی شامل تھا، کویت بھی شامل تھا، اور عراق کا کچھ حصہ، مثلاً مدائن، ایران میں شامل تھا، ملکوں کے نقشے کافی تبدیل ہو گئے ہزاروں برس میں، مگر عراق مرکز ہے، آپ دیکھ لیں زبور، انجیل اور کتابیں دیکھ لیں دریائے فرات اور دجلہ کا ذکر، دس ہزار سال پرانی کتابوں میں بھی ملے گا، عرب کے دریاؤں پہاڑوں کا ذکر، چشموں کا ذکر آپ کو نہیں ملے گا، لیکن عراق کے یہ دو دریا، انجیل میں بھی مشہور ہیں تو ریت میں، اور زبور میں بھی مشہور ہیں، کوئی نبی ایسا نہیں ہے، جس کے ساتھ فرات کا ذکر نہ ہو، اس سے آپ قدامت دیکھیں، ابھی آپ نے دیکھا ہوگا، اخبارات کے مضامین میں آ رہا ہے، کہ ابھی بغداد کا عجائب گھر لوٹا گیا ہے، ہزاروں برس کے جو نوادرات تھے، الزام تو آ رہا ہے عراقیوں پر، کہ انہوں نے لوٹا، مگر اس وقت کی رپورٹ یہ ہے، کہ نوادرات پیرس میں بک چکے، اس کے معنی ہیں، کہ وہ لوٹا یا گیا، اور ان چیزوں کو کہیں اور پہنچنا تھا ہر عجائب گھر جو اٹا شہ ہوتا ہے وہ اس کے نوادرات ہوتے ہیں، سب سے قدیم تہذیب وادی نیوا ہے، آشوریوں کی تہذیب ہے، عراقیوں کی تہذیب ہے،



جہاں حضرت ابراہیم پیدا ہوئے، اور ڈاکٹر براؤن، جو سربراہ تھے، لندن یونیورسٹی کے آثار قدیمہ کے، ان کی نگرانی میں عراق میں کھدائیاں ہوئی تھیں، جب بابل اور نینوا کی کھدائیوں میں، اندر سے محل، اور شہر برآمد ہوئے، جیسا کہ آپ کے ملک میں، موئن جو دڑو اور ہڑپہ ہے، سندھ کی کھدائیاں ہوئیں، اور بھی بہت سے ملکوں کی، تو اندر سے ایک تہذیب برآمد ہوئی، تو اس تہذیب میں، جب نمرود کا محل برآمد ہوا، کھدائی کے بعد، اور اس کے آثار موجود ہیں، تو اس میں سے جو کتبے نکلے، وہ بھی بغداد کے اس عجائب گھر میں رکھے تھے، اب نہ جانے وہ کہاں پہنچے، بہر حال نوادرات کسی نہ کسی صورت میں باقی رہتے ہیں، تو اس میں ایک قبر کا کتبہ، جو ڈاکٹر براؤن نے پڑھا، جو عبرانی زبان میں تھا، اور یہ تحریریں پڑھی جاتی ہیں، جو پتھروں پہ لکھی ہوتی ہیں، تو اس کا مخصوص عملہ ہوتا ہے، تحقیق ہوتی ہے، تحریر سے تحریر کو ملایا جاتا ہے، پھر پڑھا جاتا ہے، ایک الگ بہت بڑا شعبہ، اگر اس پر تقریر کروں، تو یہ الگ موضوع ہے اسی پر تقریر ہو جائے، میں سات قبریں نکلیں، ان قبروں پر بہت بڑا کتبہ لگا ہوا تھا جس پر لکھا تھا، کہ اے آنے والے دور کے انسانو! تم فیصلہ کرنا، کہ ہماری خطا کیا تھی، اور ہم تمہیں اپنا واقعہ لکھ دیتے ہیں، کہ نمرود کا جو محل تعمیر ہو رہا تھا، ہم اس کے نگر اس تھے اور جب اس نے محل کے تین بلند مینار تعمیر کرنے کا حکم دیا تو ہم اس کے محل کے تین میناروں کو تعمیر کرنے میں مصروف تھے، وہ مینار بلند ہوئے اور صبح ہوئی تو نمرود خود اسے دیکھنے کے لئے آیا، تو وہاں تین کی جگہ پانچ مینار بنے ہوئے تھے، نمرود نے ہمیں سزا دینے کے لئے، کہ تین مینار کہے گئے تھے، یہ پانچ کیوں بنے، اس جرم میں نمرود نے ہمیں قتل کروا دیا، اور یہ ہماری قبریں ہیں، اور جب پھانسی کا حکم ہو چکا، تو یہ تحریر لکھوا کر کسی کے سپرد کر دی، کہ یہ ہماری قبروں پر لگا دینا، اور آنے والے صدی کے انسانوں سے، انہوں نے یہ درخواست کی، کہ تم



انصاف کرنا کہ ہماری کیا خطا تھی، ان کی پوری تلاش کی گئی، کہ یہ کون لوگ تھے، یہ نمرود کو خدا نہیں مان رہے تھے، ان کے عقائد کیا تھے، جب انہوں نے پانچ مینار بلند دیکھے، تو اس میں کیا راز ہے، انہوں نے تحقیق کی، اور وہ راز کھلتے چلے گئے، انہوں نے خواب دیکھا، خواب سے سب کچھ پتہ چلتا گیا، اور کوئی خواب میں آیا، انہوں نے بتایا، کہ یہ پانچ جن کی یاد میں یہ مینار بلند ہو گئے، اس جگہ آنے والی صدیوں میں، یہ پانچ ظہور کریں گے اور ان پانچ کے نام یہ ہیں اور تم، پختن کی محبت میں مر رہے ہو، اور وہ پختن کے نام بھی جان چکے، اور بغداد کے عجائب گھر میں وہ تختی رکھی ہوئی ہے، ڈاکٹر براؤن نے تحقیق کی، اس کا عکس، اس کی تصویر میرے پاس ہے، اگر وہ لٹ بھی گئی ہے، تو پروا نہیں اسی زمانے کا، سن اٹھارہ سو کا، چھپا ہوا کاغذ میرے پاس موجود ہے، تو سوال یہ ہے، عراق تہذیب کا مرکز تھا، اور وہاں کے بسنے والے، صاحبان علم تھے، عوام نہیں جو علم کی طرف سفر کر رہے تھے، ان کو یہ بتا دیا جاتا تھا کہ یہ سرزمین، کس کے لئے بنائی گئی ہے، کہ ابراہیم کا وہاں پیدا ہونا، اور ہجرت کر کے وہاں سے چلے جانا، ظاہر ہے یہاں سے جستجو شروع ہو گئی، اور پڑھے لکھے لوگوں نے تلاش کی، کہ ابراہیم نے اپنے بیٹے کا نام اسماعیل کیوں رکھا، اور اسی سے ملتا جلتا نام، باب ایل، تو یہ ایل کا لفظ جو تھا یہ استعمال ہوتا تھا، شہروں میں آدمیوں کے ناموں میں، باب ایل، یہ لفظ ایل، اسماء، ایل تو یہ لفظ ہے ایل، اور ایل کا مخفف ایل، اس ایل، میں نے بیٹے کا نام رکھا، علی کے ناموں میں سے ایک نام، باب ایل ایل کا دروازہ، باب علی، پتہ چل رہا ہے کہ ایل کیا ہے، عیسیٰ نے بھی پکارا ایل ایل، یہ ایل عبرانی ہے، جب عربی میں آیا تو علی بنا، (نعرہ صلوٰۃ نعرہ حیدری) اب یہ سب دیکھتے جائے اسرائیل، جبریل، عزرائیل، یہ ساری طاقتیں ہیں ایل کی، جبر کے معنی قوت جبریل، علی کی طاقت (نعرہ حیدری) لوگ غصہ کریں کہ ساری



طاقتیں علی پر چل رہی ہیں، تو بھی علی اللہ کا نام ہے، جب تک علی پیدا نہیں ہو گئے، اللہ ہی علی رہے گا، اس میں کیا پریشانی ہے، اللہ کی حمد مانئے، جب علی پیدا ہو گئے، تو لوگوں نے، اللہ کو علی کہنا چھوڑ دیا، تو ہم کیا کریں (نعرہ حیدری!) اللہ کے ناموں میں سے ایک نام علی ہے، اگر آپ کہتے رہتے اللہ کو علی، تو یہ جھگڑے نہ ہو رہے ہوتے، اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے، صرف اس نام پر آ کر تعصب ہو جاتا ہے، ورنہ بہت سے نام اللہ کے ہیں، جس میں آپ اوروں کو بھی پکار رہے ہیں، وہاں کسی قسم کا کوئی تعصب نہیں ہے، سارے اللہ کے نام پڑھتے چلے جائیے، اور میں پڑھے دیتا ہوں، یا وکیل یا وکیل یا وکیل، یا عالم یا عالم یا عالم، اب جس کو عمامہ میں دیکھا، یہ عالم ہے، اللہ عالم ہے، مت کہیے شرک ہو جائے گا، جسے کالے کوٹ میں دیکھا یہ وکیل صاحب، یہ اللہ کا نام ہے، مت کسی کو وکیل کہئے، نوے فیصد نام، آپ نے اللہ کے رکھے ہوئے ہیں، آپ پکار رہے ہیں، کہیں شرک نہیں ہو رہا ہے، اب یہاں پر تعصبات ذہن انسان کو زنگ آلودہ کر دیتے ہیں، اور علم جو ہے وہ زنگ کو کھرچتا ہے، اس لئے انبیاء ہمیشہ علم پر زور دیتے تھے، کہ ایام جاہلیت کے زنگ آلودہ دماغ، قلعی کر کے چپکائے جائیں۔ یہ انبیاء کا کام تھا، کہ ذہنوں کو علم زدہ کرو، علم پہنچاؤ، یہ علم کا سلسلہ تھا، انہیں جہل سے ہٹاؤ، اور یہی انبیاء کا سلسلہ تھا، پتوکی میں مجھے ایک مجلس پڑھنا تھی، لاہور سے مجھے لینے آئے اتفاق سے ڈی ایس پی صاحب تھے، ان کے گھر کی مجلس تھی، تو انہوں نے آ کر بتایا، کہ صاحب ہمارے یہاں، حضرت ابو طالبؑ کی بڑی دشمنی ہے، اور یہاں تقریروں میں کہا جاتا ہے، کہ وہ کافر تھے، تو آپ کو اس موضوع پر تقریر کرنی ہے، خیر میں گیا، اور میرے احباب بھی سب لوگ ساتھ تھے کراچی کے، میں جب مجلس میں پہنچا، تو منبر کے پاس، ادھر ادھر، میزوں پر بہت ساری کتابیں، ڈھیر کی صورت میں رکھی ہوئی



تھیں، تو میں نے کہا یہ کتابیں کیوں رکھی ہیں، یہ بخاری ہے، یہ مسلم ہے، یہ ترمذی ہے، کہا یہ سب ہم نے جمع کر لیں، شاید آپ کو حوالہ دینا ہو، تو آپ کو کتاب پیش کر دی جائے گی، تو آپ اس سے پڑھ کر سنائیے گا، میں نے کہا، آپ نے بہت اچھا انتظام کیا ہے، لیکن ہم کتابوں سے کچھ نہیں پڑھیں گے، کتاب سے پڑھیں گے ہی نہیں، کہ حوالہ دینا پڑے، سوال یہ ہے کہ ہم تو صرف یہ کہتے ہیں، کہ آپ جو کہتے ہیں کہ ایک لاکھ انبیاء آئے، ان کے نام کیوں نہ تلاش کئے، کہ ان کے نام کیا ہیں، کس ملک میں آئے، کس شہر میں آئے، ان کے نام تو جمع کر لئے ہوتے، ایک لاکھ نہ سہی آٹھ دس ہزار ہی جمع کر لیے ہوتے، اب اس میں دیکھیں گے، کہ کچھ نبی وہ ہیں، جو بہت مشہور ہوئے، اور کچھ زیادہ مشہور نہیں، اور کچھ وہ ہیں جو قرآن میں جن کا نام نہیں ہے، ذکر ہے، سورہ یٰسین میں دو پیغمبروں کا ذکر ہے، جب بھی آپ سورہ یٰسین پڑھئے گا، ترجمہ کے ساتھ، کہ ایک قریہ میں دو پیغمبر ہمارے بھیجے ہوئے گئے، نوجوان تھے، یہ سورہ یٰسین سنارہا ہوں، کہ دو پیغمبر ہمارے گئے، جیسے ہی وہ گاؤں میں داخل ہوئے، تو گاؤں والوں نے انہیں گھیر لیا، اور کہا خبردار، اگر تم نے یہاں کوئی تبلیغ کی، ایک ایک لفظ سورہ یٰسین کا ہے، سورہ یٰسین میں کئی حصے ہیں، ایک حصہ ختم ہوتا ہے دوسرا شروع ہو جاتا ہے، اگر تم نے تبلیغ کا کام کیا، تو ہم تمہیں بہت پتھر ماریں گے ہم تمہارے سر پہ پتھر ماریں گے، ہم تمہاری پیٹھ پہ پتھر ماریں گے، ہم تمہارے چہرے پر پتھر ماریں گے، ہم تمہاری پنڈلی پہ پتھر ماریں گے، ہم تمہاری ایڑی پر پتھر ماریں گے، دیکھیں ڈرا کیسے کیسے رہے ہیں، نازک نازک مقامات، کہ جہاں پتھر لگیں تو کیا ہو، یہ سب قرآن کے جز ہیں، جس پر غور کرنا چاہئے، اور نکل جاؤ یہاں سے تم لوگ نحوست لے کر آئے ہو، مت ہمارے گاؤں، میں نحوست پھیلا نا، سورہ یٰسین میں ہے، کہ دونوں پیغمبروں نے کہا، کہ ہم منحوس



نہیں ہیں، بلکہ تم منحوس ہو، تم پیدا ہی منحوس ہوئے ہو، تم جوان ہوئے، جب بھی منحوس تھے، اور تم بوڑھے ہوئے، تب بھی منحوس تھے، اور سنو جب تم مرو گے، تب بھی منحوس مرو گے، اب یہ سمجھ میں نہیں آتا، اتنا ساقصہ ہے، سورہ یٰسین میں اس سے کیا حاصل ہوا، تو اس میں پیغمبروں کا ذکر ہے، اس میں نام بھی نہیں بتایا، اس میں بتائیے، کیا بات نکل رہی ہے، شروع بھی ہوا قصہ، اور ختم بھی ہوا، اور اتنا اہم سورہ، سورہ یٰسین، تو کوئی بات اس میں سے نکالیں، قرآن کا کوئی فائدہ تو ہو، تو بس اتنی سی بات نکل رہی ہے، کہ جو نیک کام کرنے والوں کو پتھر مارے، وہ منحوس ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ تو اس میں کچھ نکل ہی نہیں رہا، اور کیا ہے، کہ پیغمبروں کو پتھر مارے گئے ہیں، جنہوں نے نیک کام کئے ہیں، انہیں پتھر مارے گئے ہیں، اتنا سا واقعہ قرآن نے دو پیغمبروں کا سنا دیا، تو اتنے اتنے چھوٹے چھوٹے واقعات ملا کر، پیغمبروں کی فہرست بنتی نظر آ رہی ہے، نبوت کا ایک حصہ وہ ہے، جس میں انبیاء آتے ہیں، اور تبلیغ کرتے ہیں، سفر کرتے ہیں ہجرت کرتے ہیں، مشہور ہوتے ہیں، ان پر صحف آتے ہیں، یا کتاب آتی ہے، اور ایک دور فترت کہلاتا ہے، جس میں دو مشہور بڑے نبی آتے ہیں، مثلاً عیسیٰ اور حضورؐ کے درمیان، جو پانچ چھ سو سال کا جو سفر ہے، اسے کہتے ہیں فترت، یعنی وہ دور، جو پیغمبروں کے لئے سازگار نہیں ہے، آئے گا پیغمبر، مگر تہذیب میں، یعنی وہ اپنے آپ کو ظاہر نہیں کرے گا، اس کو تبلیغ کا حکم نہیں ہے، وہ کہے گا نہیں، کہ میں نبی ہوں، اعلان نہیں کر سکتا، مگر وہ ہے نبی، اس کے پاس نبا، یعنی خبر آتی رہے گی، خبر جمع کرتا رہے گا، مگر خبر سنائے گا نہیں، خبر آئے گی، مگر جمع کرے گا، اس کے لئے جو آئے گا، صدیوں کے بعد، خبریں آرہی ہیں خبریں بند نہیں ہوں گی، خبریں آنا بند نہیں ہوگی، اس لئے کہ وہ نبی ہے، تو نبا آنا بھی ضروری ہے، دور فترت ہے، اس لئے خاموش گزر جاؤ، اس طرح ان



کی تعداد کو جب ملایا جائے گا جب پتہ چلے گا، کہ ایک لاکھ نبی بن رہے ہیں، حضرت ابراہیم کے بعد ان کا بیٹا اسماعیل نبی، مگر جب ان کے بعد ان کا بیٹا عدنان آئے گا، تو عدنان تو خاموش نبی ہیں، اب اُن کا بیٹا معد آئے گا، خاموش نبی، کنانہ آئے گا، خاموش نبی، اب اس کا بیٹا نضر آئے گا خاموش نبی، اب اُن کا بیٹا مالک خاموش نبی، پھر اُن کا بیٹا فہر آئے گا، خاموش نبی، غالب آئے گا خاموش نبی، لوی آئے گا، خاموش نبی کعب آئیں گے خاموش نبی، اُن کے فرزند مرہ آئے خاموش نبی، اُن کے فرزند کلاب آئے خاموش نبی ہیں، قصی آئے گا، خاموش، ہاشم آئے گا خاموش، عبدالمطلب آئے خاموش، ابوطالب آئے گا، خاموش (نعرہ حیدری!) بنابنا، خبر آرہی ہے وہ اعلان نہیں کر سکتا، کہ میں کون ہوں، تقیہ میں ہے، اس لئے اپنے کو نبی نہیں کہے گا، کہ بڑا نبی جو آنے والا ہے، اس کی نبوت پر زندہ آجائے، اس کی نبوت کھل کر سامنے آئے، اس کے لئے حالات سازگار بنانے ہیں، پتہ چلا کہ ایسا فترت کے نبی، اس پر اپنی نبوت قربان کر رہے ہیں، اس میں گھبرانے کی بات نہیں ہے، میں نے رسول نہیں کہا، دیکھیے نبی کو سمجھے، نبی وہ کہا جائے گا، جس کے پاس خبر آئے گی، شاید آپ گھبرا جائیں، کہ آپ جس کو چاہیں نبی بنادیں نہیں شرطیں ہیں، سورہ بقرہ میں، لاش لے کر چلا، قاتیل ہاتیل کی، اب اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا، کہ کیا کرے، اللہ نے دو کوؤں کو بھیجا، ایک کوئے نے دوسرے کوئے کو مارا، قبر کھودی، دوسرے کوئے کو گاڑ دیا، زمین میں، کہا ہائے میں، کتنا بدتر ہوں کہ اس پر ندے کو معلوم ہے، اور مجھے نہیں معلوم، تو اللہ نے کوئے کو، نبی بنا کر بھیجا، تو جہاں کو نبی بن سکتا ہے، نبی یعنی خبر آجائے، تو نبی اس کے پاس، اب صاحب بنا ہوا، تو نبی ہوا، اس میں شرط نہیں ہے، جانور بھی ہو سکتا ہے، اس میں شہد کی مکھی بھی ہو سکتی ہے، ہم نے شہد کی مکھی پر وحی کی، وحی آئی اور نبی ہوئی، ہم نے



مادر موسیٰ پر وحی کی، مادر موسیٰ نبی ہیں، ہم نے مادر عیسیٰ مریم پر وحی کی، مریم نبی ہیں، عورت نبی ہو سکتی ہے، مگر رسول نہیں ہو سکتی، نبی یعنی خبر آ سکتی ہے، یعنی مریم پر وحی آرہی ہے، یعنی خبر آرہی ہے، جہاں خبر آ جائے نبی ہے، اگر اس کا اعلان کرنے کا مقصد سامنے آ جائے، تو یہ حکم الہی سے متعلق ہے، اگر اللہ کہہ دے کہ خاموش، اور خود ہی اعلان بھی کر دیا، بعد میں قرآن میں، اس وقت مریمؑ نے اعلان نہیں کیا، کہ میرے پاس وحی آرہی ہے، مادر موسیٰ نے کسی کو نہیں بتایا، کہ میرے پاس وحی آئی ہے، بلکہ خود ہی صدیوں کے بعد، اللہ نے قرآن میں بتا دیا، کہ ہم نے مادر موسیٰ سے باتیں کیں، ہم نے باتیں کیں تھیں، مادر عیسیٰ سے بھی، اور ملک آیا تھا مادر موسیٰ پر بھی، اور مادر عیسیٰ پر بھی، ملک آیا روح القدس آئے تو خبر آئی، ملک آیا تو خبر آئی نا، تو جس پر ملک آئے وہ نبی ہے یا نہیں، یہ بتا دیجئے بات صرف خبر کی ہو رہی ہے، ایک بار شور ہوا کہ ابرہہ لشکر لے کر آیا، ہاتھی لے کر آیا ہے، اور حملہ کرے گا، خانہ کعبہ پر عبدالمطلب چلے، کہا کیا بات ہے، کہا سارے اونٹ پکڑ کر لے گیا ہے، ابرہہ اور آپ کے بھی سارے اونٹ لے گیا، جو چر رہے تھے صحرائیں، عبا پینی، اپنی خاص لباس، جب یمن جاتے تھے، جہش جاتے تھے، درباروں میں جاتے تھے، خاص لباس پہنتے تھے، اور جب چلتے تھے، تو یہ معلوم ہوتا، اور لوگ کہتے تھے، کہ یہ تو کوئی بادشاہ معلوم ہوتا ہے، عبدالمطلب کا چہرہ ایسا تھا، قامت ایسی تھی، کہ لوگ دیکھ کر دنگ رہ جاتے تھے، حسن عبدالمطلب دیکھ کر، اب جو پہنچے، تو جو سب سے بڑا ہاتھی تھا، محمود، جس پر خود بیٹھتا تھا ابرہہ، اور اس کی سونڈ پر لوہا چڑھا ہوا تھا، اور لوہے سے اس کو سجایا گیا تھا، اب جیسے ہی عبدالمطلب، اس ہاتھی کے قریب سے گزرے، جو وہاں بندھا ہوا تھا، اس کے ڈیرے پر، تو اس نے سونڈ اٹھا کر سلام کیا، اس کے بعد گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا، سجدہ کیا، یہ دیکھ کر لوگ بھاگے، اور جا کر



ابراہیم سے کہا، کہ تیرا خاص ہاتھی جو ہے ایک شخص آیا ہے، اس کو دیکھ کر تیرا خاص ہاتھی، اسے سلامی دے رہا ہے گھٹنے ٹیک کر، اس کے سامنے بیٹھ گیا، تو ابراہیم اہتمام کے لئے باہر آیا کہا، کیسے تشریف لائے ہیں، کہا تم نے ہمارے قبیلے کے اونٹ پکڑ لئے ہیں، وہ واپس کر دو، اتنا سنا تو اس نے کہا، کہ ہم یہ سمجھے کہ آپ اس لئے آئے ہیں، کہ ہمارے خدا کا گھر نہ گراؤ، دیکھئے ابراہیم کو معلوم ہے، کہ یہ بغیر خدا کے نہیں ہیں، ان کا بھی کوئی خدا ہے، اسی لئے خدا کے نام پر گھر بنا ہوا ہے، کہا اونٹ ہمارا مال ہے، ہمیں دے دو، ہماری ملکیت ہے، ہمیں دے دو، رہ گئی گھر کی بات، ہم اونٹوں کے مالک ہیں، اور جو گھر کا مالک ہے، وہ اسے خود ہی بچالے گا۔ اب آپ نے اطمینان دیکھا، آپ واپس آ گئے، اونٹ اس نے دے دیئے، ابونتیس کی پہاڑی، جو بلند ترین پہاڑی تھی، کہا کہ سب اس پر چڑھ جاؤ، یہ مکہ کی بلند ترین پہاڑی تھی، مکانات خالی ہو گئے جب اس پہ چڑھ گئے، سب بیٹھے ہوئے ہیں، ایسے میں عبدالمطلب نے کہا، میرے بیٹے کو بلاؤ، لوگوں نے بیٹوں کو پیش کیا، تو پھر آپ نے کہا، میرے بیٹے کو بلاؤ، تو لوگ سمجھ گئے کہ اس سے مراد عبد اللہ کو بلاؤ، چھوٹے بیٹے کو، انیس برس کا سن آپ کا، اور آپ کے حسن کا عالم، آنے والی تقریروں میں عرض کریں گے، کہ کتنے حسین تھے، ماہ مکہ کہلاتے تھے، بہت ہی حسین تھے، جناب عبد اللہ، کہا ابونتیس کی پہاڑی کے پیچھے جا کر دیکھو، عبد اللہ کچھ نظر آ رہا ہے، عبد اللہ گئے کافی دیر تک مطلع کو دیکھتے رہے، آسمان کو دیکھتے رہے، واپس آ گئے کہا بابا کچھ بھی نظر نہیں آ رہا، کہا اچھا بیٹھ جاؤ، تھوڑی دیر تک سر جھکائے بیٹھے رہے، کہا عبد اللہ پھر جا کر دیکھو، پھر گئے واپس آ گئے، اور کہا بابا، کافی دیر دیکھنے کے بعد ایسا معلوم ہوتا ہے، کہ کالے کالے بادل مکہ کی طرف بڑھ رہے ہیں، اور بارش ہوگی، کہا نہیں بارش نہیں مدد آ رہی ہے، اب سوال یہ ہے، عبدالمطلب کو کیسے یہ معلوم تھا، اور



کیسا انتظار تھا، کہ مدد آ رہی ہے، اب کالے بادل جو آئے تو وہ کالے بادل نہیں تھے، بلکہ ابابیل کے جھنڈ تھے، چونچ میں، منقار میں کنکریاں لے کر آئے تھے، جس سے کہ اندھیرا چھا گیا پورے مکہ پر کروڑوں کی تعداد میں پروں کو پروں سے ملائے ہوئے پرواز کرتے ہوئے آئے، سوال یہ ہے، کہ عبدالمطلبؑ کو یہ کیسے معلوم، کہ اس طرح سے، لشکر ابابیل کا آ رہا ہے، خبر دی گئی ہے، خبر آ رہی ہے نبا (نعرہ صلوٰۃ.....!) خبریں آتی ہیں، ان کے پاس وہاں سے، چاہے آپ نبی نہ مانیں، خبریں آ رہی ہیں، جن لوگوں کا رابطہ، اس خدا سے ہے، کیا کسی ایک کو بھی، ان میں سے کافر کہہ سکتے ہیں، اگر کہہ سکتے ہیں، تو مان لیجئے، کہ اللہ کافروں پر بھی وحی کر سکتا ہے، یہ ضد ہے، ضد کو چھوڑ دینا چاہئے یہ بہت بڑے لوگ تھے، اپنی شخصیتوں کو چھپالیا، تاکہ محمدؐ کی شخصیت میں کمی محسوس نہ ہو اسے کہتے ہیں، ایثار، قربانی، استقلال، یہ ہر ایک نہیں کر سکتا، چھوٹی سی بات کسی کو مل جاتی ہے، تو اترایا اترایا پھر تا ہے، بس ذرا سا کلمہ پڑھ لیا، تو ذرا دل بچنے لگتا ہے، کہ آ رہے ہیں آ رہے ہیں (نعرہ صلوٰۃ..... نعرہ حیدری.....) تھوڑا سا فرق محسوس کرے، تاریخ لکھنے والا، کہ کلمہ پڑھ کر جب لوگ اتراجاتے ہیں، یہاں یہ کسی بات پر اتر نہیں رہے، اس لئے کہ یہ کلمہ کے موجد ہیں کیوں کہ سب نے پڑھا، اب یہ خود ہی پڑھوانے لگے، یہ کم ظرفی ہے، کہ ہم جب کلمہ پڑھ کر مشہور ہو جائیں تو اب ہم استاد سے کہیں کہ کلمہ پڑھو یعنی شاگرد استاد کو پڑھانے بیٹھ گیا اسی لئے تو دنیا میں جھگڑا ہے ساری زندگی تو عرش پر شیطان بیٹھا رہا، عالم بنا ہوا اور جب اللہ نے مٹی کا پتلا بنایا، تو الٹ کر اسی سے کہنے لگا، تو نے اسے مٹی سے بنایا، مجھے آگ سے بنایا، تجھے کچھ نہیں معلوم، مجھے سب معلوم ہے، جھگڑا یہی ہے، کہ چار لفظ کوئی لفظ کسی سے سیکھ لیتا ہے، تو اترانے لگتا ہے، (نعرہ حیدری.....!) بہت مشکل ہوتا ہے کہ علم سیکھ لیا جائے، اور پھر



انسان اعلیٰ ظرف رہے، علم یہی تو دیکھتا ہے، کہ کب چھلکے گا، استاد بھی انتظار میں رہتا ہے، کہ ان میں سے کون باغی بنتا ہے، چار لفظ سیکھ لیے، اور جہاں اتنا علم ہو، کہ اگر ذرا سا علم کا چھڑکاؤ کر دیں، تو سینکڑوں امام بن جائیں، ارے گھر کا پانی بھرنے والا بھی، عالم بن جاتا ہے، (نعرہ حیدری.....)، یہی راز تھا اجداد نبی کے پاس علم کے خزانے تھے، ظاہر اس لئے نہیں کئے، کہ اگر ظاہر کر دیئے تو یہ عرب اتراتے پھریں گے، ہمارے پاس یہ ہے، ہمارے پاس یہ ہے، ابوطالب کو پوری توریت حفظ تھی، پوری زبور حفظ تھی، پوری انجیل حفظ تھی، خاموش رہتے تھے، تاکہ علم کا پتہ ان کو نہ چلنے پائے، چار لفظ بھی ابجد کے سیکھ لئے، تو اتراتے پھریں گے، محمدؐ کے آنے سے پہلے کوئی عرب میں عالم نہ ہو، یہ اجداد نبی کی کوشش تھی، کوئی مکہ میں محمدؐ کے سامنے دعویٰ نہ کر سکے، کہ ہم بھی کچھ پڑھے لکھے ہیں، دعویٰ نہیں کر سکا، ابوجہل، ابولہب اور ابولگا لگا کر سب کے نام آپؐ لیتے جائیے، کوئی علم کا دعویٰ نہیں کر سکا، سب کا علم دب کر رہ گیا ہوگا، کسی کے پاس علم انساب، ایک ہی تو علم تھا، عربوں کے پاس شاعری کو علم مانا نہیں گیا اب بھی نہیں مانا گیا، اور اگر مانا گیا ہوتا، تو شاعری میں بھی کہیں ایم اے، بی اے ہو رہا ہوتا، تھوڑا سا حصہ رکھ دیتے ہیں، نثر کے ساتھ، تو عربی، ہندی، اردو، انگریزی میں ایک حصہ نثر کے ساتھ شاعری کا بھی رکھ دیتے ہیں، پڑھ لو، الگ سے انہیں اساتذہ کے شعر پڑھ کر، پیپر کر لو، الگ سے سکھائی نہیں جاتی، کسی کالج یونیورسٹی میں، یہ نہیں سکھایا جا رہا ہے کہ شعر، کیسے کہو، عملی امتحان ہوتے ہیں، کیسیا کے، طبوعات کے، تجربہ گاہیں ہیں، شاعری کی بھی تجربہ گاہیں ہیں، یہ بحر مضارع ہے، یہ بحر ہزج ہے، اس کے بھی پیمانے ہوں، اب تو کمپیوٹر آ گیا فاعل فاعل فاعل فاعل ناپ ناپ کے مصرعے کہتے جائیے، کوئی تو ترکیب نکلے، پتہ چلا کہ شاعری سکھانے کی چیز نہیں ہے، بعض علوم ایسے



ہوتے ہیں، جو لکھائے سے بھی نہیں آتے، پڑھائے سے بھی نہیں آتے، یہ ہوتے ہیں
 ادھر سے اس میں سے، ایک شاعری بھی ہے، اگر ادھر سے ہے، تو ہے نہیں ہے تو نہیں
 ہے، یہ ایک بات عربوں میں آگئی تھی، قدرتی کہ شعر کہہ لیتے تھے، شعر کہنے کے ماہر
 تھے، لیکن ابوطالب کے دور تک، آتے آتے بڑے سے بڑا شاعر بھی، اگر قصیدہ لکھ کر لا
 رہا ہے، عکاظ کے میلے میں، اور لا کر لٹکائے گا دیوار پر، تو جب تک وہ قصیدہ نگار شعر
 کہنے والا، دیہات سے گاؤں سے آ کر، پورا قصیدہ ابوطالب کو سنانہ دے، تو وہ شائع
 نہیں کر سکتا، استاد وقت تھے، ابوطالب، اگر کسی کے قصیدے پر ابوطالب کا سر ہل جاتا
 تھا، تو وہ شعر مشہور ہو جاتا تھا، کہ شعر پر ابوطالب نے سر ہلایا، (نعرہ حیدری)..... نعرہ
 صلوة.....!) اس عہد میں کسی کا دیوان موجود نہیں، لیکن حضرت ابوطالب کا دیوان
 موجود ہے اس زمانے میں، ردیف سے قصیدے مشہور ہوتے تھے، یعنی اگر شعر کا قافیہ
 میم پر ختم ہو رہا ہے تو اسے کہتے تھے قصیدہ میم، یعنی سارے مصرعہ ثانی میں، آخر میں
 ”ز“ آ رہا ہے اگر ”ز“ آ رہا ہے، تو اسے کہتے قصیدہ رائیہ، یعنی آخر میں، ردیف میں جو
 حرف آئے گا اسی سے قصیدہ مشہور ہوتا تھا، یعنی فلاں میں دیکھئے میمہ میں دیکھئے رائیہ
 میں دیکھئے، اس سے قصیدہ مشہور ہوتا تھا، یہ ایک طریقہ تھا، ہالینڈ سے بھی، ابوطالب کا
 دیوان چھپا ہے، لندن سے چھپا، برلن سے چھپا، مصر سے چھپا، اس عہد میں بھی دیوان
 موجود ہے، لیکن، شروع سے آخر تک موضوع ایک ہے رسالت، اگر ایک ہی شعر ایام
 جہالت کا ابوطالب کے پہاں ہوتا، اس زمانے میں، جو شاعری ہو رہی تھی، وہ غزل ہو
 رہی تھی، وہ عورت پر ہو رہی تھی، ابوطالب کی شاعری میں، کسی ایک شعر میں، کسی ایک
 عورت کا ذکر نہیں ہے شروع سے آخر تک، محمدؐ محمدؐ محمدؐ، آپ کا دیوان نعتیہ دیوان کہلاتا
 ہے، تو فیصلہ کیا تمام دانشوروں نے، کہا کہ نعت کے موجد، ابوطالب ہیں، ایک ہی



احسان مان لو، ابوطالبؑ کا کہ اگر ابوطالبؑ نہ ہوتے، تو نعت نبی نہ ہوتی۔ (نعرہ صلوٰۃ)

حضرت ابوطالبؑ کا آپؐ پورا دیوان پڑھ لیجئے، اور تاریخ ابن ہشام یہ وہ کتابیں ہیں، جو اسلام کی ابتدائی کتابیں ہیں، سیرت کی پہلی کتاب کون سی ہے، تاریخ ابن ہشام، اور تاریخ کی پہلی کتاب کون سی ہے، طبری پھر وہ وہ تفصیل دیکھتے چلے جائیے، جتنی کتابیں لکھی گئیں ہر صدی میں، ابوطالبؑ کے اشعار کے حوالے ہر ایک میں دیئے گئے، اس لئے کہ پریشانی یہ ہوئی سیرت لکھنے والوں کو کہ راوی نے کلمہ پڑھا اس وقت جب حضورؐ چالیس برس کے تھے، راوی اس وقت آئے جب حضورؐ چالیس برس کے ہو چکے تھے، اب دنیا میں آمد محمدؐ سے چالیس برس تک کا راوی نہیں مل رہا تھا، تو اب سیرت کیسے لکھی جائے، تو اب مجبور ہوئے ابوطالبؑ کے اشعار کے حوالے دینے کے لئے، کہ نبی کا بچپن کیسے لکھیں، بچپن کا دور لکھنے کے لئے، تاریخ لکھنے والوں کو، ابوطالبؑ کے سامنے سجدے کرنے پڑے، پانچ برس میں کیا ہوا، دس برس میں کیا ہوا، تو قصائد ابوطالبؑ سے معلوم ہوا، دیکھیں نبی ہوں گے، تو قصیدہ لکھا جائے گا، پانچ برس کا بھتیجا ہے آپؐ کا، ابوطالبؑ پانچ برس کے بھتیجے کے بارے میں قصیدہ لکھ رہے ہیں، یہ بات سمجھ میں نہیں آتی ہے، موجود ہے، دیوان ابوطالبؑ میں، یہ سمجھئے کہ عرب میں، تمام شیعہ اور سنی مورخین اس بات پر متفق ہیں، کہ جب عرب میں بارش نہیں ہوتی تھی، تو لوگ بنی ہاشم کے پاس آتے تھے کہ جب تک آپؐ دعا نہیں کریں گے مجھے میں، تب تک بادل نہیں آئیں گے، یہ دستور تھا، محمدؐ جعفر پھلوار شریف کے جو بہت بڑے عالم ہیں، انہوں نے یہ بات حضرت عمرؓ سے روایت لکھی ہے، کہ عرب میں دستور تھا، کہ عباسؓ کی اولاد یا ابوطالبؑ کی اولاد میں سے، کسی ہستی کو بلا کر لاتے تھے مجھے میں کہ دعا کیجئے بارش ہو، اور بارش ہو جاتی تھی، جب تک بنی ہاشم کی کوئی ہستی نہ آئے بارش نہیں



ہوتی تھی تو ابوطالبؑ کے دور میں بھی یہی رسم تھی، اور نہ جانے کب سے یہ رسم چلی آرہی تھی، کہ انہی کے گھر کا کوئی فرد آئے تو بارش ہو، جب محمدؐ پانچ برس کے ہو گئے، اور بارش نہیں ہو رہی تھی مکتے کے لوگ آئے ابوطالبؑ سے بارش کی دعا کروانے کے لئے، تو ہمیشہ یہ ہوتا تھا، کہ ابوطالبؑ خود آ جاتے تھے، اور ساتھ کسی بھتیجے یا بیٹے کو لے آئے، اور دعا کی اور بارش ہو گئی، اور آج جو گھر سے برآمد ہوئے، تو کاندھ پر محمدؐ کو بٹھا کر لائے، ابونتیس کی پہاڑی پر لائے، تو لوگ حیران تھے، کہ ابوطالبؑ چاند سے بچے کو لے کر نکلے، تو اس کے معنی، کہ اس سے پہلے کسی نے اس بچے کو نہیں دیکھا تھا، آج کاندھ پر بٹھا کر ابونتیس کی بلندی پر آئے، اور اس کے بعد قصیدہ پڑھنا شروع کیا، وہ قصیدہ دیوان میں موجود ہے، دعا کی بس کہا کہ پروردگار، اس چاند سے چہرے کا واسطہ دے کر کہتا ہوں، کہ رحمت کی گھٹائیں لا، اور مکتے کی سر زمین کو پانی سے سیراب کر دے، میں جانتا ہوں، کہ اس چہرے کو دیکھ کر، بادل آتے ہیں، بادل آئے اور مکتے کی وادی میں، ندی نالوں میں جھما جھم پانی بہنے لگا، پتہ چلا کہ آج مکتے والوں نے، محمدؐ کے چہرہ کو دیکھا ابوطالبؑ محمدؐ کو کاندھ پر بٹھا کر لائے، مسلمانوں کا نبیؐ اچھی پانچ برس کا ہے تعارف کروادوں، کہ جب چالیس برس کا ہوگا تب تم اس کو نبیؐ مانو گے، میں تعارف کروا رہا ہوں، اور میں پانچویں برس میں اعلان کر رہا ہوں، کہ یہ نبیؐ ہے اور تعارف کاندھ پر بٹھا کر کرایا، اور آیت قرآن میں آنے والی تھی هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ (سورہ رحمان) احسان کا بدلہ احسان ہے، آج ابوطالبؑ نے کاندھ پر چڑھا کر محمدؐ کا تعارف کرایا، غدیر میں نبیؐ نے علیؑ کو بلند کر کے تعارف کرایا، (نعرہ صلوٰۃ نعرہ حیدری) وہ ابوطالبؑ غدیر بنا رہے تھے، یہ نبیؐ غدیر بنا رہے ہیں، اب ایک مجبوری آ جاتی ہے، اب تو شوق پیدا ہو گیا تھا، تاریخ لکھنے کا، تو کبھی کبھی



حضورؐ سے بھی کوئی پوچھتا تھا کہ بچپن کے حالات سنائیے، جب حضورؐ اچھے مزاج کے ساتھ تشریف فرما ہوتے تھے، تو کوئی اچھا معرفت والا پوچھتا، کہ حضورؐ جب آپ چھوٹے سے تھے تو اس وقت کا کوئی واقعہ سنائیے، یہ سب محبت کی دلیلیں ہیں، ظاہر ہے اس لئے پوچھا جائے گا، کہ حضورؐ ہم نے تو اب کلمہ پڑھا ہے، کچھ بچپن کے حالات اپنے دور کے سنائیے، سرکارِ دو عالمؐ نے مسکرا کے دیکھا، اور کہا سنو جب میں چھ سات برس کا تھا، اس وقت کا میں تم کو واقعہ سناتا ہوں کہ مجھے اپنے بچپاؤں پر بڑا ناز تھا، کہ جب دو قبیلوں میں یہ جھگڑا ہوتا تھا کہ جس طرف بنی ہاشم ہوتے تھے، وہ قبیلہ فتح پاتا تھا، اس لئے ہر قبیلہ چاہتا تھا، کہ اس کے ساتھ معاہدہ بنی ہاشم کر لیں، جب بھی جنگ ہو یہ اب بھی دستور ہے، کہ جب اتحاد بنتا ہے، کئی ملکوں کا تو ہر ایک چاہتا ہے کہ اتحادی ہمارے ساتھ آجائیں، مگر کیوں کہ پیسے کم دے رہے ہوتے ہیں، اس لئے فرانس الگ ہو جاتا ہے، جرمنی الگ ہو جاتا ہے، روس الگ ہو جاتا ہے، اور جب پیسے بڑھا دیتے ہیں، تو ترکی بھی ساتھ ہو جاتا ہے، یہ اتحاد، دو ملکوں کا اب تک چل رہا ہے، یہ پہلے بھی رائج تھا کہ بنی ہاشم جس کے ساتھ ہو جائیں برکت کی وجہ سے وہ قبیلہ جیت جائے گا حضورؐ فرماتے ہیں کہ جب جنگ فجار ہوئی اور ایسے میں جب یہ جنگ چھڑی، اس وقت تمام بنی ہاشم کے سردار، ہمارے چچا ابوطالبؐ تھے، پورے میدان جنگ کی سپہ سالاری وہی کرتے تھے، وہی سپہ سالار تھے، میدان جنگ کے لئے اسلحہ نکلنے لگے، تیر و کمان نکلنے لگے اس وقت تیر و کمان ہی اسلحہ جنگ تھے، ہمارے سارے چچا زرہ بکتر پہن کر چوڑے سینے والے، جوان تیر و کمان لگا کر روشن چہرے والے جب میدان جنگ میں جانے کے لیے نکلے، سب اپنے اپنے گھوڑوں پر بیٹھنے والے تھے، کہ ابوطالبؐ میرے چچا بھی نکلے، وہ اپنے گھوڑے پر بیٹھنے والے تھے، کہ میں دوڑتا ہوا گھر سے نکلا، اور ان



کے دامن سے لپٹ گیا، اور کہا کہ چچا ہم بھی چلیں گے، ظاہر ہے وہ جنگ پہ جا رہے تھے، میں چھوٹا سا بچہ تھا، چھ سات سال کا، کہا ابوطالب نے کہ تم کہاں جاؤ گے، وہاں تو گھمسان کی جنگ ہوگی اور بھگدڑ ہوگی، دونوں طرف سے اسلحے چل رہے ہونگے، تمہیں کہاں لے جائیں گے میں رونے لگا، اور چچا کے دامن سے لپٹ کر کہا، کہ میں نہیں چھوڑوں گا آپ کو جب تک آپ لے کر نہیں جائیں گے، جب میں بہت رویا چچا نے کہا اچھا چلو، اب ہمارے چچا ابوطالب کا فیصلہ تھا، کسی نے اعتراض نہیں کیا، ہمیں لے کر گئے، اب ہم نے یہ سوچا کہ جب لڑائی چھڑے گی، اب راوی کی ضرورت نہیں، معصوم خود اپنی آپ بیتی سنا رہا ہے، رسول اللہ فرماتے ہیں میں نے سوچا کہ میں اپنے چچاؤں کی مدد کروں گا، ہمارے چچاؤں نے کمائیں لیں، اور تیر جوڑ جوڑ کر دشمن کی طرف پھینکنے لگے، تو میں اپنے چچا ابوطالب کے پیچھے موجود تھا، جب وہ ایک تیر دشمن کی طرف پھینکتے، تو میں دوسرا تیر اٹھا کر انہیں دے دیتا، اس طرح میرے چچا کو مڑنا نہیں پڑ رہا تھا، تیر پئے در پئے چل رہے تھے، اور میں تیر دیتا جاتا تھا، تو میرے چچا کا ہاتھ نہیں رک رہا تھا، تو کیا میں جملہ کہوں، کہ جنگ فبار فتح کیوں نہ ہوتی، کہ جو تیر جا رہے تھے وہ نشانے پر پڑ رہے تھے، تیر رسالت دے رہی ہو، تیر ابوطالب چلا رہے ہیں، دے رسالت رہی تھی، یعنی تیر رسالت کا تھا، نشانہ ابوطالب کا (نعرہ حیدری) اب میں میرا ایک غزل کا شعر پڑھ دوں:

تھا اپنے نشانے پہ کچھ اتنا بھرم ان کو

چٹکی سے تیر چھوڑا منہ سے کہاں رکھ دی

کتنا اطمینان ہے کہ تیر نشانے پر بیٹھے گا، یہ بچپن ہے، تو میں کیا کہوں، کہ رسالت کس سے لپٹی ہوئی ہے، اور کس سے کہہ رہی ہے، کہ مجھے لے کر چلئے، ابھی بچپن ہے



نا، اجازت لے رہے ہیں، اذن لے رہے ہیں چچا سے، تو کچھ تو احترام آپ اپنے بزرگوں کا بھی کرتے ہیں نا، تو جس طرح آپ اپنے باپ چچاؤں کا احترام کرتے، اسی طرح حضورؐ کے باپ چچاؤں کا احترام بھی کیجئے۔ بنی ہاشم کے گھر میں تو یہ دستور ہے، کہ چچا سر پرست ہوتا ہے اور بڑی محبت کرتا ہے بھائی کی اولاد سے، ورنہ میں کہہ چکا، آل عبا کی تقریر میں یہ بات، کہ دونوں طرح کے نمونے موجود ہیں، چچا اور بھتیجے کے دشمن بھی ہوتے ہیں، اور محبت کی حدیں بھی ہوتی ہیں، اور دونوں طرح کے نمونے تاریخ میں دیکھ لیجئے، حضورؐ بھتیجے ہیں، اور ابوطالبؑ چچا ہیں، کہ دین پورا بن گیا، ایک چچا کے دم سے، اور ادھر آپؐ دیکھ لیجئے تاریخ میں، محمد بن قاسمؑ بھتیجا ہے، اور حجاج بن یوسفؑ چچا ہے، چچا نے بھتیجے کو قتل کروادیا، علاؤ الدین خلجیؑ چچا ہے، جلال الدین خلجیؑ بھتیجا ہے، چچا نے بھتیجے کو مار دیا، ڈبو دیا کشتی ہی میں جمنائیں، تو ایسے چچا بھتیجے ملتے چلے جائیں گے، کہ جہاں چچا بھتیجے کو قتل کر دیتا ہے، یہاں چچا اپنی اولاد کو بستر پر لٹا دیتا ہے، بیوقوف ہوتا ہے، تو ہو جائے بھتیجا بچ جائے، یہ بھی ایک مثال ہے، اس کی مدح کیجئے، تو چونکہ وراثت میں یہ آ رہا تھا، کہ چچا بھتیجوں پر جان دے رہا ہے، تو پھر ایک چچا عباسؑ بھی ہے، کہ حسینؑ کے بچوں پر واری واری تھا، شب عاشورؑ ہے، اور علیؑ اکبرؑ کہتے ہیں، چچا کل ہم سب سے پہلے جائیں گے، چچا نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے، تم میری جان ہو، میری روح ہو، میرے بھائی کی اولاد ہو، پہلے میں جاؤں گا، پہلے میں قربان ہوں گا، اور ایسے میں ایک اور بھتیجا درمیان میں آتا ہے، جس کا نام قاسمؑ ہے، وہ چچا کو بھی دیکھتا ہے، اور بھائی کو بھی دیکھتا ہے، اور کہتا ہے، چچا عباسؑ نہ پہلے آپ جائیں گے نہ بھیا علیؑ اکبرؑ پہلے آپ جائیں گے، پہلے قاسمؑ جائے گا، اور ہوا یہی کہ قاسمؑ ہی پہلے گئے، کیسے اذن لیا قاسمؑ نے، یہ الوداعی مجالس ہیں، جاتے جاتے دل چاہتا ہے کہ دل بھر کر



روئیں، ایک ہفتہ رہ گیا حسین کی عزاکو، رخصت کرنے میں قاسم نے خوب اذن لیا چودہ برس کی عمر میں، چچا کے پیروں کو چوم چوم کر ہاتھوں کو چوم چوم کر، حسین چاہتے بہت تھے قاسم کو، میرے مرحوم بھائی کی نشانی، اسی طرح عباس بھی بہت چاہتے تھے قاسم کو، ہائے جب لاش قاسم پر پہنچے تو، کہا ہائے قیامت ہے میرے لال تو پکارتا رہا، اور چچا نہ پہنچ سکا، ایک جملہ سناتا ہوں، حمید بن مسلم کہتا ہے، کہ جب قاسم آئے میں، مصائب نہیں پڑھ رہا کر بلا کے، بلکہ میں رخ آپ کو دینا چاہ رہا ہوں، آگے بڑھتا ہوں میں، کہ جب قاسم آئے گھوڑے پر بیٹھ کر، جملہ لکھا اس نے، کہ ایسا معلوم ہوا کہ حسین کے خیام سے، ایک چاند طلوع ہوا، اور شام کے بادلوں میں ڈوب گیا، اور دوسرا جملہ کہا، کہ ایک شخص تلوار لے کے آگے بڑھا اور کہا، حمید بن مسلم اس بچہ کو میں قتل کر دوں گا، تو اس نے کہا ارے چاند جیسا نکلا، تم نے زبان سے نکالا کیسے، کیا اتنے خوبصورت بچہ کو قتل کیا جاتا ہے، جہاں مورخ قاسم کے لئے کہہ رہا ہے، کہ اتنے خوبصورت بچے کو کہیں قتل کیا جاتا ہے، تو پھر سوچئے علی اصغر کا کیا ہوگا، گریہ آپ نے کیا، اور انشاء اللہ آپ روئیں گے، مقتل کی روایت پیش کرنا تھی، اس لئے یہ تمہید تھی، سب کے سر کاٹے گئے، اور سب کے سر جدا ہوئے، اور نیزوں پر چڑھائے گئے، کیوں کہ حضرت قاسم نے ازرق پہلوان، جس پر بڑا ناز تھا لشکر کو اس کے چار بیٹوں کو قتل کیا، اور اس کو بھی قتل کیا جس طرح قتل کیا، اسے میرا نیس لکھ گئے

پھولا شفق سے چرخ پہ جب لالہ زار صبح

اس مرغی میں پڑھ کر دیکھئے کہ کیا قاسم نے کارنامہ کیا، کہ ازرق کے چاروں جوان بیٹوں کو قتل کر دیا، تو اس کے قبیلے والوں کو برا غصہ، اور دل میں کینہ تھا، اور دشمنی تھی تو جب سر بننے لگے، کہ فلاں قبیلہ لے جائے یہ سر، کہ اس قبیلے نے گھیر کر مارا ہے علی



اکبرؑ کو، تو انعام لینا تھا یزید سے اس قبیلے کو تو قبیلوں نے سر بانٹ لئے کہ ہمارے حصے میں یہ سر آنا چاہئے، تو اس میں ایک قبیلہ آگے بڑھا، اور اس نے، ابن سعد سے کہا، کہ اس بچہ کا سر ہمارے قبیلے کو چاہئے، تو جناب قاسمؑ کا سر اس قبیلے کو مل گیا، تو وہی قبائل، نیزوں پہ اُن سروں کو لے لے کر چلنے لگے، قبیلے والے ساتھ چلتے تھے، فخر یہ، کہ یہ سر ہم لوگوں نے کاٹا ہے، یہ فخر تھا انہیں، اور یہ سروا لے جب سر لے کر کوفہ آئے، وہاں سے شام آئے، اور قیدی جب سارے قید خانے میں چلے گئے، اور قبیلے والے واپس جانے لگے، تو بعض قبیلوں نے یزید سے کہا، کہ یہ سر ہم کو دے دو، ہم اپنے قبائل میں واپس جائیں گے، وہاں یہ سر دکھائیں گے، کہ یہ کارنامہ ہم نے کیا ہے، تو یہ قبیلے والے قاسمؑ کا سر مانگ کر لے گئے، اب روایت کی جو راویہ ہے، اس کا نام تاریخ میں زیتون لکھا ہوا ہے، اور آپ کو عربی زبان میں کتابیں دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے مختار آل محمدؑ نجم الحسن کراردی صاحب کی کتاب لاہور سے چھپی ہے، اس میں یہ روایت موجود ہے، اور جب میں پڑھتا ہوں، تو میرا دل خون کے آنسو روتا ہے، اور اس روایت کو جب میں مجلس میں پڑھتا ہوں، تو میرے لئے مشکل یہ ہوتی ہے، کہ میں کس طرح بیان کروں، تو اس کو میں اس طرح سمجھا دیتا ہوں، کہ عربوں میں ایک کھیل کھیلا جاتا تھا، اس کا طریقہ یہ تھا، کہ بڑی بڑی چھڑیاں ہاتھوں میں لیتے تھے، اور گھوڑوں پر بیٹھ جاتے تھے، اور گھوڑوں کو میدان میں دوڑاتے، اور اس میں دو پارنیاں ہو جاتی تھیں، اور چھڑیوں سے میدان میں گیند کو دور تک ضرب لگاتے، یہ کھیل کھیلا جاتا تھا، زیتون کہتی ہے، کہ جب ہمارے قبیلے والے آئے، تو بڑی خوشیاں مناتے ہوئے آئے، تو میں نے پوچھا کہ اتنی خوشیاں کیوں مناتے ہوئے آرہے ہو، تو انہوں نے کہا کہ ہم ایک بہادر لڑکے کا سر لائے ہیں، اور اس بہادر کا نام قاسمؑ ہے، میں سر نہ دیکھ، مگر ایک دن میں نے



اپنے گھر کے سامنے میدان میں شور دیکھا، کہ کچھ گھوڑے سوار اپنے گھوڑوں کو چاندنی رات میں دوڑا رہے ہیں، میں اپنے گھر سے باہر نکل آئی، میں نے دیکھا، کہ وہ گھوڑے سوار، اپنے گھوڑوں کو میدان میں دوڑا رہے تھے، کہ میں نے دیکھا، کہ وہ اپنی لکڑی سے کسی چیز کو ادھر پھینکتے، کبھی ادھر، تو میں دوڑ کر گئی، کہ یہ تو کسی انسان کا سر ہے، تو کسی شخص نے کہا یہی تو قاسم ہے، حسن کا بہادر بیٹا۔ پروردگار ہمیں کوئی غم نہ دینا سوائے غم حسینؑ کے۔



jabinabbas@yahoo.com



چوتھی مجلس سورۃ ابوطالبؑ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ساری تعریفیں اللہ کے لئے درود و سلام محمدؐ و آل محمدؐ کے لئے

الوداعی عشرے کی چوتھی تقریر قصرِ میتب میں ”عظمتِ ابوطالب“ کے موضوع پر آپ حضرات سماعت فرما رہے ہیں، تاریخ اور حدیثوں کی کتابوں میں تو حضرت ابوطالب کا تذکرہ ملتا ہی ہے لیکن آپ کی جو عظمت اور خدمات ہیں، اس کے پیش نظر ضروری تھا کہ قرآن خاموش نہ رہتا، اور یہ بہت ہی نفسیاتی مسئلہ ہے، اور دینی مسئلہ بھی ہے کہ، عدل کیا چیز ہے، اور سب سے پہلے ظاہر ہے کہ دعویٰ اللہ کا ہے کہ میں عادل ہوں، انسان کے یہاں تو خطا کا امکان بھی ہے، عدل کی راہ پر چل بھی سکتا ہے، کہ نہیں، علاوہ معصوم کے کون عدل کی راہ پر چل سکتا ہے لیکن اللہ سے بڑا عادل کوئی ہو نہیں سکتا، کیا یہ بات عقل میں آتی ہے، کہ جس چچا نے رسول اکرم کے ساتھ بے ادبی کی، اس کے کفر کا اعلان قرآن نے کر دیا دیکھیے یہ کام زیادہ مشکل ہے، کہ پیغمبر سے یہ کہا جائے، کہ تم ان ہی لوگوں میں ہو، اور کتنے خطرناک دہشت گرد لوگ ہیں، کہ تیرہ سال سے پریشان کیا ہوا پیغمبر کو، پھر مار رہے ہیں، اوجھڑی پھینک رہے ہیں، کوڑا پھینک رہے ہیں، تنہائی کا عالم، اور پھر اللہ کہے، کہ انہی کی مذمت بیان کرو، یہ بہت مشکل کام ہے، کہ سورہ پر سورہ آرہے ہیں، اب وہ تو ہاشمی ہے ابولہب اور دشمن بھی ہے،



اور سورہ آگیا اور سورہ بھی صرف یہ نہیں کہ مذمت بلکہ باقاعدہ اللہ کو س رہا ہے، تَبَّتْ
 يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ ثوٹ جائیں اس کے ہاتھ، اور نازک منزل اس وقت
 آجائے، کہ یہی نہیں بلکہ اس کی بیوی کو بھی برا کہو، حَمَلَةَ الْحَطَبِ اُمّ حَیْلِ میاں
 بیوی دونوں پر لعنت کرو، کیوں، اس لئے کہ اللہ مصلحتوں سے تو کام لے گا نہیں، یہ تو
 ہو گا نہیں کہ کافروں کے نام چھپالے جائیں، ان کے عیب بیان نہ کئے جائیں، قرآن
 مصلحت نہیں دیکھتا، اور اس نے صدیوں کی باتیں بیان کر دیں، کسی کی مروت نہیں کی
 جہاں بھی ظلم ہوا، ہم نے کسی کی پروا نہیں کی، کسی تمدن کی تہذیب کی عادت و شعود نے
 ترقیاں کی تھیں، بہت ترقی یافتہ تھے، آلِ فرعون، بہت ترقی یافتہ تھی عمرو اور آلِ عمرو،
 بڑے شہر بنائے تھے، بڑی اونچی عمارتیں بنائی تھیں، بڑی تہذیبی سرگرمیاں تھیں، بڑے
 بڑے ملک تھے، سرسبز و شاداب باغات اور نہریں تھیں، سب اپنی جگہ، لیکن سرکشی کی،
 ہم نے سب کو فنا کر دیا، تمدن ہم نے دفن کر دیئے، کھدائیاں ہوتی رہیں گی اور قدیم شہر
 نکلتے رہیں گے، ایک انسان کی قبر بنانا بہت آسان ہے، اللہ نے پورے پورے تمدن
 دفن کر دیئے۔ شہروں اور ملکوں کی قبریں بنادی گئیں، اور اب کھدائی میں نکل رہی ہیں،
 اللہ نے کسی کی پروا نہیں کی، مالک کائنات ہے تو جو عمرو و شداد و فرعون و ہامان پر
 باقاعدہ اپنی کتاب میں لعنت ملامت کرے، اور ان کے مظالم بیان کرے، تو ابولہب
 کیا حیثیت رکھتا ہے، تو وہ تو کسی ملک کا مالک بھی نہیں ہے، اب یہاں پر اللہ کے عدل کا
 مسئلہ ہے، کہ جس نے پیغمبر کے ساتھ برائی کی، تو اس کے لئے سورہ اتار دیا، اس کے
 عیب بیان کر دیئے، تو جس چچا نے خدمت کی اس کی تعریف نہیں کر رہا ہے، یہ عدل
 نہیں ہے، اسے عدل نہیں کہیں گے، یہ پوچھا جائے گا پروردگار سے، کہ تجھے اپنے نبی
 سے محبت ہے، اس سے جو بھی دشمنی کرے گا، اسی کی زبان سے کہلوایا رہا ہے، کہ بتاؤ



اے دنیا والو اس نے ہمارے ساتھ دشمنی کی، اور صرف مرد کی نہیں عورت کی دشمنی، میاں بیوی دونوں سازش میں شریک ہیں، دونوں کی مذمت کی جائے، سورہ قرآن میں موجود ہے تیسویں پارے میں، سورہ لہب اور جلالی سورہ ہے اور جو جلالی نمازیں ہیں، علاوہ واجبات نمازوں کے، تو جو نمازیں دعائیہ منت و مراد والی ان میں یہ سورہ شامل کیا جاتا ہے، جلالی سورتوں سے یہ دعائیہ نمازیں پڑھی جاتی ہیں، اور عام طور سے مکہ میں بھی اور مدینہ میں بھی اکثر و بیشتر مغربین میں بھی پڑھا جاتا ہے، امام کعبہ پڑھتے ہیں، سورہ الحمد کے بعد سب کو یاد بھی ہے، چھوٹا سا سورہ ہے، اور سب کو معلوم ہے کہ کس کی برائی ہو رہی ہے، یہ ابولہب ہے یہ اسکی بیوی ام جمیل ہے، دشمنیاں دونوں نے کیں، اللہ نے اس کا ذکر بھی کر دیا، کہ یہ کر کیا رہے تھے، نبی کے ساتھ تو جب تو نے اس کے عیب ظاہر کر دیئے، جس نے تیرے نبی کے ساتھ ظلم کیا بدی کی، اب جو پینتیس چالیس برس سرپرستی کر رہا ہے، اس کا بھی تو ذکر کر، اگر تو ذکر کر دے گا تو یہ تاریخ کی بحث ختم ہو جائے گی، کہ مومن تھے کہ کافر تھے، تو اس معاملے کو لٹکا کر کیوں رکھنا چاہ رہا ہے، ہاں ہاں وہ تو سورہ چھوٹا سا ابولہب کے لئے اُتار دیا، ابوطالب کے لئے بہت بڑا سورہ رکھیں گے، قرآن پاک میں دو طرح کے سورہ ہیں مختصر اور طویل جو طویل سورہ ہیں، ان کو کہتے ہیں طویل سورہ ہائے طوال، جس میں سورہ بقرہ ہے، سورہ آل عمران ہے، سورہ نساء ہے سورہ مائدہ ہے، یہ سب بڑے بڑے سورہ ہیں، اس میں بہت بہت آیات ہیں، دو دوسو سے اوپر ان ہی سورتوں میں ایک سورہ سورہ آل عمران ہے، یہ تیسرا سورہ ہے، اس سورہ میں پورے قرآن میں لفظ عمران صرف ایک بار آیا ہے، وہ بھی اسی سورہ میں اور آیت ہے کہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰی صرف اس آیت کی وجہ سے اس سورہ کا نام سورہ آل عمران ہے، ارشاد ہو رہا ہے، کہ عالمین میں الحمد للہ رب



العالمین، رب ہے عالمین کا عالم کا نہیں دو عالم کا نہیں، عالمین کا جتنے بھی دنیائے تصور میں عالم آسکیں، تمہارے سب، سب اس کے زیر حکومت ہیں، اس کا وہ مالک ہے عالمین تو ہم نے عالمین پر نظر ڈالی، اور ایک تو پروردگار کی نظر عالمین کی نظر، اور ہم نے انتخاب کیا جن لیا، کس کس کو چنا، ہم نے آدم کو چنا، نوح کو چنا، پھر ہم نے آل ابراہیم کو چنا، پھر آل عمران کو عالمین میں اصطفیٰ بنایا، یعنی مصطفیٰ بنایا، چننے کے لئے عربی میں یہ لفظ استعمال ہوتے ہیں یعنی اللہ کا انتخاب برگزیدہ بنانے کے لئے، قرآن میں اللہ کچھ الفاظ استعمال کرتا ہے اگر کسی کو اپنی نگاہ میں انتخاب کر لے، پوری دنیا سے اٹھا کر اور بلند کر دے اور جن لے اور پاکیزہ کر دے، برگزیدہ کر دے، تو اس کے لئے لفظ استعمال ہوتا ہے، قرآن میں اصطفیٰ، یا مصطفیٰ ایک ہی معنی ہیں اصطفیٰ کے، اور مصطفیٰ کے، اور اللہ جب انتخاب کرے گا، تو کہے گا کہ ہم نے اسے اصطفیٰ کیا، یا پھر کہے گا کہ ہم نے مصطفیٰ کیا، یا پھر کہے گا کہ ہم نے اس کو مرتضیٰ کیا، یا پھر کہے گا کہ ہم نے مختار کیا، اب یہ سارے القاب، خطابات اسی گھر میں آپ کو ملیں گے، محمد مصطفیٰ، علی مرتضیٰ، حسن مجتبیٰ، احمد مختار، اب جو ہم نے کائنات پر نظر ڈالی، انتخاب کیا تو ہم نے آدم کو چنا، ان کو مصطفیٰ بنایا، پھر نوح کو چنا ان کو مصطفیٰ بنایا، پھر ابراہیم کو تنہا نہیں مصطفیٰ بنا رہا، بلکہ مع آل کے چنا، اب عمران کو چنا تو مع آل کے چنا، بس ہم نے چناؤ کر لیا، قیامت تک کے لئے عمران کے بعد نہیں چنا کسی کو، یہ ہے ہمارا آخری انتخاب، کہ ہم نے عمران اور آل عمران کو چن لیا، اب یہاں پر مفسرین نے بحث شروع کر دی، کہ یہ عمران کون ہیں، آدم کو سب پہچانتے ہیں، نوح کو سب پہچانتے ہیں، کہ یہ تو ہیں نبی پیغمبر یہ بیچ میں عمران کہاں سے آگئے، عمران نام کا تو کوئی نبی نہیں گزرا، تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ ایسا بھی انتخاب کرتا ہے، کہ جو نبی نہیں ہیں، جو رسول نہیں ہے مگر آدم نوح



اور ابراہیمؑ کے مرتبے کا ہے (نعرہ حیدری!) اب آیت پہ غور کریں، اور آپ کو بار بار دعوتِ فکر دوں گا، آدمؑ کو چنا تو کیوں چنا، پہلا بشر، پہلا نبی، صفی اللہ انسانیت کا آغاز، (انسی جاعل فی الارض خلیفہ)، زمین کا مالک ارض کا خلیفہ اللہ کا نائب ہم نے چن لیا، بیچ میں خاموشی اور کتنی صدی کے بعد اب نوخ کو چنا، کیوں کہ اب شریعت آئی، پہلی شریعت نوخ پر آئی کہ اب انسان اس قابل ہوا، کہ اس کو کچھ سکھایا بتایا جائے، تہذیب و تمدن کی باتیں کہ کیسے رہو، اٹھو کیسے، بٹھو، گھر کا ماحول کیسا ہو، معاشرہ کیسا ہو اسے کہتے ہیں شریعت ابھی تک شریعت کی ضرورت نہیں تھی اب شریعت کی ضرورت ہوئی جب کچھ تہذیب آئی شعور آیا انسان میں تو پہلے شارع حضرت نوخؑ، رسول بھی ہیں نبی بھی ہیں، لیکن شارع بھی ہیں اس لئے چن لیا پہلے شارع، اس کے بعد پھر کوئی انتخاب نہیں ہوا، پھر ہم نے ابراہیمؑ اور آل ابراہیمؑ کو چن لیا، اب ہم نے ابراہیمؑ کو کیوں چنا، اس لئے کہ رسول ہیں، نبی ہیں، خلیل ہیں، دوست ہیں، چن لیا اور بھی کوئی وجہ ہے، کہا ہاں پہلا امام ہے اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا کہا، کہ ہم نے تمہیں انسانیت کا امام بنایا، کیوں کہ اس میں ذریت شامل ہو رہی ہے، امامت میں ومن فدیسی کیا اس میں میری اولاد بھی شامل ہے کہا وَقَالَ یٰنَا عٰہِدِ الظّٰلِمِیْنَ ظٰلِمٌ یّٰہِ عٰہِدہ نہیں پائیں گے، کیوں کہ اولاد اس میں شامل ہے، اس لئے ابراہیمؑ اور آل ابراہیمؑ کو بھی چن لیا، اب اس کے بعد عمرانؑ کو چنا ابراہیمؑ کے بعد کتنے پیغمبر آئے ہیں، گنواؤں آپ کو، حضرت ابراہیمؑ کے بعد دو بیٹے پیغمبر ہیں، اسحاقؑ اور حضرت اسماعیلؑ، اسحاقؑ کے بیٹے یعقوبؑ، بھی یوسفؑ بھی، داؤدؑ بھی، اور سلیمانؑ بھی، حضرت موسیٰؑ بھی، حضرت ہارونؑ بھی، حضرت عیسیٰؑ بھی، ذکر آیا بھی، یحییٰؑ بھی، حضرت یونسؑ بھی حضرت شعیبؑ بھی، حضرت عیسیٰؑ تک کتنے پیغمبر آ گئے، اب سمجھ میں نہیں آ رہا ہے، نہ حضرت موسیٰؑ کو چنا نہ حضرت



عسیٰؑ کو چنا، بس ہم نے حضرت عمرانؑ کو چن لیا، عمرانؑ تو پیغمبر کی صف میں کوئی نام ہی نہیں آ رہا ہے، اور چناؤ ہے آخری، دیکھئے آخری چناؤ اہم ہوتا ہے، پہلا چناؤ آدمؑ کا دوسرا نوحؑ تیسرا ابراہیمؑ، چوتھا عمرانؑ اور چوتھا اہم ہوتا ہے، اس لئے کہ چوتھے پر معاملہ ختم ہوتا ہے، بھی کیوں اہم ہوتا ہے، اس لئے کہ جس پر خاتمہ ہوتا ہے، خاتم جو ہوتا ہے، اس لئے کہ اب نوحؑ کی شریعت نہیں چلے گی، اب شریعت چلے گی عمرانؑ کی، آخر یہ عمرانؑ ہے کون؟ قیامت تک اس انتخاب کو جانا ہے، ہم عمرانؑ کے بعد کسی کو قیامت تک نہیں چنیں گے، اسی کی اولاد کو چننے رہیں گے، لوگوں کا انتخاب کرتے رہیں گے، مصطفیٰ بناتے رہیں گے، یہاں تک کہ اس عمرانؑ کی اولاد، اور قیامت ساتھ ساتھ ہو جائیں، ایسا انتخاب جسے قیامت تک جانا ہے اور جو آخری انتخاب ہے، اور تو نے یہ نہ بتایا، کہ وہ عمرانؑ ہے کون، ایسا تو نہیں کہ آدمؑ و نوحؑ کے ساتھ کوئی غیر معروف شخصیت آجائے، اور دنیا جانتی نہیں، کہ ہے کون، یہ بات سمجھ میں نہیں آتی، اب مفسر سے پوچھا گیا، کہ یہ عمرانؑ کون ہے، تو مفسر لکھنے بیٹھا، کہ عمرانؑ اصل حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کے والد کا نام تھا، چلے صحیح ہے موسیٰؑ اور ہارونؑ آل عمرانؑ ترک جائیے یہاں پر نہیں حضرت مریمؑ کے والد کا نام بھی عمرانؑ تھا، وہ حضرت عیسیٰؑ کے نانا ہیں، اب یہیں پر ترک جائیے تو اب دو عمرانؑ ہو گئے، ایک حضرت موسیٰؑ حضرت ہارونؑ کے والد ہو گئے، ایک حضرت مریمؑ کے والد ہو گئے، یہ کہیں نہیں مل رہا، کہ یہ نبی ہیں، دو انبیاء کے باپ ہیں، ایک نبی کے نانا ہیں، عمرانؑ موسیٰؑ، عیسیٰؑ عمرانؑ بولتے ہیں نا، نام کے ساتھ عمرانؑ ہم لگاتے ہیں، عیسیٰؑ کے ساتھ اس لئے، کہ نانا ہیں، یہ نواسے ہیں، لیکن چناؤ ہے قیامت تک کا، یہ عمرانؑ جو موسیٰؑ اور ہارونؑ کے باپ ہیں، ان کو قیامت تک رہنا چاہئے، لیکن ہارونؑ کی اولاد کا کہیں پتہ نہیں، حضرت موسیٰؑ کے کوئی بیٹا ہی نہیں، بیٹی



ہے، اب بیٹی کی اولاد آگے بڑھی کہ نہیں، یہ تو یہودیوں سے پوچھئے کہ موسیٰ کی اولاد کہاں آباد ہے، یہودی کچھ بتائیں رہے، تو جس کی اولاد ہی ناپید ہوگئی ہو، تو عبث ہے یہ کہنا، کہ ہم نے آل عمران کو جن لیا، فقط عمران صرف نہیں چنا جا رہا ہے، آل عمران بھی چنی جا رہی ہے، اور اس میں عمران کا چناؤ ہو رہا ہے، آل کار ہنا ضروری ہے، عمران کی اولاد جو حضرت موسیٰ کے والد ہیں، کہیں موجود نہیں، اب مریم کے والد عمران، ایک بیٹی مریم ان کے ایک بیٹے عیسیٰ، انہیں تینتیس برس کی عمر میں آسمان پہ اٹھالیا گیا، نہ شادی نہ بیاہ نہ اولاد، عیسیٰ پر بات ختم، اس عمران کے بھی کوئی اولاد نہیں، اس عمران کی بھی کوئی اولاد نہیں، بات یہیں ختم ہوگئی، یہ آل عمران ہیں کون، تو بات تو اب پتہ چلے گی نا، کہ دنیا پکار رہی ہے ابوطالب، یہ نام تو نہیں ہے یہ تو کنیت ہے، اور عرب کا یہ طریقہ تھا کہ جو بڑا بیٹا ہوتا، اس کے نام کے ساتھ ابولگا دیتے تھے، یا پہلے کنیت لگا دیتے تھے، بڑا بیٹا ہوگا اس کا وہ نام رکھ دیتے تھے، جیسے ہمارے سرکارِ دو عالم کی کنیت، ابوالقاسم اس لئے، کہ بڑا بیٹا جو حضرت خدیجہ سے ہوا، پہلوٹھی کا اس کا نام قاسم تھا، اس لئے تو آپ کی کنیت ابوالقاسم ہے، ہمارے مولا علی کی کنیت کیا ہے، بڑا بیٹا حسن ہے، اس لیے ابوالحسن، ابوطالب کا بڑا بیٹا کون ہے طالب، اس لئے وہ ابوطالب ہیں، تو نام بھی تو کچھ ہوگا، یا صرف کنیت ہے، تاریخ سے پوچھا کہ ابوطالب کا نام تو بتاؤ، کہا عمران تھا، إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ۔

ارے جس کو چن کر قدرت مصطفیٰ بنادے، مصطفیٰ کے معنی پاکیزہ ہیں، کیا اس کے ایمان پر بحث ہوگی (نعرہ حیدری) قدرت نے چنا، ایک چچا نے ظلم کیا، تو اللہ نے کہا ٹوٹ جائیں اس کے ہاتھ، اور ایک چچا نے خدمت کی، تو کہا ہم نے چن لیا، مصطفیٰ بنایا اب یہ لفظ یاد رکھئے گا مصطفیٰ یعنی مصطفیٰ، حضور کو مصطفیٰ کیوں کہتے ہیں، پاکیزہ بنایا،



برگزیدہ بنایا بزرگ بنایا، چن لیا بہت سے معنی عربی میں ہوتے ہیں، لغت میں دیکھ لیجئے، مصطفیٰ بنایا کس کو بنایا، آدم کو بنایا ابراہیم مصطفیٰ، نوح مصطفیٰ، عمران مصطفیٰ، اب یہ یاد رکھئے گا تبت یددا ابی لہب اس کے ہاتھ ٹوٹ جائیں، کیوں ٹوٹ جائیں، اس لئے کہ جب حضورؐ خطبہ دیتے، تو آدھی خطابت جو ہے وہ زبان سے ہوتی ہے، آدھی اشاروں سے ہوتی ہے، حضورؐ جب اشارے کرتے زمین و آسمان کے، تو زمین و آسمان لرزنے لگتے تھے، حضورؐ کے اشارے سے آفتاب پلٹ آتا تھا، جہاں اشاروں سے چاند ٹوٹ جاتا تھا، انگلی کے اشارے سے آفتاب پلٹ آتا تھا، جہاں اشارے سے ستارہ اتر آتا تھا، جہاں ہاتھ پر پتھر کلمہ پڑھنے لگتے تھے، ہاتھ کے اشارے کی، یہ والی خطابت تھی، ابو جہل نے کہا جب نبی مانوں گا کہ سامنے کی پہاڑی کا درخت اڑتا ہوا آئے، حضورؐ نے اشارہ کیا اور علیؑ نے سچ البلاغہ میں خطبہ دیا اسی معجزے پر، سچ البلاغہ میں صرف ایک ہی معجزہ تحریر ہے، کہ میں اپنے بھائی کے پہلو میں موجود تھا، میں نے دیکھا حضورؐ نے اشارہ کیا تو درخت یوں آیا جیسے پرندہ اپنے پروں کو پھیلا کر اڑتا ہوا آتا ہے، ایک ہی اشارے سے درخت اڑتا ہوا آیا، اس نے کہا واپس جائے اسی طرح اڑتا ہوا واپس گیا، اب ایسا کیجئے آدھا درخت وہاں رہے آدھا اڑتا ہوا آئے، یہ سب اشارے کی خطابت تھی، اور اس کے بغیر خطابت نہیں ہے، تو حضورؐ خطبات میں اشارے کرتے، تو جب اشارے کرتے، تو ابولہب حضورؐ کے پیچھے آ کر ہاتھ نچاتا، نقل کرتا، بدتمیزی کرتا، پیچھے کھڑے ہو کر ہاتھ دکھاتا، اور جب حضورؐ چلے جاتے، تو لوگوں کو جمع کر کے حضورؐ کے لہجے کی نقل کرتا، حضورؐ کے اشاروں کی نقل کرتا، تو اللہ کو ایسا جلال آیا، کہ مردوں کی زبان میں نہیں، بلکہ عورتوں کی زبان میں، کہ ٹوٹ جائیں تیرے ہاتھ، آدمی کو ستا ہے جل جل کے، کہ ٹوٹ جائیں تیرے ہاتھ، تو اس نے کوسا تھا، تو بدر



کے بعد ایسی چیچک نکلی، ابولہب کے دونوں ہاتھ گل گل کر کھڑے ہو ہو کر گرے، جب لاش اٹھائی گئی تو دونوں ہاتھ نہیں تھے، ٹوٹ گئے تھے دونوں ہاتھ، تو جو کہا تھا اللہ نے وہی ہوا، تو اب یہ ہاتھ یاد رکھئے گا، کہ اللہ کی نظر دشمن کے ہاتھوں پر ہے، اگر دشمن کے ہاتھوں پر نظر ہے، تو دوست کے ہاتھوں پر بھی نظر ہوگی، عدل الہی کیا ہے، اب یہ اصطفیٰ بھی یاد رہے، یہ ہاتھ بھی یاد رہیں، اب ایک منزل پہ ہم آپ کو لے جانا چاہتے ہیں، آٹھ برس کے محمدؐ تھے، کہ حضرت عبدالمطلبؐ کی وفات کا وقت آیا بستر پر ہیں، آپ کی روح پرواز کیا چاہتی ہے، کہ اپنے بارہ بیٹوں کو بلایا، اور اپنے سامنے ایک ایک بیٹے کو دیکھا، اور آٹھ برس کا پوتا محمدؐ حضرت عبدالمطلبؐ کی گود میں بیٹھے ہیں، دادا جارہا ہے اور پوتا رخصت کر رہا ہے، پوتا قریب ہے بیٹے سامنے کھڑے ہیں، ادب کے ساتھ پوتا وہاں بیٹھا ہے، جہاں دادا ہیں، اور بیٹے سامنے ہیں، ایک ایک بیٹے کا نام لیا، اور کہا کہ میں دنیا سے رخصت ہو رہا ہوں، میں یہ چاہتا ہوں کہ تم میں سے کوئی ایک یہ ذمہ داری لے، کہ میرے بعد محمدؐ کی پرورش کرے، تم میں سے کون یہ ذمہ داری لے سکتا ہے، ہر ایک بیٹے نے کہا کہ محمدؐ کو میرے سپرد کر دیں محمدؐ کو میں پالوں گا، عباس بن عبدالمطلبؐ نے کہا کہ میرے سپرد کر دیجئے، محمدؐ کو میں پالوں گا، تو عبدالمطلبؐ نے کہا، کہ تمہارے پاس دولت تو ہے، مگر تمہاری اولاد زیادہ ہے جس کی اولاد زیادہ ہو وہ اپنی اولاد کی محبت میں دوسرے کو محبت نہیں دے سکتا، تمہاری محبت تقسیم ہو چکی ہے، اس لئے تم میرے پوتے کی اس طرح پرورش نہیں کر سکتے، جیسے میں نے کی ابولہب نے کہا میرے سپرد کر دیجئے، میں پرورش کروں گا، کہا تیرے سپرد تو کر دوں، تو پال بھی لے گا لیکن تو زبان کا بدتمیز ہے، تو تہذیب سے بات نہیں کرتا، اگر میرے مرنے کے بعد تو نے کبھی میرے بچے کو ڈانٹا، تو میری روح قبر میں لرزے گی، اس لئے تیرے سپرد نہیں کروں گا، تیری



زبان میں نرمی نہیں ہے، ساری باتیں یاد رکھئے گا، کہ کیوں حضرت عبدالمطلب ایک ایک کو رد کر رہے ہیں، حمزہؑ نے کہا میرے سپرد کر دیجئے، کہا ہاں تم محبت بھی کرتے ہو، اور تم انہیں اپنے ساتھ رکھ بھی سکتے ہو، کیونکہ تمہاری رشتہ داریاں بھی زیادہ ہیں، ماں کی طرف سے بھی لیکن تم کسں ہو، اور کسں ہوتا ہے وہ کسی کی اولاد کی محبت کو سمجھ ہی نہیں سکتا، اس لئے تمہارے لئے مشکل ہے، یہی زیر نے بھی کہا، تو یہی کہا کہ تمہارے اولاد نہیں ہے، اس لئے تم اس کے مزاج کو نہیں سمجھ سکو گے، جب سب بول چکے، تو ایک بار ابوطالبؑ نے کہا، کہ بابا میرے سپرد اس بچے کو کر دیجئے، میں اسے پالوں گا، اب سب کی باتیں تو رد کر چکے تھے، ابوطالبؑ سے کچھ نہیں کہا، بلکہ پوتے کی طرف دیکھا، کہا بیٹا تمہارا کیا خیال ہے، تو تاریخ کو لکھنا پڑا، کہ محمدؐ نے کوئی جواب نہیں دیا، بلکہ دادا کی گود سے اترے اور دوڑتے ہوئے ابوطالبؑ کی طرف گئے، جیسے ہی محمدؐ ابوطالبؑ کی طرف بڑھے، اور سینہ سے لپٹے، ابوطالبؑ نے اپنے دونوں ہاتھوں کا حصار محمدؐ کے گرد کیا حصار، حصار یعنی حفاظت میں لے لیا رسالت کو، (نعرۂ حیدری) دیکھئے، جب محبوب پیارا ہوتا ہے، تو محبوب کی ہر شے پیاری ہو جاتی ہے۔ اب قرآن میں نمونے دیکھتے جائیے، اللہ کو اپنے حبیبؑ سے محبت ہے، اس کی ہر شے سے پیار ہے، **يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ** یعنی اے چادر اوڑھنے والے، یعنی نبی بھی پیارا، اس کی چادر بھی پیاری، یعنی محبوب کی ہر شے پیاری **يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ** اے کالی کملی اوڑھنے والے، یہ کیا بات ہے بھی **وَالْتَّيْسِ** قسم ہے کعبہ کی، قسم ہے اس کی چادر دیواری کی، جس میں تو ہے، یعنی بات حصار کی ہو رہی ہے، کہ جب آپ چادر اوڑھنے لگے، تو چادر کا حصار آپ کے گرد ہوگا، جب آپ کملی اوڑھیں گے، چادر اور کملی کا حصار آپ کے گرد ہوگا، تو آپ بھی پیارے، اور جس چیز کی آپ حصار میں ہیں، وہ شے بھی پیاری، چادر کا



حصارِ پیارا، کملی کا حصارِ پیارا، اور کعبہ کی چار دیواری کا حصارِ پیارا، اور ابوطالبؑ کے ہاتھوں کا حصار، إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ (نعرہ حیدری، نعرہ صلوة) اب آیت پھر سمجھ لیجئے، ہم نے چن لیا آدم، کونوٹ کو، براہیم و آل ابراہیم کو، اور عمرانؑ اور آل عمرانؑ کو، منتخب کیا اور مصطفیٰؐ بنا دیا، دادا نے پوچھا پوتے سے، تمہارا کیا خیال ہے، کیا پرورش کے لئے تم ابوطالبؑ کا انتخاب کرنا چاہتے ہو، یہ انتخاب ہی تو ہو رہا تھا، کہ محمدؐ نے اپنی پرورش کے لئے ابوطالبؑ کو مصطفیٰؐ بنایا، چن لیا إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ اب جملہ تو یہ کام کا ہے نا، کہ مصطفیٰؐ نے ابوطالبؑ کو مصطفیٰؐ بنایا، جب ہی تو اللہ نے کہا، کہ ہم نے مصطفیٰؐ بنایا، تو آل کو کیوں چنا، کہا آل کو اس لئے چنا، کہ بعد ابوطالبؑ یہی محافظ رہے گی، آل ہی محافظ رہے گی، اور آل ہی محافظ ہے کوئی محافظ نہیں ہے رسولؐ کا، ہم نے اسی لئے چن لیا اور ساری دشمنی، اسی محافظت کی تو ہے، ورنہ بات کیا ہے، کسی کا کیا بگاڑا تھا، کہ نشانہ بن گئے حضرت ابوطالبؑ، اور ان کی اولاد، انتخاب کر لیا آٹھ سال کی عمر سے بچانے اپنے گھر میں رکھا، اب دسترخوان لگے گا، کھانا کھایا جائے گا، پانی پیا جائے گا، سب کچھ حضرت ابوطالبؑ کے گھر میں ہوگا، جو عمل ہے محمدؐ کا آٹھ سال کی عمر سے، چالیس سال کی عمر تک، سب حضرت ابوطالبؑ کی زیر نگرانی ہے یا نہیں، نہائیں، دھوئیں، کنگھی کروائیں، کپڑے کون بنوا رہا ہے، پہنا کون رہا ہے پرورش کون کر رہا ہے، دسترخوان بچھ جائے، بچوں سے کہتے تھے کہ جب تک محمدؐ نہ آ جائیں بچوں سے کہتے تھے کھانا شروع نہ کرنا، کہ محمدؐ جب دسترخوان پر بیٹھ جاتے ہیں، تو برکت ہو جاتی ہے، کھانا تھوڑا بھی ہو بچ جاتا ہے، تو حضرت ابوطالبؑ نے بھیجا سمجھ کر نہیں پالا، آٹھ سال کی عمر میں صحرا میں جا رہے ہیں، محمدؐ اونٹ پر بیٹھے ہیں، کہا بیٹا پیاس لگ رہی ہے، اونٹ سے اترے، سامنے پتھر پڑا تھا اسے ٹھوکر ماری، پانی کا چشمہ نکلا، کہا چچا پانی پیجئے، تو



ابوطالب کو کوئی حیرت نہیں، اب دو آدمی صحرا میں ساتھ چل رہے ہیں، تو اگر ایک دوسرے سے پانی مانگے، تو کچھ سمجھ کر مانگا ہے نا، کہ بیٹا یہ تم کر سکتے ہو، کائنات تمہارے اختیار میں ہے، چچا کو پانی پلاؤ چچا پیاسا ہے، دسترخوان لگ رہا ہے، اب بتائیے کہ یہ آپ کے گھر کا دستور ہے کہ نہیں، کہ صبح اٹھ کر بچوں نے سلام کیا باپ کو، ماں کو، چچا کو چچی کو، دادا کو دادی کو، یہاں تو السلام علیکم ہے، ہمارے یہاں لکھنؤ میں تو آداب ہے، ادب کیا جائے گا تا بزرگوں کا، بعض جگہ پر ختم ہو چکا، اب بھی تہذیبی گھرانوں میں باقی ہے، تو یہ تہذیب آئی کہاں سے، آئی ہے تو یہ سب بنی ہاشم کے گھر سے آئی ہے، تہذیب تھی کہاں عربوں میں، ایک ہی گھر میں تو تھی، تو اب جب صبح بھتیجا سو کر اٹھے گا، تو کس بزرگ کو سلام کرے گا تو چالیس برس محمدؐ نے صبح اٹھ کر ابوطالب کو سلام کیا ہے، جس نبیؐ پر ساری کائنات نماز میں سلام کر رہی ہے، اس نبیؐ نے چچا پر سلام کیا، (نعرہ حیدری!) اسی لئے ابوطالب کو سلام کر لو، کہ چالیس برس نبیؐ نے سلام کیا، چچا کو اور جسے نبیؐ سلام کرے اسے سب سے پہلے علیہ السلام کہنا چاہئے، رضی اللہ عنہ نہیں کہئے، نبی بھی رضی اللہ بھی راضی، رضی اللہ عنہ کیا، حضرت ابوطالب علیہ السلام، سلام ہو اس چچا ابوطالبؓ پر جس پر نبوت نے سلام کیا، آپ دکھا دیجئے تاریخ میں، کہ نبیؐ نے کسی کو سلام کیا ہو، پھر بات آئے گی سلام پر تو، یا عمران کو سلام کیا یا آل عمران کو سلام کیا، پانچ وقت نماز کے بعد فاطمہؓ کے دروازے پر سلام، علیؓ پر سلام، حسنؓ پر سلام، حسینؓ پر سلام، آپ ذرا حدیث کساء تو پڑھئے، جب قریب کوئی چادر کے آیا، اس پر سلام، فاطمہؓ تم پر ہمارا سلام، علیؓ تم پر ہمارا سلام، حسنؓ تم پر ہمارا سلام، حسینؓ تم پر ہمارا سلام۔ تو نبوت کس کو سلام کر رہی ہے، ان سب کو اب رضی اللہ تعالیٰ نہ کہئے، علیہ السلام کہئے، اس لئے کہ علیہ السلام اچھا لگتا ہے رضی اللہ عنہ اچھا نہیں لگتا۔ آپ نے دیکھا یہ



پرورش یہ اختیار ابوطالب کا، چچا کی محبت بھتیجے سے اتنی محبت، کہ تجارت کا قافلہ لے کر شام جا رہے ہیں، کہ بھتیجے نے آ کر لجام فرس کو پکڑ لیا، کہا چچا کیا ہم کو چھوڑ کر جائیں گے، کہا ہم تمہیں اتنی دور کے سفر میں نہیں لے جاسکتے، ہم اکیلے رہیں گے نہیں ہم تو آپ کے ساتھ چلیں گے، کہا اچھا چلو، بصریٰ ایک شہر ہے شام کا اور شام کا سرحدی شہر ہے، جب آپ عرب سے شام میں داخل ہو گئے، تو بصریٰ شہر ہے، حضور ابوطالب کے ساتھ پہنچے تو وہ عیسائیوں کا مرکز تھا، وہاں جو راہب تھا وہ بہت پرانا اور حضرت عیسیٰ کا نائب تھا، بخیرہ راہب، اب یہ راہب اس دیر میں کسی کا انتظار کر رہا تھا اور لوگوں سے کہتا تھا، کہ ایک نبی آنے والا ہے ہم نے انجیل میں پڑھا ہے، اس راستہ سے گزرے گا، اس کا زمانہ قریب آیا چاہتا ہے، اور ہم اس کی زیارت کریں گے، قافلہ آیا اس دیر کے سامنے قافلے ٹھہرا کرتے تھے، وہاں درخت لگے ہوئے تھے، جہاں لوگ بیٹھا کرتے تھے، لیکن ایک درخت ایسا تھا، کہ جہاں کوئی ابھی تک بیٹھا ہی نہیں سامان رکھا ہوا تھا قافلے کا، راہب نے دعوت دی قافلے والوں کو، ہمارے یہاں کھانا کھاؤ، سامان رکھ کر، نبی اکرم کو چھوڑ کر، تمام قافلے والے دیر میں چلے گئے، تو راہب نے سب کو دیکھا اور کہا، کہ کیا تمام لوگ آ گئے، تمہارے قافلے میں کوئی باقی تو نہیں، تو حضرت ابوطالب نے کہا، کہ نہیں ایک بچہ ہے ہمارے ساتھ، وہ باہر ہے سامان کی گمرانی کے لئے، تو راہب نے کہا کہ ہم یہی تو کہیں، کہ جس کو آتا تھا وہ تو اس میں ہے ہی نہیں، کہاں ہے وہ یہ کہہ کر وہ دیر سے باہر نکلا، دیکھا تو حضور اسی درخت کے نیچے بیٹھے ہیں، کہ سنو جو اس درخت کے نیچے بیٹھے گا، وہی آخری نبی ہوگا، میں نے انجیل میں پڑھا ہے، آج تک اس درخت کے نیچے کوئی نہیں بیٹھا، اس بچہ کو بلاؤ، اب جو چلے ہیں نبی، تو بادل کا ٹکڑا سر پر چلا، اب راہب دیکھ رہا ہے چہرے کو دیکھا، سراپا کو دیکھا،



اور اس کے بعد کہا، ذرا دوش سے اپنی عبا کو ہٹائیں، آٹھ سال کے محمدؐ نے دوش سے چادر ہٹائی، آگے بڑھ کر راہب نے چوما، کہا یہ ہے مہر نبوت، ابوطالب ان کو واپس لے جاؤ، شام میں یہودیوں کی تعداد بہت زیادہ ہے، اور وہ اپنے زاپچے کے حساب سے چل چکے ہیں، تاکہ اس بچے کو قتل کر دیں، پھر میں بتا رہا ہوں، کہ عیسائیت ہمیشہ سے مسلمانوں کی دوست رہی ہے، یہودیت دشمن رہی ہے، اس لئے مسلمانوں کو چاہئے، کہ عیسائیوں سے مل کر یہودیوں کو ماریں، اور عیسائیوں کو یہ موقع نہ دیں، کہ عیسائی اور یہودی مل کر مسلمانوں کو ماریں، یہ پیغام ہے جہاں تک جائے عیسائیوں سے دشمنی نہ کریں، اس لئے کہ پیغمبرؐ نے کبھی عیسائیوں سے دشمنی نہیں کی، ستاسی لڑائیاں ہمارے پیغمبرؐ نے لڑیں، لیکن ایک بھی لڑائی عیسائیوں سے نہیں لڑے، اور جب عیسائی منہ پر آ گئے، تو عجیب و غریب مسئلہ پیدا ہو گیا، کہ یہ حکم نہیں ہوا کہ انہیں جا کر ماریے، بلکہ حکم ہوا فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْهُمْ بَعْدَ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَابْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ لڑیے نہیں مباہلہ کیجئے، اس لئے کہ یہ اپنے کو امن پسند کہتے تھے، اگر پیغمبرؐ ان پر حملہ کر دیتے، تو یہ کہتے کہ مسلمانوں کا پیغمبرؐ ظالم ہے، ہم امن پسند ہیں، جارح یہ لوگ ہیں، اس لئے اسلام نے کبھی عیسائیوں سے جنگ نہیں کی، نہ کبھی جنگ مول لی ان سے، اس لئے کہ عیسائیوں کے لئے یہ آسان تھا، کہ بس اشارہ ہو جائے، یہ فوراً کلمہ پڑھ لیتے ہیں، اگر ہم ان کے ساتھ دہشت گردی کریں گے، تو وہ یہودیوں سے مل جائیں گے، اور مسلمانوں کو ماریں گے سارے راہب پیغمبرؐ کا انتظار کر رہے ہیں، عیسائی پیغمبرؐ کو قتل کرنا نہیں چاہتے، یہودی قتل کرنا چاہتے تھے، دیکھئے یہودی کتنا چالاک ہے، جلدی سے عیسائی کو اپنا دوست بنا لیتا



ہے، مسلمانوں اور یہودیوں کی جتنی دشمنی ہے، اس سے کہیں زیادہ عیسائیوں اور یہودیوں کی دشمنی ہے، کیوں کہ یہودیوں نے عیسائیوں کے پیغمبر حضرت عیسیٰ کو مانا ہی نہیں، اور جتنی توہین یہودیوں نے حضرت عیسیٰ کی کی، کسی اور قوم نے پیغمبر کی اتنی توہین نہیں کی، اگر قرآن نہ ہوتا تو مریم کی لاج رکھنے والا کوئی نہ ہوتا، اس لئے عیسائی احسان مند ہے کہ اللہ نے ہماری مریم کے لئے پورا ایک سورہ رکھا، اے پیغمبر تم نے عیسیٰ کی تعریف کی، تو ہمیشہ راہب مداح رہا ہے اسلام کا، اور ان چیزوں پر نظر ہونی چاہئے۔ میں نے کسی تقریر میں کہا تھا نہج البلاغہ میں حضرت علیؑ کے جتنے خطبے ہیں، آثار قیامت اور ظہور امام میں سارے ملکوں کے نام ہیں، مگر امریکہ کا کوئی ذکر نہیں، کیوں نہیں ہے، اس لئے نہیں ہے، کہ پورا امریکہ امام مہدی کے آتے ہی کلمہ پڑھ لے گا، اور مسلمان ہو جائے گا، (نعرہ صلوٰۃ.....) کیا اچھا ہوتا، کہ یہ کارنامہ امت امام مہدی کے آنے سے پہلے ہی کر لیتی، اگر محبت سے پیش آئیں، تو کلمہ پڑھوا لیں، اور دیکھیں قدرت موقع دیتی ہے، یہ کلمہ کیسے پڑھیں گے، جب یہ کلمہ والوں سے قریب ہو جائیں گے، یہ قدرت کا ایک انتظام تھا، صدام کو نہیں ہٹانا تھا، ڈھائی تین لاکھ امریکی فوج کو کربلا اور نجف میں اتارنا چاہتا تھا، کہ جا کر دیکھو تو عظیم طاقت ہوتی کیا ہے، تاکہ انہیں اندازہ ہو کہ عظیم طاقت کسے کہتے ہیں، ایسے اگر زائر بنا کر بھیجا جاتا تو کوئی بھی کربلا زیارت کرنے نہیں جاتا، صدام کو ہٹانے کے بہانے سب وہاں پہنچ گئے، نجف کا بھی احترام کیا، کربلا کا بھی، سلامی دی ہے حضرت علیؑ کو امریکن فوج نے، دکھایا جزیرہ فی دی نے سلامی دیتے ہوئے، بیٹھ گئے گھنٹوں کے بل مولا علیؑ کے روضے کے سامنے سلامی دیتے ہوئے، ابھی آل عبا مجلس میں ایک فوجی نام کا خط پڑھ چکا ہوں، کہ میں خندق میں بیٹھا ہوا خط لکھ رہا ہوں، کربلا سے یہ وہ زمین ہے جہاں نبی کا نواسہ حسین شہید ہوا، اور



ان شہیدوں میں چھ ماہ کا بچہ بھی تھا، دیکھئے راغب ہو گئے امریکی فوجیوں نے چودہ معصوم کے نام یاد کئے ہوئے ہیں، نام بم لگنے سے مر گیا، لیکن خطا تو اپنی ماں کے نام چھوڑ گیا، جس میں وہ امام حسین کی مدح کرتا ہوا مر، اور یہ جملہ لکھ کر مرا، کہ یہ سب اللہ کے لئے لڑے ہیں، اور ہم بٹش کے لئے لڑ رہے ہیں، کتنا حق جملہ وہ کہہ گیا، ہم اپنے ملک کے صدر کے لئے یہاں آئے ہیں، اور یہ اپنے اللہ کے لئے لڑ لے ہیں، یعنی توحید و نبوت و امامت کی گواہی دے کر مرا ہے، آپ کو یہ دیکھنا ہے، اور دشمنی نہیں لینی ہے، اور یہ دیکھنا ہے، کہ ہمارا صدر پرویز مشرف کس لئے اتنی دوشی امریکہ سے کر رہا ہے، جس ملک کا صدر دوست ہو، وزیراعظم دوست ہو، عوام کیوں دشمنی مول لے رہے ہیں، دشمنی ہو حکومتوں کی میں آپس میں، پوری حکومت پوری کا بینہ روز امریکہ جاتی ہے، اور ڈالر پر ڈالر لارہی ہے، اور عوام سے کہا جا رہا ہے کہ تم امریکہ کے خلاف نعرہ لگاؤ، یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی، آپ اپنے صدر اور وزیراعظم سے کہئے، جو ہم کہنا چاہتے ہیں، وہ آپ کہئے، دشمنی کیوں کریں، آپ یہ سوچئے، کہ حضور کا رویہ عیسائیوں کے ساتھ کیا رہا ہے، سب کچھ چھوڑ دیجئے، کیا مسلمان بہت اچھے ہیں، میں پوچھنا چاہتا ہوں کیا یہ چھالیس ملک مسلمانوں کے بہت اچھے ہیں، تیس برس سے حسین کے روضہ پر ماتم بند کیا ہوا تھا، کیا یہ اچھے ہیں، کچھتر برس سے حضرت فاطمہ زہرا کی قبر نہیں بننے دے رہے، یہ اچھے ہیں، پچھلے سال حضرت آمنہ حضور کی والدہ کی قبر کو پامال کیا گیا یہ مسلمان اچھے ہیں، آج اگر عیسائی مسلمانوں کی بجائے پاک جگہوں کا احترام کر رہا ہے، تو یہاں کلمہ کے مسئلہ میں بات کر لیجئے، کہ کلمہ گو کیا کر رہے ہیں، اور جس نے کلمہ نہیں پڑھا وہ کیا کر رہے ہیں، آگئے نہ ہم حضرت ابوطالب پر، اٹھا کے قتل پڑھ لیجئے، مسلمان نبی کی اولاد کو باندھ کر لے جا رہے ہیں، نبی کے گھرانے کو قتل کر کے، اور



عورتوں اور بچوں کو قید کر کے لے جا رہے ہیں، یہ مسلمان ہیں، یہ کلمہ گو ہیں، اس پر بڑا ناز ہے مسلمانوں کو، اور راستے کے عیسائی بشر، قادیسیہ، حلب، مکریت جہاں جہاں گرجا گھر ہیں، اور دیر ہیں عیسائیوں کے، اور جب انہیں پتہ چلتا ہے، کہ اولاد نبی قید ہو کر آ رہے ہیں، تو وہ چادریں لے کر آتے ہیں، کہ یہ نبی کی نواسیاں ہیں، انہیں چادریں دے دو وہ کھانا اور پانی لے کر آتے ہیں، کون مسلمان آیا تھا، جس نے آ کر پوچھا تھا، کہ زین العابدین، حسین کا بیٹا ہے، انہیں کھانا دے دو، یہ آلِ محمد ہیں ان کی مدد کرو۔ یہ عیسائی تھے روآن روآن کانپ رہا تھا یزید کا، جبروت تھا اور سب کو معلوم تھا، کہ بھرے دربار میں کون سی بیبیاں کھڑی ہیں، جو ننگے سر ہیں مگر کوئی مسلمان نہیں اٹھا، کہ یہ کیا قیامت ہے، ایسے میں جا ملتی جو عیسائیوں کا بڑا راہب تھا، جو روم سے آیا تھا، وہ اٹھا اور کہا یزید ہم سفیر ہیں، اور تیرے دربار میں روم سے سفیر بن کر آئے ہیں، لیکن ہم تجھ سے پوچھتے ہیں، کہ یہ سر کس کا ہے، یزید نے کہا کہ یہ حسین ابن فاطمہ کا سر ہے، کہا یزید باپ کا نام چھپانا چاہتا ہے، تو یزید چل ہی جواب دے فاطمہ کون ہے، جو تیرا نبی محمد تھا اس کی بیٹی فاطمہ، کہا ہاں وہی فاطمہ، کہا حسین اور تیرے نبی میں کتنی پشتوں کا فاصلہ ہے، دوسری پشت ہے نا، جس نبی کا تو کلمہ پڑھ رہا ہے اس کی اولاد کو تو نے قتل کر دیا، اور ان کی عورتیں اسیر کھڑی ہیں، میری سمجھ میں یہ اسلام نہیں آیا، میری سمجھ میں یہ مسلمان نہیں آئے، تو نے ظلم کیا، جب لفظ ظلم عیسائی راہب نے استعمال کیا، کہا یزید نے کہ اس کا سر اڑا دو، حالانکہ سفیر کے قتل کا حکم نہیں دیا جاتا، بھرے دربار میں جہاں کوئی بول نہیں سکتا تھا، وہاں ایک راہب بولا، یزید سوچ بھی نہیں سکتا تھا، کہ کوئی میرے ظلم کا پردہ چاک بھی کر سکتا ہے، اور بول بھی سکتا ہے، تو یزید نے کہا، کہ اس کا سر کاٹ لو، تو راہب نے کہا، سر کاٹ لے لیکن میری ایک بات سن لے، کہ رات کو میں سویا ہوا تھا، اپنی



خواب گاہ میں کہ دو نبی آئے میرے خواب میں، ایک میرے نبی عیسیٰ آئے اور ایک تیرے یعنی مسلمانوں کے نبی محمد آئے، دونوں کے سروں پر خاک پڑی تھی، رو رہے تھے، اور آتے ہی مسلمانوں کے نبی محمد نے کہا، کہ تجھ کو جنت مبارک ہو، میری آنکھ کھل گئی میں دن بھر یہ سوچتا رہا، کہ مسلمانوں کا نبی اور مجھے جنت کی بشارت دے رہا، میری سمجھ میں بات نہیں آئی عیسیٰ چپ تھے، اور محمد مجھے جنت کی بشارت دے رہے تھے، آج پتہ چلا کہ اگر میری جان جائے گی، تو یہ محمد نے مجھے جنت کی بشارت دی تھی، تو سر کاٹ لے، دیکھئے وہ تاریخ لکھا گیا، کہ عیسائیت میں آل محمد کی دشمن نہیں تھی، عیسائی راہب نہ محمد کے دشمن نہ آل محمد کے دشمن نہ آل عمران کے دشمن، مسلمان دشمن تھے، اور مسلمانوں نے دشمنی کی، اور اس راہب نے کہا، سن روم کے جس جزیرے سے ہم آئے ہیں، وہاں ایک ذریعہ ہے، وہاں جو دروازہ ہے اس میں ایک چاندی کا قہر لٹکا ہوا ہے، اس کے نیچے سے جب گزرتے ہیں، تو سارے عیسائی سر جھکا کے جاتے ہیں، تجھے معلوم ہے کہ وہ کیا ہے، وہ حضرت داؤد نبی کے خچر کا کھر ہے، اس کو ہم نے چاندی اور سونے میں سجا کر رکھا ہے، اس کے نیچے سے گزرتے ہیں تو ادب سے گزرتے ہیں، ایک نبی کی سواری کا کھر ہماری نظر میں قابل احترام ہے، اور سن میں خود حضرت داؤد کی تینتیسویں پشت میں ہوں، لوگ میرا اتنا احترام کرتے ہیں، کہ لوگ میرے قدموں کی خاک اٹھا کر اپنے سروں پر رکھتے ہیں، میں تینتیسویں پشت میں ہوں، اور حسین تو محمد کی دوسری پشت میں ہیں تو نے حسین کا سر کاٹ دیا، اور اگر سر کاٹا تھا تو کاٹا تھا، یہ حسین کی بہنوں کو کھلے سر کیوں لے کر آیا، حسین کی بیٹی سیکینہ جس کے گلے میں رسی بندھی ہے، بین تھا سیکینہ کا شام ہونے والی ہے۔ تم کب آؤ گے بابا شام ہونے والی ہے۔





پانچویں مجلس

آغازِ اسلام ابوطالبؑ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ساری تعریفیں اللہ کے لئے درود و سلام محمد و آل محمد کے لئے

الوداعی عشرے کی پانچویں تقریر ”عظمت ابوطالب“ کے موضوع پر آپ حضرات قصرِ مسیب میں سماعت فرما رہے ہیں، عرض کیا جا رہا تھا، کہ عدل الہی کے پیش نظر، یہ ضروری تھا، کہ اگر ایک چچا دشمنی کر رہا ہے، سرکارِ رسالت سے اور دوسرا چچا اپنی جان بچھا کر رہا ہے، تو دونوں چچاؤں کا ذکر قرآن میں ہونا چاہئے، اور اللہ مصلحتوں سے کام نہیں لیتا، سورہ اتارا اس نے، ثبت ید الہی لہب، اس کے ہاتھ ٹوٹ جائیں، لہب کے معنی ہیں شعلہ، اور یہ اس کی کنیت ہے نام نہیں شعلہ، جلتا ہوا شعلہ، تو سورہ سے اندازہ ہوتا ہے، کہ وہ زندگی میں بھی جل رہا تھا، اور اب بھی جل رہا ہے، ایک نور ہے، اور ایک نار ہے، نار جلا دیتی ہے اور نور عزت عطا کرتا ہے، ظاہر ہے نور میں ایک ٹھنڈک ہوتی ہے، روشنی سورج میں بھی ہے، سورج کی روشنی انسان کو فرحت دیتی ہے، سورج کی روشنی نے سارے عالم کو روشن کیا ہوا ہے، عربی میں سورج کی روشنی کو ضحیٰ کہتے ہیں، یہ جو عید ہے آپ کی، اس میں یہ لفظ آتا ہے قرآن میں ایک سورہ، سورہ الضحیٰ بھی ہے ارشاد ہوا: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَالضُّحٰی ۝ وَاللَّیْلِ اِذَا سَجٰی مَا وَدَّعَكَ



رَبُّكَ وَمَا قَلْبِي ۝ وَلَآ اُخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُولٰٓئِ ۝ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ
فَتَرْضٰى -

اب یہ سورہ، جس میں قسم کھا کر گفتگو ہو رہی ہے، والضحیٰ، قسم ہے، چڑھتے ہوئے دن کی کہ جب آفتاب، اپنی پوری روشنی کے ساتھ عالم پر چھا جائے، یعنی نصف النہار پر آجائے، سورج کی پانچ منزلیں ہیں، پہلے وہ طلوع ہوتا ہے، اور طلوع ہونے کے بعد چڑھتا ہے جسے عروج کہتے ہیں، چڑھنے کے بعد، درمیان میں آتا ہے، نصف النہار پر آتا ہے، نصف النہار کے بعد اب جو منزل آتی ہے، وہ زوال کی ہے، زوال کے بعد غروب ہے، یعنی پانچ منزلیں ہیں طلوع ہوا، پھر عروج پر آیا، پھر نصف النہار پر آیا، پھر زوال پر آیا، غروب ہو گیا، اب پانچ منزلوں میں، تین منزلیں بلند ہیں، یعنی طلوع ہوا، پھر عروج پر آیا، نصف النہار، اس منزل پر ہے، کہ بالکل چتر بن گیا، یعنی بلندی کی آخری منزل ہے۔ اس منزل کو کہتے ہیں والضحیٰ، یعنی اس کی قسم ہے مجھ کو، آگیا آفتاب بلندی پر، میں قسم کھا رہا ہوں، اس وقت کی، جب آفتاب اپنی آخری بلندی پر آجائے، وَاللَّيْلِ اِذَا سَجَىٰ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلَىٰ مجھے تاریک راتوں کی قسم، جب تاریک رات چھا جائے، بجلی کے معنی ہیں، چھا جانا، ساج عربی کا لفظ ہے، چھا جائے، پھیل جائے، تو تضاد تو دیکھئے، کہ ایک طرف تو چڑھتے ہوئے سورج کی قسم، اور ایک طرف چھائی ہوئی رات کی قسم، یہ صنعت تضاد، جیسے آپ کہتے ہیں، رات اور دن، گرمی اور سردی، یعنی آفتاب چڑھا ہوا، اور رات اتنی تاریک، کہ چھا گئی ہے، اندھیری ہو گئی، دونوں کی مجھ کو قسم، تاریکی کی بھی قسم، اور روشنی کی بھی، اور روشنی بھی ایسی جو چھا چکی ہو، چاروں طرف سورج کی روشنی بھی چاروں طرف پھیلی ہوئی ہے، اور اس کے بعد مَا وَدَّعَكَ کا لفظ ہے، وداع سے وداع، اسی کو آپ کہتے ہیں، الوداع، وداع کے معنی



چھوڑ دینا، لیکن اچھا ترجمہ اردو میں ہوتا ہے، رخصت، جب کہتے ہیں، الوداع یعنی کسی کو رخصت کیا، کسی کو چھوڑ دینا، کہتے ہیں ناکسی کو ہوائی اڈے پر رخصت کرنا، چھوڑ دینا سفر پر جا رہے ہیں، ٹرین پر انہیں چھوڑنے گئے تھے، وَدَّعَكَ ہم نے نہیں چھوڑا تجھ کو، ہم نے نہیں کہا الوداع، تجھ کو نہیں چھوڑا، بہت آسان سلیس لفظوں میں ترجمہ کروں گا، جو کہ جوانوں کی سمجھ میں آئے، وَمَا قَلْبِي لِعَنِي نَفْسٌ غَضَبٌ كَمَا تَجْهَرُ بِرَبِّهِ نَارًا نَارًا تَجْهَرُ سے، نہ میں نے تجھ کو چھوڑا، نہ تجھ سے ناراض ہوا، قسم ہے مجھے، چڑھتے ہوئے دن کی، اور تاریک راتوں کی، تجھ سے ناراض بھی نہیں ہوا، تجھ کو میں نے چھوڑا بھی نہیں، اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَآوَىٰ وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ ابیہاں پر کہا جا رہا ہے، وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ کیا تو نہیں کھو گیا تھا کہیں لیکن ہم تیرے سر پرست بن گئے، ہم یہاں لفظ گمراہ نہیں لکھ سکتے، اس لئے کہ اللہ اپنے حبیبؐ کو یہ نہیں کہے گا، تَوْضُّأًا کے معنی تلاش کرنا پڑیں گے، کہ یہ کیا ہے کہ پیغمبرؐ سے کہا جا رہا ہے، اب مفسرین نے ترجمہ کر دیا، معاذ اللہ، کہ تم گمراہ تھے، اور ہم نے تمہاری ہدایت کر دی، اتنا شوق ہے مسلمانوں کو، ہر ایک کو گمراہ کر کے اللہ کی طرف سے ہدایت کا، لیکن آیت دیکھنا پڑے گی، اس سے پہلے یتیم کب ہوئے، یتیم بچپن میں ہوئے، باپ نہ ماں، اور بہت ہی بچپن میں سر پرست دادا بھی چلا گیا، اب تاحیات جو سر پرست ہیں، وہ ابوطالبؑ ہیں، اور اسی بات کو قرآن بیان کر رہا ہے، کہ سورہ ہم اتار رہے ہیں، سر پرست کی شان میں، اگر سورہ لہب ابولہب کے لئے ہے، تو سورہ النجم حضرت ابوطالبؑ کے لئے، (نعرہ صلوٰۃ!) تو دیکھیے عجیب بات یہ ہے، کہ اگر اس سورہ کو لے کر، کسی اور کے حوالے کرنا چاہیں، تو بڑی لا چاری ہے، کیونکہ جب نبی یتیم ہوئے، اس وقت امت نہیں تھی اصحاب نہیں تھے، آپؐ کسی کو یہ سورہ دے



نہیں سکتے۔ مجھے بتائیں مفسرین، کہ اگر یتیم تھے تو سر پرست کون بنا، باپ ساتھ نہ رہا، باپ پیدا ہونے سے پہلے ہی انتقال کر گئے، پیدا ہونے کے ڈھائی سال بعد، ماں بھی رخصت ہو گئیں، آٹھ برس کی عمر تک دادا ساتھ تھا اور آٹھ برس کی عمر سے، پچاس برس کی عمر تک، سر پرست حضرت ابوطالب ہیں، اس میں کوئی شریک نہیں، سوائے علیؑ کے، اس سر پرستی میں کوئی شریک نہیں، بعثت تک تو کوئی دعویٰ نہیں کر سکتا، کہ ہم نبیؐ کے ساتھی تھے، اگر آپ کہیں تو یوں کہیں، کہ بعثت سے پہلے حضرت ابوطالب ہی چچا، باپ، ماں دادا، سر پرست، صحابی، اب پھر دہرا دوں، ایک لفظ، کہ اس وقت ابوطالب ہی محمدؐ کے چچا بھی ہیں، باپ بھی ہیں، پناہ گاہ بھی ہیں، سر پرست بھی ہیں، صحابی بھی ہیں، بلکہ نبیؐ کی پوری امت ابوطالب ہیں، (نعرہ حیدری) لیکن یہ آیت درمیان میں ایسی آگئی صَافاً فہدای یہ ضال کے کیا معنی ہیں اب جو لغت دیکھنا شروع کیا ہم نے تو صَافاً کے معنی تلاش کئے، عربی میں کچھ لفظ ایسے ہوتے ہیں، جو کسی تصویر کو محفوظ کر لیتے ہیں وہ لفظ، اس میں پورا منظر ہوتا ہے، بہت سے لفظ ہم گنا سکتے ہیں، کہ بغیر منظر سمجھائے آپ لفظ کے معنی نہیں کہہ سکتے، اردو میں ابھی ایسے لفظ ہیں، کہ اگر منظر نہ کھینچیں تو معنی پتہ نہیں چلتے، ضال کے معنی ہیں، جب چرواہا اپنے جانوروں کو، لے کر صحرا میں جاتا ہے، اور جھٹ پٹے کے وقت واپس آتا ہے، اپنے جانوروں کو لے کر، اور اچانک ایسا ہو، کہ جھٹ پٹے میں، ہلکے ہلکے سرمئی اندھیرے میں، چرواہا جانوروں کو لے کر چلا جائے، اور ایک بکری کا چھوٹا سا، پیارا سا بچہ، اپنے اس چرواہے کے ریوڑ سے، بچھڑ جائے، چرواہا جانوروں کو واپس لے آئے، تو اب اکیلا بکری کا بچہ، صحرا میں کیا کرے گا، اپنا منہ اٹھا کر آواز دے گا، دیکھے گا آسمان کی طرف، وہ کسی سے مدد نہیں مانگے گا، اس بچے کو معلوم ہے، کہ مدد وہاں سے آئے گی، جو بچہ اپنے ریوڑ سے بچھڑ



جائے، اس وقت کے منظر کو کہتے ہیں ضلّالاً فہدٰی ایک معصوم بچہ کارواں سے پھڑ گیا، اور ادھر دیکھ کر کہہ رہا ہے، کہ میں کدھر جاؤں، میں تنہا ہو گیا ہوں، میں کس کی پناہ میں جاؤں، باپ مر گیا، ماں مر گئی، دلوں میں گھبراہٹ ہو گئی، محمدؐ کس کی پناہ میں جائے، تو اسی وقت ہم نے ابوطالبؑ کی پناہ میں دے دیا۔ (نعرہ حیدری) تم آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے، ہم ہماری طرف دیکھ رہے تھے، کہ سر پرست دے دے، ہم نے سر پرست دے دیا، ہم سر پرست بن گئے تمہارے، یعنی ابوطالبؑ کا یہ عمل وہ نہیں کر رہے تھے، وہ میں تھا، ابوطالبؑ کی پناہ گاہ میں بنا ہوا تھا، میں تھا، جب معصوم کوئی عمل کرتا ہے، تو اللہ اسے اپنی طرف منسوب کر لیتا ہے، اے میرے حبیبؐ، یہ کافروں پر مٹھی بھر کے مٹی آپ نے نہیں پھینکی، ہم نے پھینکی، فرشتوں نے حضرت آدمؑ کے پتلے کو بنایا، تو اللہ نے کہا کہ میں نے اپنے ہاتھ سے پتلا بنایا، جب معصوم کوئی کام کرتا ہے، تو اللہ کہتا ہے کہ یہ کام میں نے کیا تو حضرت ابوطالبؑ نے سر پرستی نہیں کی، بلکہ میں نے کی، تو اب ابوطالبؑ کا عمل خدا کا عمل ہے، تو اب جب ابوطالبؑ کا عمل خدا کا عمل ہے، تو کیا خدا اپنے عمل پر، ابوطالبؑ کو جہنم میں بھیجے گا (نعرہ حیدری!) یہ تو تیرا عمل ہے، پناہ گاہ دیدی، ابوطالبؑ کی صورت میں، والضحیٰ قسم ہے چڑھتے ہوئے دن کی، یہ کونسا چڑھتا ہوا دن ہے، کیا قیامت تک جتنے بھی دن آتے رہیں گے ان کی قسم نہیں، یہ ایک مخصوص دن ہے، یہ جو قرآن میں وہاں، ل، جو لگ جائیں، تو یہ مختص ہو جاتا ہے، وقف ہو جاتا ہے لفظ، یہ ال بہت قیامت ہے، قرآن میں ہر ہر یوم نہیں الْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتَمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ہر دن دین کامل نہیں ہو رہا، ایک دن بس آیا جس دن، دین کامل ہوا، اس لئے کہ اس میں ال لگا ہوا ہے، ایک دن آیا جب دن چڑھ رہا تھا، اور آفتاب رسالت، غار حرا سے اتر رہا تھا، دن



پھیل رہا تھا، رسولؐ چڑھائی سے اتر رہا تھا ہم نے کوئی بات کی تھی، اس چڑھتے ہوئے دن میں، غار حرا کو انہوں نے چھوڑا تھا، غار حرا ایک پناہ گاہ ہے، غار کی پناہ گاہ کو عربی میں کہتے ہیں کہف مثلاً اصحاب کہف، وہ اصحاب جو غار کی گہکا میں رہتے ہیں، کہف میں رہتے ہیں، اور علیؑ کو کہتے ہیں کہف الوری، آپ جب حضرت علیؑ کی زیارت پڑھیں گے، تو آپ کہتے ہیں السلام وعلیک یا کھف الوری، اور حقیقت یہ ہے کہ کہف کہتے ہیں اس پہاڑی غار کو، کہ جس سے بڑا کوئی غار نہ ہو، یعنی چھوٹے چھوٹے غار اس میں سما جائیں، یعنی چھوٹی چھوٹی پناہ گاہوں کی بھی پناہ گاہ، اسے کہتے ہیں کہف، الوری کہہ کر بات ختم کر دی، یعنی وریؑ ماوریؑ یعنی اس سے بڑھ کر کوئی پناہ گاہ ہے ہی نہیں، علیؑ وہ پناہ گاہ جس پہ کوئی پناہ گاہ نہیں، کہف الوری وہ پناہ گاہ جسے آپ کہتے ہیں فاران کی چوٹی پر غار حرا، میں نے اس کی زیارت کی ہے، کافی دیر بیٹھا ہوں، جہاں پہلی وحی، سورہٴ علق نازل ہوا، اس غار کے اندر جائیے، جس پتھر پر بیٹھے تھے، بہت پر کیف منظر ہوتا ہے، ڈھائی تین گھنٹے لگ جاتے ہیں، چڑھنے میں ہانپ ہانپ کر لوگ چڑھتے ہیں، میں بہت تیزی سے چڑھتا چلا گیا، حالانکہ میں بہت تیز دھوپ میں چڑھا تھا، لیکن جانا ضروری تھا، اس کی بلندی دیکھنی تھی، کہ جہاں آ رہے ہیں اترے ہیں، راتیں گزاری ہیں تو اس پناہ گاہ کو چھوڑ کر آپ کہاں جا رہے ہیں، تو پتہ چلا کہ اب چھوٹی پناہ گاہ کو چھوڑ کر، بڑی پناہ گاہ کی طرف کا سفر ہے، دیکھنا یہ ہے کہ وہ کون سی پناہ گاہ ہے، جس کی طرف یہ نبی جا رہے ہیں، اور ابھی سورہٴ علق نازل نہیں ہوا، پہلی وحی نہیں آئی، ابھی جیو پر میرا پروگرام آپ دیکھیں گے، شان نزول وحی، اس سے یہ باتیں میری ملائیے گا، جو باتیں میں آپ کو بتا رہا ہوں، علیؑ نے پہلی وحی کا منظر کھینچا ہے نج البلاغہ میں ابھی پہلی وحی نہیں آئی، اور وحی سے پہلے کچھ باتیں ہوئیں ہیں، اللہ کی محمدؐ سے، غار سے دو پہر



میں اترے، اور حملہ بنی ہاشم میں آئے، اب بارہ چچا ہیں، اور ہر ایک کے دروازے ہیں، ہر دروازے کو چھوڑا، عباس بن عبدالمطلب کے دروازے سے گزرے، آگے بڑھ گئے، حارث بن عبدالمطلب کے دروازے سے گزرے، آگے بڑھ گئے، حمزہ بن عبدالمطلب کے دروازے سے بڑھے آگے بڑھ گئے، اور جا کر ٹھہرے ابوطالب کے دروازے پر، دروازہ کھولا، آئے، آ کر حجرے کے در پر بیٹھے، ابوطالب نے چہرہ دیکھا، اب تمام مورخین نے لکھا، کہ جب بھتیجے کا چہرہ دیکھتے، تو ابوطالب کے آنسو چلتے جب کوئی پوچھتا کہ یہ آنسو، تو آپ کہتے کہ مجھے بھتیجے کو دیکھ کر اپنا بھائی یاد آ جاتا ہے، آئے بیٹھے، چچا نے بھتیجے کو دیکھا، اور ایک بار کہا، کہ میرے لعل میرے بیٹے، بے وقت کیسے آئے، یہ دو پہر میں کیسے آئے، یہ چڑھتے ہوئے دن میں کیسے آئے، بھئی عربی میں کہا ہو گا نا، کہ چڑھتے ہوئے دن میں کیسے آئے، تو لفظ ضحیٰ آیا ہو گا نا، میں تو اردو میں کہہ رہا ہوں، کیا بات ہے تمہارے چہرے سے تشویش ظاہر ہو رہی ہے، کہا چچا مجھ سے پوچھا گیا ہے، اب یہ تو گھر کی باتیں ہیں، اب گھر والے جانیں، اب جب وحی آئے گی تو امت کو پتہ چلے گا، تو پہلی وحی، امت الگ سے باتیں شروع کرے گی، اس سے پہلے کی باتیں امت کو کیا معلوم، اگر پہلے کی باتیں پوچھنا ہیں، تو گھر والوں سے پوچھیے گھر والے بتائیں گے کہ چالیس برس کی عمر کیسے گزری ہے، وہ باتیں آپ نہیں بتا سکتے۔ آپ تو نبیؐ کو جب سے جانتے ہیں، جب سے نبیؐ بنے، آپ نے امت کی گود میں کب دیکھا ہے، منالیجے عید میلاد النبیؐ، لیکن وہ مناظر آپ نے دیکھے کہاں، جنہوں نے دیکھے ہیں، دل کی آنکھوں سے، وہ اب تک دیکھ رہے ہیں، اس لئے کہ سینہ بہ سینہ آ رہا ہے، کہیں تو اہمیت دیجئے، کہیں تو اعزاز دیجئے، ہر چیز تو نہیں چھینی جاتی، مادی چیزیں چھن جاتی ہیں، روحانی سرفہر نہیں چھینا جاسکتا ابوطالبؑ نے محمدؐ سے پوچھا، چڑھتے



ہوئے دن میں کیسے آئے میرے لال، تو کہا کہ اللہ نے کہا ہے کہ تم ہم پر وحی کا بوجھ ڈالنا چاہتے ہیں، پورے دین کا بوجھ تمہارے کاندھے پر ڈالنا چاہتے ہیں، اب تم بتاؤ کہ پہلی وحی آئے تم دین کا بوجھ اٹھا سکتے ہو، تو میں نے یہ سوچا، کہ پہلے بیچا سے تو پوچھ لوں (نعرہ حیدری، نعرہ صلوٰۃ) چچا آپ کا کیا خیال ہے، کاش ہم سب وہاں ہوتے، تو ابوطالب سے یہ کہتے کہ منع کر دیجئے، خواہ مخواہ کی ایک اُمت بنے گی، اور آپ کو کافر کہے گی، کیا آپ کو منظور ہے، کہ آپ کو کافر کہا جائے، اس سے بہتر ہے، کہ یہ سب قصہ یہیں رہنے دیجئے، کہیے کہ میں یہ ذمہ داری نہیں لے سکتا، میں تمہارا سر پرست نہیں بن سکتا، میں تمہارا ساتھ نہیں دے سکتا، میں بوزھا ہو گیا ہوں، میں تمہارا ساتھ کیسے دوں گا؟ نہ میرے پاس لشکر ہے، نہ میرے پاس فوج ہے، نہ میرے پاس گھوڑے ہیں، نہ تلواریں ہیں، بچے میرے کوئی جش میں ہے، کوئی ابھی نو نہال ہے، کوئی ابھی نو جوان ہے، کیا عمر ہے اس کی ایک اکیلا بیٹا کیا کرے گا، میرے سارے بھائی میرے ساتھ نہیں، اور مکہ کے حالات تمہیں معلوم ہیں، یہاں کہاں اعلان کرنے جارہے ہو، رہنے دو بس دین کو عیسیٰ پہ ختم ہو جانے دو، بس عیسائی کافی اور عیسیٰ نبی کافی ہے اب میں کہاں ساتھ دوں، ہو سکتی تھی یہ گفتگو، کہ نہیں ہو سکتی تھی، امکان میں تھا، اگر کوئی اور گفتگو ہو، تو اُمت احسان مانے گی نا ابوطالب کا، اب غور کیجئے گا، کیا گفتگو ہوئی، چچا نے بھیجے سے کہا، بھیجنا جو کچھ کہنا چاہتا تھا وہ کہہ چکا، جب آئے تو مخاطب کیا تھا، کہ میرے لعل بے وقت کیسے آئے، جیسے ہی کہا وحی آنے والی ہے دین کی، ذمہ داری آنے والی ہے دین کی ذمہ داری ملنے والی ہے، اعلان کے لئے پوچھا گیا ہے، تو اب لہجہ بدلا، ابھی تک کہہ رہے تھے میرا لعل، میرا بیٹا، اب جو گفتگو شروع ہوئی، اے میرے سید و سردار، سرداری دی کس نے، اے سید و سردار، پھر دیر کیا ہے، لے لیجئے آپ ذمہ داری، اور



جس دن آپ نبوت کا اعلان کریں گے، یہ ابوطالب کا وعدہ ہے، کہ ان سارے عربوں کو گھیر کر اس طرح لائیں گے، جس طرح چرواہا اپنے جانوروں کو گھیر کر تھان پر لاتا ہے، لاتا ہے، سب عربوں کو گھیر کر لائیں گے، اور آپ کے قدموں میں گرا دیں گے اور اگر کوئی ہاتھ اٹھے گا، تو جسم پر ہاتھ نہیں رہے گا، تبت یسا اور اگر آنکھ اٹھے گی، تو چہرے پر آنکھ نہ رہے گی، بڑھئے، آگے بڑھئے، سید و سردار، اب جا کے کہیں، تو سورہ علق نازل ہو، اب آغاز اسلام ہو تو اب کہیے نا کہ ابوطالب نقطہ آغاز اسلام ہیں، کیا حرج ہے کہنے میں، اسلام کے آغاز کا نقطہ ابوطالب، قرآن کے آغاز کا نقطہ بیٹا، وہ باپ ہے، یہ بیٹا ہے نقطہ، نہ یہ رکھیں نہ وہ رکھیں، تو نہ اسلام شروع ہونہ قرآن، ابن ابی الحدید معتزلی، معتزلہ فرقے کا مشہور ادیب اور شاعر ہے، عباسی کتب خانے کا بغداد میں منتظم ہے، اور سینکڑوں کتابیں لکھیں، تو اس نے قصیدہ لکھا تو اس نے کہا کہ حضور کے دو ہی سر پرست تھے، مکے میں ابوطالب تھے، اور مدینے میں علی تھے، وہ باپ تھا، یہ بیٹا تھا، نہیں ہے کوئی سر پرست، کہہ دوں جملہ کہ اگر ابوطالب اور علی کے ساتھ، کوئی سر پرستی میں حصہ دار ہوتا، تو اس کا گھرانہ بھی دشمنی کا مرکز بن جاتا، کس کی اولاد کو مارا جا رہا ہے کس کی اولاد کو قتل کیا جا رہا ہے۔ ابوطالب اور علی کی اولاد کو، صرف اس بات پر قتل کیا جا رہا ہے، کہ اگر شروع میں تم محمد کی سر پرستی نہ کرتے، تو ہم خود بنا لیتے، ابوسفیان کو نبی، انتخاب کر لیتے رائے شماری سے نبی بنا لیتے، حسرت تو یہی تھی، اگر ایسا نہیں تھا، تو اسلامی حکومت بنی امیہ تک کیوں پہنچائی گئی، یزید تک کیوں گئی، کیوں قصیدہ خوانی ہوئی محمد کے دشمنوں کی، صرف اس بات پر کلہ پڑھ لیا، صرف کلے کو بہانہ بنایا ہوا ہے، اور جو کلے کے سر پرست بن گئے، جنہیں ابوطالب کہتے ہیں، اب ترجمہ کر رہا ہوں، والضحیٰ اس چڑھتے ہوئے دن کی قسم، کہ جب محمد نے آ کر ابوطالب سے پوچھا، کہ آپ



میری مدد کریں گے، سورہ ابوطالب کے لئے ہے، اس وقت کی قسم، جب ابوطالب سے پوچھا گیا، آپ ساتھ دیں گے، اور جب وعدہ ہوا، اقرار نامہ ہوا اَلْیَسْلُ اِذَا سَجَسَ۔ جب رات چھا جائے، اس رات کی قسم کہاں چڑھتے ہوئے دن کی قسم، کہاں رات کی قسم، جو وعدہ کیا تھا، ابوطالب نے، وہ راتوں میں پورا کر دیا، جب شعب ابی طالب میں محمد سو جاتے، اور رات چھا جاتی، رات تاریک ہو جاتی، محمد سو جاتے، محمد کو ہٹاتے، کبھی علی کو لٹاتے، کبھی عقیل کو لٹاتے، ان راتوں کی قسم، جب وعدہ نبھا دیا اور رسالت کی حفاظت کی، شعب ابی طالب میں، چڑھتے ہوئے دن میں وعدہ کیا، اور رات کی تاریکی میں بچوں کی قربانی دی، اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْمًا فَاَوٰی کیا ہم نے تمہیں سر پرست نہیں دیا، ہم نے تمہیں ابوطالب جیسا سر پرست دیا، ایک چچا اگر دشمنی پر آمادہ ہے، تو اور چچا بھی دشمنی پر آمادہ ہوتے، اللہ کا یہ کہنا کہ، بچا کے دل میں یہ ڈال کر سر پرست بنایا، تو ابوطالب جو کچھ کر رہے ہیں، وہ ان کا اپنا عمل نہیں ہے، بلکہ خدا کا عمل ہے، یہ حکم الہی سے ایسا ہو رہا ہے، تو ابوطالب کو کیا پروا ہے، کہ زمانہ انہیں کافر کہے، یا کیا کہے، انہوں نے کبھی پلٹ کے پوچھا، کہ محمد ہم تو چلے جائیں گے، امت بن جائے گی، تمہاری نبوت پوری ہو جائے گی، یہی تو کمال ہے ابوطالب کا، جو اس وقت میں عرض کرنا چاہتا ہوں، کہ ایک بار بھی نہیں پوچھا، کہ میرا مقام کیا ہے جنت میں، مجھے کیا ملے گا، مجھے اسلام میں عہدہ کیا ملے گا، جب خلافت مل گئی، اور دھوم دھام ہو گئی تو نوے سال کے بوڑھے ابوقحافہ کے پاس لوگ گئے، کہ مبارک ہو آپ کے بیٹے کو خلافت مل گئی، کہا کیسے مل گئی، کیا وہاں بنی ہاشم نہیں تھے، کہا تھے تو مگر جو سب سے بزرگ تھے، اس کو دی گئی ہے تو باپ نے کہا، کہ اس کا بزرگ تو میں ہوں، ہر بوڑھا اس حسرت میں تھا، کہ شاید نبی کے یہاں کوئی عہدہ ہمیں مل جائے، واحد بوڑھے، اسلام میں ابوطالب



ہیں، جنہیں کوئی عہدہ نہیں چاہئے تھا، کوئی منصب نہیں چاہئے، کچھ لوگ خدمت کرتے ہیں، اور پلٹ کر نہیں دیکھتے، کہ اس کا صلہ کیا ملے گا، اور وہ نام گنوا دوں آپ کو، جان لگا کے، جی توڑ کے، جان کو فدا کر کے کچھ لوگوں نے اسلام کی خدمت کی، مگر نہ اپنے مالک سے، نہ نبی سے، نہ ولی سے، نہ امام سے، یہ نہیں پوچھا کیا ملے گا کونسا منصب ملے گا، کون سی شہرت ملے گی، کیا عظمت ملے گی، ان میں تین نام بڑے ہیں، ایک ابوطالبؑ، ایک عباسؑ، ایک زینبؑ، خدمت بے صلے کے کی! کتنے قیمتی نام بتا دیئے ہیں میں نے، کبھی چاہا کہ کچھ چاہئے، وہی ہیں ابوطالبؑ، پوتے ہیں عباسؑ، پوتی ہیں زینبؑ، سلسلہ وفا کا ایک ہے، کیا پروا اور پھر جو خدمت کی، تو روتا ہوا بھتیجا آیا، نماز میں، سجدہ میں اوجھڑی پھینکی گئی، تو چچا کو دیکھ کر رونے لگے، کچھ نہیں کہا، بس یہ کہا، چچا میں کون ہوں آپ کا، روتے ہوئے آئے، نبی ہو چکے، نبی کے پہلو میں بیٹھ کر رونا اور ہے، اور نبی خود کسی کے پاس روتا ہوا جائے یہ اور ہے، کہا میں کون ہوں، کہہ دیتے کہ تم میرے لعل ہو، گود کے پالے ہو، کہا میں آپ کا کون ہوں، کہا تم میرے سید و سردار ہو، تو آپ نے میری حالت دیکھی، بھتیجے کو لے کر خانہ کعبہ میں پہنچے، جیسے ہی مجمع نے دیکھا، کہ ابو طالب آ رہے ہیں، سوچا کہ ایک ایک کر کے چلے جائیں، وہیں سے آواز دی، کہ کوئی اپنی جگہ سے نہ ہلے، یہ ابوطالبؑ کہہ رہے ہیں، ورنہ اپنی تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا، تیغ میں پانی تھا تیغ چلی نہیں ہے، مگر لوگوں کو تیغ کے جوہر تو معلوم ہیں، جوہر تو دیکھیں گے، علیؑ کے ہاتھ سے، کہ تیغ کے جوہر ہوتے کیا ہیں، ہاشمی تلواریں ہوتی کیا ہیں، بدر میں چمکے گی، احد میں چمکے گی، خندق میں چمکے گی، خیبر میں چمکے گی، حنین میں چمکے گی، جمل میں چمکے گی، صفین میں چمکے گی، نہروان میں چمکے گی، کربلا میں چمکے گی، اب جو جائے گی غیب میں، تو پھر ظہور میں چمکے گی، (نعرہ حیدری) ابوطالبؑ نے صرف قبضے پر



باتھ رکھا تھا، کہ کوئی اپنی جگہ سے نہ پہلے سب ٹھہر گئے، قریب گئے، کس نے کیا یہ کام، حضورؐ نے اشارہ کیا، کہ ابن زبیری نے کیا، ابو جہل کے پہلو میں تھا، بڑا سردار کافروں کا سر پرست موجود ہے، ایک طرف ایمان کا سر پرست موجود ہے، کافروں کے سارے سردار سامنے کھڑے ہوئے ہیں، ایک بار حکم دیا، زبیری ادھر آ، سامنے آ، ابوطالبؑ نے کہا محمدؐ اب یہی غلامت اس کے چہرے پر ملی جائے گی، محمدؐ کے لئے تطہیر ہے، کہا حمزہ میرے بھائی، آگے بڑھو، اور یہ اٹھا کے اس کے چہرہ پر ملو، اور اگر کسی میں ہمت ہو تو آ کر بچالے، یہ ہیں ابوطالبؑ (نعرہ حیدری) سازش تھی، سازش میں پتہ نہیں کامیاب ہوئے کہ نہیں، کہ ابوطالبؑ کو کافر لکھ دو، حکومتوں نے لکھوایا، بنی امیہ کے خلفاء نے لکھوایا، بنی عباس کے خلفاء نے لکھوایا، اس لئے، کہ دشمنی علیؑ سے تھی، لیکن علیؑ نے بھی فیصلہ کر دیا ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ علیؑ باغ میں پانی دے رہے ہیں، لوگ آتے ہیں اور یہ وقت بھی آیا، کہ کوئی آیا کہ علیؑ سنا تمہارا باپ جہنم میں جل رہا ہے، کوئی جواب نہیں دیا، پھر کوئی دوسرا آیا پھر کہہ کر چلا گیا، کوئی جواب نہیں دیا پھر کوئی تیسرا آیا پھر کہا، ایسے میں علیؑ نے کہا، کہ گھوڑے پر بیٹھے ہوئے کیا پوچھتے ہو، گھوڑے سے اترو، زمین پر بیٹھو، پھر بات کرو، سامنے بیٹھ کر بات کرو اور جب دیکھا، کہ کوئی آ گیا بڑا بخاری تو کہا، بات ہو ہی جائے تو بٹھالیا، اور سامنے علیؑ بیٹھ گئے، مجمع بیٹھ گیا، ایک لمحے میں علیؑ نے فیصلہ کیا، اور تاریخ میں علیؑ نے لکھوایا کہ تم نے رسولؐ سے مسجد کے منبر سے، یہ حدیث سنی میرے بارے میں کہ علیؑ تقسیم جنت و نار ہیں، علیؑ جنت و جہنم کو تقسیم کریں گے، کہا، ہاں سنی ہے، تو کہا کہ تقسیم تو میں کروں گا، میں اپنے باپ کو، جنت میں لے جاؤں گا، (نعرہ حیدری!) جب آپ نجف میں صدر دروازہ سے داخل ہو گئے، جہاں پر دو دروازے ایک ساتھ آجائیں، قبلہ کی طرف جب ضریح کی طرف بڑھ رہے ہوں گے،



جہاں پر دو دروازے ایک ساتھ آ جائیں، تو آپ دیکھیں گے، کہ اوپر سونے کے حروف سے لکھا ہے، علیؑ قسیم جنت و النار یعنی جنت، اور جہنم تقسیم کریں گے، تو کہا، تقسیم میں کروں گا اور اپنے باپ کو جنت میں لے کر جاؤں گا، علیؑ نے ایک دعوتِ فکری قیامت تک کے لئے، کہ میں تو مالکِ جنت ہوں میں تو اپنے باپ کو بچالوں گا، تم لوگ اپنے باپوں کو کیسے بچاؤ گے (نعرہ حیدری!) امام حسنؑ، حضرت علیؑ کے پاس آئے، کہا بابا کچھ لوگ ہمارے دادا کے بارے میں، یہ تو وہ جانیں جس کے باپ دادا کو کچھ کہا جائے، اور جس کے باپ دادا مرتبے والے ہوتے ہیں، وہی اس گفتگو کو آگے بڑھاتے ہیں، ورنہ اور لوگوں کی بات ہو، تو ہمیں دبا دو، ہاں بھی ہمارے باپ دادا بت پرست تھے، اب اس بحث کو جانے دو، تو پتہ چلا کہ یہ بحث اسی لئے چل رہی ہے، کہ نہ کسی کے باپ پر بات ہو سکتی ہے، نہ کسی کے دادا پر بات ہو سکتی ہے، اور علیؑ نے فخر سے کہا، کہ میرے باپ، ابوطالب اور نبیؐ کے باپ عبد اللہ، ان کے باپ عبد المطلب ان کا باپ ہاشم، ان کے باپ عبد مناف، ان کے باپ قصی، ان کے باپ کلاب، ان کے باپ لوی، ان کے باپ غالب، ان کے باپ ہمسع، ان کے باپ اسمع، ان کے باپ کنانہ، ان کے باپ نذر، ان کے باپ عدنان، کسی نے بت پرستی نہیں کی، یہ سب دین ابراہیمی پر تھے، اور کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے، نبوت کے آنے سے پہلے، سب نمازی تھے، سب مسلمان تھے کون گنوائے گا، نبی کا سلسلہ، نبی سے پہلے، اور اسی لئے بحث ہے، یہ کوئی نہیں کہتا، عبد المطلب کافر تھے، یہ کوئی نہیں کہتا، کہ عبد اللہ کافر تھے، یہ کوئی نہیں کہتا کہ ہاشم کافر تھے، یہ کوئی نہیں کہتا قصی، کافر تھے کہ یہ سلسلہ حضرت ابراہیمؑ تک جا کر رکے گا، سارا سلسلہ سارا زور ابوطالب پر ہے، اس لئے کہ ایک قوم ابوطالب سے پیار کرتی ہے، (نعرہ حیدری) علیؑ نے حسن سے کہا بیٹا جاؤ اگر کسی نے



کچھ کہا ہے، جمع میں جا کر اعلان کر دو، اور جا کر بتا دو، کہ پانچ نور، پورے محشر کے میدان میں چھا جائیں گے، جہاں پر ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء ہوں گے، اس میدان میں پانچ نور چھا جائیں گے، ایک عبدالمطلب کا نور، ایک عبد اللہ کا نور، ایک ابوطالب کا نور، ایک عقیل کا نور، ایک جعفر کا نور، اور جب یہ پانچ نور چھا جائیں گے، تو اللہ سب سے پہلے ابوطالب سے یہ حکم کرے گا، کہ ابوطالب جس جس کو تم چاہو، محشر کے میدان سے بخشتو کر اپنے ساتھ لے جاؤ، تو کیا حرج ہے، کہ اگر ہم ابوطالب کی مدح کرتے ہیں، جب محشر میں ہم پر ابوطالب کی نظر پڑے گی تو ابوطالب کی نظروں میں ہم بھی آجائیں گے، اور ابوطالب یہ کہہ کر پکاریں گے کہ تم نے ہمارا ذکر کر کے شان رسالت بڑھائی ہے، اس لئے آؤ ہمارے ساتھ آ جاؤ، کیا کہنا، آپ کا اے ابوطالب نہیں مانگا صلہ، جب کہ یہ معلوم تھا، کہ میری اولاد سے قیامت تک دشمنی کی جائے گی اس بات کی کہ نبی کی سرپرستی کیوں کی ابوطالب نے کہا اس بات کی پرواہ نہیں، علی اگر تمہاری جان بھی چلی جائے نبی کی حفاظت کرتے کرتے، تو ابوطالب کو اس بات کی کوئی پرواہ نہیں، جعفر جاؤ جا کر حفاظت کرو، یوں فدا کر دیا، بیٹوں کو، یوں آغاز کر بلا کر دیا ابوطالب نے، اب اولاد نہیں بچے گی، کر بلا نام ہے اولاد ابوطالب کی قربانیوں کا، کر بلا میں ہر قبیلہ کے دو دو لوگ آئے ہیں، لیکن خاندان کے لوگ جو گئے ہیں، وہ سب ابوطالب ہی کی اولاد تھے، طالبی تھے، پھر سے گنوا دوں، عبدالمطلب کے بارہ بیٹے تھے، سب کی سلیس تھیں بارہ بیٹوں میں سے صرف دو بیٹوں کی اولاد کر بلا آئی، دس کی نہیں آئی، دو کی آئی عبد اللہ اور ابوطالب، عبد اللہ کے بیٹے محمد، محمد کی بیٹی فاطمہ، ابوطالب کے بیٹے علی اور علی کے بیٹے حسین، تو دو ہی بھائیوں کی نسل تو ہوگی، حسین جو ہیں، وہ عبد اللہ کی نسل سے بھی ہیں، اور ابوطالب کی نسل سے بھی ہیں، اب میں گنوائے



دیتا ہوں، کہ خاندان میں کون کون آیا، ابوطالب کے چار بیٹے طالب، عقیل، جعفر، علی، طالب کا حال پڑھوں گا، کسی دن عقیل کے بارہ بیٹے، سب کے سب کربلا میں قتل ہو گئے یہ سب کے سب طالبی، یہ سب ابوطالب کے پوتے تھے، جناب عقیل بن ابی طالب کے بیٹوں میں جعفر بن عقیل، عبداللہ اکبر بن عقیل، موسیٰ بن عقیل، مسلم بن عقیل، سعید بن عقیل، عبداللہ اصغر بن عقیل، محمد اکبر بن عقیل، محمد اصغر بن عقیل، بارہ بیٹے کربلا میں شہید ہو گئے، مسلم کوفہ میں شہید ہو گئے، گیارہ بیٹے یہاں آ گئے، یہ سارے بیٹے علی کے داماد ہیں، جعفر، ابوطالب بیٹے، جعفر کے تین بیٹے، سب سے بڑے عبداللہ بن جعفر طیار اس کے بعد عون بن جعفر طیار، محمد بن جعفر طیار، عبداللہ بن جعفر طیار کے بیٹے عون و محمد ہو گئے، طالبی، اب چوتھا بیٹا علی، علی کے گیارہ بیٹے کربلا میں شہید ہوئے، بارہ عقیل کے، دو پوتے جعفر طیار کے، گیارہ بیٹے علی کے اور علی کے بیٹوں کے بیٹے، حسن کے بیٹے، حسین کے بیٹے، عباس کا بیٹا، بیٹوں کے بیٹے، یعنی ابوطالب کے پوتے، اور پوتے یوں بنا نقشہ کربلا کا، یعنی بنی ہاشم میں سے سوائے ابوطالب کے، کسی کا خون کربلا میں، خاک شفا میں شامل نہیں ہے، یہ ہے کربلا، اور اگر سمیٹوں اس کو تو یوں کہوں، کہ اسلام کی حیات کے تین ادوار ہیں، سمیٹا ہوں اسلام کو، اسلام کا تعارف ہوگا، تو یوں ہوگا، اسلام کا پہلا دور ہے، اسلام بنانا، دوسرا دور ہے اسلام پھیلانا، تیسرا دور ہے، اسلام بچانا، تین دور ہیں، پہلا دور مختصر، دوسرا دور مختصر، تیسرا دور قیامت تک، اسلام کو قیامت تک جانا ہے ارشاد الہی ہے کہ ہم نے پسند کر لیا ہے، دین اسلام کو تو حفاظت کا جو دور ہے، اسے قیامت تک جانا ہے، اور یہ دور ہے بڑا، جو بھی کام ہوگا، وہ بڑا ہوگا، اور جس کے سپرد ہوگا، وہ بھی بڑا ہوگا، پہلا دور اسلام بنانا ہے، یہ تینوں کام محمد کو کرنے ہیں، یہ تینوں کام نبی کو کرنے ہیں، اسلام بنانا ہے، اسلام پھیلانا ہے،



اسلام بچانا ہے، جو کام بھی ہوگا وہ نبی کا کام ہوگا، جب اسلام بن رہا تھا، تو ابوطالب نے بنایا، تو پہلا دور ختم ہوا اور جب اسلام پھیل رہا تھا، تو علی نے پھیلا یا، اور جب اسلام کو بچانا تھا، تو حسینؑ نے بچایا ہے کون حصہ دار ہے، دادا، بیٹا، پوتا، بنایا دادا نے، پھیلا یا بیٹے نے، بچایا پوتے نے، ہے کوئی اور نام تو بتادیں، کوئی حصہ دار ہے، بنانے میں کوئی حصہ دار ہے، پھیلانے میں کوئی حصہ دار ہے بچانے میں کوئی حصہ دار، اب جو بھی کام ہوگا جو بنے گا وہ سارا حصہ ابوطالب کا ہوگا، پھیلانے میں، جو حصہ دار، سارا حصہ علی کا، بچانے میں جو حصہ دار، سارا حصہ حسین کا، سارے کر بلا والے، حصہ حسین کا، اب جو حسین سے وابستہ ہو جائے، وہ بچانے والوں میں، جو ابوطالب سے وابستہ ہو جائے، وہ بنانے والوں میں اور جو علی سے وابستہ ہو جائے، وہ پھیلانے والوں، میں کتنا آسان نسخہ بتا دیا، دعوت فکر ہے، اور کیا اچھا ہے جو تینوں سے وابستہ ہو جاؤ، ناتا، ہم بچائیں گے، تو قیامت تک کے لئے بچائیں گے پھر اسلام کسی سے بھیک نہیں مانگے گا، سر بھی کٹ جائے، تب بھی ہم ہی بچائیں گے، جسم رہے گا، کر بلا میں سر رہے گا، سفر میں ادھر جسم بچائے، ادھر سر بچائے، دو سو پینتالیس معجزات ہیں سر حسینؑ کے، سر کٹنے کے بعد، اگر صرف دو سو پینتالیس معجزات پڑھوں، تو عشرہ پورا ہو جائے جو سر حسینؑ سے رونما ہوئے، سر جسم سے جدا ہوا، معجزات شروع ہو گئے، نیزے پر چڑھا، آنکھیں کھلی تھیں، بہن کا سر کھلا دیکھا، تو آنکھیں بند کر لیں، آج اس پر تقریر ختم کر رہا ہوں، صرف سر حسینؑ پڑھوں گا، میرے بھائی بابر روز فرمائش کر رہے ہیں، کہ زینب کا سفر پڑھ دیجئے، منزلیں پڑھ دیجئے، بیٹا ہمت نہیں پڑ رہی، تمہاری فرمائش اپنی جگہ، میں ایک ایک منزل پڑھوں گا، کر بلا سے کوفہ، کوفہ سے قادسیہ، موصل قصرین اور حلب ہوتے ہوئے سوار، یٰ جو زینب کی بچنی ہے، ہر منزل پڑھوں گا، کہ کس منزل پر کیا ہوا، اگر ہمت



پڑی، یہ تو ہمت کی بات ہے، ورنہ اندر سے دل کا چنے لگتا ہے، آج بھی سوچ رہا ہوں، کہ ادائیگی کیسے ہوگی، حسینؑ کے سر کا سفر شروع ہوا، کوفہ میں عماری آئی، بھائی نے آنکھیں بند کر لیں، بہن عماری میں، بھائی کی سواری نوک نیزہ پر، میں بہت مختصر مختصر پڑھوں گا، ظاہر ہے دوسو پینتالیس تو نہیں پڑھ سکتا، جتنے بھی میں پیش کر سکا بس ایک سفر ہے، سر حسینؑ کا کبھی نیزے پہ چلتا ہے، کبھی نیزہ رکھتا ہے، اور کبھی زمین میں گڑ جاتا ہے، اور جب رک جاتا ہے، تو اشقیاء تازیانہ لے کر سید سجاد کے پاس آتے ہیں کہ تمہارے باپ کا سر بڑھتا کیوں نہیں، قیامت گزرتی ہے اسیروں پر، اب زنجیر سنبھالے بیٹا، نیزے کے نیچے آتا ہے، اور کہتا ہے، تازیانے نہیں کھائے جاتے بابا، آگے کیوں نہیں بڑھتے، کہا سید سجادؑ، راستے میں سیکینہ اونٹ سے گر گئی ہے، میری سیکینہ اونٹ سے گر گئی ہے، بابا آگے بڑھئے، سیکینہ کو ہم لے آئے، سر آگے بڑھ گیا، بازاروں سے نکل رہا ہے، سورہ کہف کی تلاوت کر رہا ہے، زید بن ارقم، صحابی رسولؐ سورہ کہف سن کر کہتے ہیں، تیرا قصہ تو، اصحاب کہف سے بھی زیادہ عجیب تر ہے، ہم سن رہے ہیں، حسینؑ تم تلاوت کر رہے ہو، تلاوت کرتے ہوئے حسینؑ کا سر آگے بڑھتا جاتا ہے، جب یہ خبر ملتی ہے، کہ لشکر آ رہا ہے، اور سرور کو لوٹ لیں گے، تو شرم کہتا ہے، سرور کو صندوق میں رکھ کر، تالا لگا کر، سرور کو محفوظ کر دو، ہم مقابلہ کریں گے، بعض منزلوں پر لوگ صرف اس لئے آئے، عیسائی آگئے تلواریں لے لے کے، نبیؐ کے گھروالوں کو تم لے جا رہے ہو، اس طرح سے، نبیؐ کا احترام نہیں کرتے، پرچہ آ گیا قرآن کی اس آیت پر کہ نصاریٰ اور یہودی تمہارے دوست نہیں ہو سکتے، میرے بھائی آج جا کر سورہ یسین پڑھئے گا، ترجمہ کے ساتھ غور سے پڑھئے گا، اس میں یہ بھی ہے کہ یہ نصاریٰ اور عیسائی آتے ہیں، اور قرآن کی آیات سن کر روتے روتے سجدے میں گر جاتے ہیں، جہاں



عیسائیوں کی مذمت ہے، وہاں تعریف بھی ہے قرآن میں، اور یاد رکھیے، ہر قوم میں اچھے بھی ہوتے ہیں، اور برے بھی ہوتے ہیں، اور یاد رکھئے قرآن بروں کی مذمت کرتا ہے، اور اچھوں کی تعریف کرتا ہے وہ کہیں کے بھی ہوں، اسی لئے قول رسولؐ ہے، علم کہیں بھی ملے لے لو، اس میں شرط نہیں ہے، مومن کی اور مسلمان کی، اگر مشرک و کافر کے پاس بھی علم ہو، تو لے لو، اس لئے کہ علم پسند لوگ جو ہوتے ہیں، وہ برے نہیں ہوتے، اسی لئے نبی کا یہ قول، کہ ہم مشرک و کافر کی حکومت باقی رہنے دیتے ہیں مگر ظالم کی حکومت چاہے مسلمان ہی کیوں نہ ہو، ختم کر دیتے ہیں کیا اب تک تاریخ غور سے نہیں پڑھی اور دنیا قول رسولؐ کو سمجھی نہیں، عجیب بات ہے اگر مسلمان ظالم ہے تب بھی احترام ہوگا، اگر عیسائی حسین کا احترام کر رہا ہے تب بھی اس سے دشمنی ہوگی، کوئی عدل بھی ہے، اسلام عدل کی دعوت دیتا ہے، اگر ایک نصرانی سر حسینؑ کو اٹھا کر سینے سے لگا لے، تو وہ دوست ہے، اگر ایک مسلمان زینبؑ کے سر سے چادر چھین لے تو وہ دوست نہیں ذلیل اور جہنمی ہے، جہالت کی باتیں مت کرو، کیا عیسائی ابوطالبؑ کو کافر کہہ رہا ہے، یا یہودی ابوطالبؑ کو کافر کہہ رہا ہے، مسلمان ابوطالبؑ کو کافر کہہ رہے ہیں، عدل کی نگاہ سے دیکھو اور آیت کو آیت سے ٹکرایا نہ کرو، مثال میں نے دی، پہلے پورے قرآن کا مطالعہ کرو، تفسیر دیکھو، اور رسولؐ کے اقوال آئمہؑ کے اقوال دیکھو، اگر دشمنی ہوتی، عیسائیوں سے، تو مہلبہ میں کبھی اس طرح نہ جانے دیتے، ہٹ گئے سامنے سے، اس لئے کہ لعنت تھی، عیسائیوں نے لعنت نہیں لی، نہ جھوٹے بے نہ لعنت لی مقابلے سے، ہٹ گئے، اور جب جانے لگے، تو احترام کے ساتھ رسولؐ سے رخصت ہوئے، جب رسولؐ بیٹھے تھے، اور سارے عیسائی راہب آئے ملنے کے لئے، تو نبیؐ کا نواسا حسینؑ زانو پے تھا، اور راہب نے کہا، ہم جاتے ہیں، لیکن ہم چاہتے ہیں، کہ آپ



دعا کریں، سمجھ تو گیا کہ یہ دعا کریں، تو آسمان زیر و زبر ہو جائے، معرفت تھی، عیسائیوں کے پاس، وہ پختن کو پہچان گئے، جب ہی تو کہا، وہ چہرے دیکھ رہے ہیں کہ اگر یہ اشارہ کر دیں، تو پہاڑ اپنی جگہ چھوڑ دیں، مسلمان تو پختن کے معجزوں ہی کو نہیں مان رہا عیسائی معجزہ مان رہے تھے، وہ جانتے تھے، کہ یہ پہاڑ کو ہلا سکتے ہیں یہ مسلمانوں کی بزدلی ہے، احقانہ سوچ ہے، محبت کہیں سے بھی ملے اہل بیت کی اس کو لے لو، محبت اہل بیت ہی تو سب کچھ ہے، نیولین بونا پارٹ، حملہ ہوتا ہے برطانیہ کا، تورات بھر جا گتا ہے، اور ایک مرثیہ حسین کا لکھتا ہے یہ بھی ایک موضوع ہے، اس پر بھی ایک عشرہ پڑھ چکا ہوں، عالمی ادب میں اہل بیت کے مقام پر ایک عشرہ میرا محفوظ ہے موجود ہے، عیسائی کتابوں میں کیا مدح ہے، کیا مدح کی گئی ہے اہل بیت کے لئے، مسلمان اس طرح مدح نہیں کر سکتے ہیں، ابھی عید میلاد النبی شروع ہوگا، دیکھیں گے، کتنی مدح اہل بیت کی ہوتی ہے پی ٹی وی سے، اور اخبارات میں کتنی تعریف اولادِ رسول کی کی جاتی ہے، نیولین نے رات بھر حسین کا مرثیہ لکھا، اور کہا حسین ابن علیؑ، آپ سے مدد طلب کرتا ہوں، فرانسیسی زبان میں مرثیہ موجود ہے، الیکزینڈر گونٹل مشہور شاعر ہے فرانس کا، ڈھائی سو بند کا مرثیہ علیؑ اصغر پر لکھا، جنگ عظیم ہو رہی تھی، اور اس نے درخواست کی اقوام متحدہ سے، کہ لڑائی بند کر دو عورتیں بیوہ ہو رہی ہیں، بچے یتیم ہو رہے ہیں، اور ہم نے یورپ کے چھوٹے بچوں کی ایک انجمن بنائی ہے، وہ چھوٹے بچوں کی انجمن تم سے درخواست کرتی ہے، کہ جنگ بند کر دو، اور ان چھوٹے بچوں نے اپنا سردار چنا ہے حضرت علیؑ اصغر کو، اور یہ مرثیہ میں نے لکھا ہے اقوام متحدہ کے لئے، معصوموں کا ستارہ اس کا ترجمہ ہے، الیکزینڈر گونٹل عیسائی ہے، ڈھائی سو بند کے مرثیے ہیں، جناب رباب کا حال لکھا، بتایا کہ جب اس جینی، تو دو چھینیں، اور فضا میں بلند ہوئیں، جب بچے



کالاشہ ماں نے دیکھا، یہ الیگزینڈر گوتل نے لکھا ہے، کہ دو چیخیں اور بلند ہوئیں، ایک آسمان چیخا، اور ایک زمین چیخی، اللہ اکبر مطالعہ کرو اور وسعت قلب پیدا کرو اپنے اندر، روشن ضمیر بنو، روشن فکر بنو، تعصب سے کام نہیں چلے گا، جس طرح نبیؐ نے، جس طرح علیؑ نے، حکومت ملی تو اپنے منشور میں اعلان کیا، کہ نہ گرجے توڑے جائیں گے، نہ عیسائیوں کو عبادت سے روکا جائے گا، جب ہی تو علیؑ کے خطبات میں آ کر عیسائی بیٹھ گئے، کسی تقریر میں عرض کروں گا، کہ عیسائی راہبوں نے آ کر کس طرح علیؑ سے سوال کئے، علم سے قریب آئے، کیوں، نہیں مارتے تھے عیسائیوں کو، اس لئے کہ ایک دن یہی تو کلمہ پڑھ کر آئیں گے، کیا تم علیؑ کا یہ قول بھی بھول گئے، کہ میدان جنگ میں علیؑ کی تلوار صلبوں کو دیکھ کر چلتی ہے، کافر کو علیؑ چھوڑ دیتے تھے، کہ اگر دسویں پشت میں کوئی مومن آنے والا ہے، تو اسے چھوڑ دیتے تھے، آپ اسلام کا فلسفہ ہی نہیں سمجھ رہے ہیں، کہ کافروں اور مشرکوں کو اس لئے نہیں مارا جاتا، کہ وہ کافر اور مشرک ہیں، کیوں اللہ تمام مشرک حکومتوں کو فنا نہیں کر دیتا، امریکہ کو کیوں نہیں ختم کر دیتا، روس کو کیوں نہیں فنا کر دیتا، برطانیہ کو کیوں فنا نہیں کر دیتا، لیکن اللہ کو معلوم ہے کہ ایک دن یہی کلمہ پڑھ کر، مہدیؑ کی فوج میں آئیں گے، آپ کو دنیا کا فلسفہ ہی نہیں معلوم، اللہ اگر چاہے تو ساری انسانیت کو فنا کر دے، جو کلمہ نہ پڑھے جو کافر و مشرک ہو، سب کو غرق کر دے، عذاب لے آئے، اللہ کہتا ہے، ہم نے سب کو چھوڑ دیا ہے، ایک دن ان سب کو کلمہ پڑھ کر دین اسلام کی طرف آنا ہے، وہ کردار پیش کرو، کہ تمہارے کردار کو دیکھ کر، یہ کلمہ پڑھ لیں، کیوں نہیں مسلمان وہ کردار پیش کرتا، کہ قدموں میں آ کر گر جائیں، کہ یہی ہے سچا دین، سچے دین کو دکھانے کے لئے ان ہستیوں کو دکھانا پڑے گا، **کونو مے الصادقین** جو سچے تھے، تو جب جھوٹوں کو دکھاؤ گے تو کوئی نہیں آئے گا، یہ سر حسین



عیسائیوں کو کلمہ پڑھوا رہا ہے، راہب اتر اتر کے آتے رہے، کہ ہم نے کسی سر کو بوتے نہیں دیکھا، عیسائی راہب گود میں سر حسین رکھ کے کلمہ پڑھتے رہے، کوئی اور بھی تھا، تازیانے برسا رہے ہیں مسلمان سید سجاد پر، اور عیسائی کہتے ہیں، کہ نبی کے بیٹے کا سر ہے، ہم چھین لیں گے، ہم غورتوں کو چادریں دیں گے، صندوق میں بند کر دو، اور ہاں جب چلتا سر حسین نیزہ پر، اور جس طرف علی اکبر کا سر ہوتا، جدھر وہ آدمی سر لے کر چلتا حسین کا سر مڑ جاتا، جدھر علی اکبر کا سر جاتا، حسین اُدھر مڑتے جاتے، سر صندوق میں بند کر دیئے گئے، ایک صندوق میں علی اکبر کا سر تھا، ایک صندوق میں حسین کا سر، آگے کی منزل پر سر نکالے گئے، کہ پھر نیزہ پر چڑھائے جائیں، صندوق جو کھولا گیا، تو سر حسین اس صندوق میں نہیں تھا، شہر تازیانے لے کر آ گیا، سید سجاد کے پاس، جو لفظ اس نے کہے اور مقتل نے لکھے، وہ نہیں کہوں گا، تمہارے باپ کا سر اس صندوق میں نہیں ہے، تو بے اختیار سید سجاد نے کہا تازیانہ مت مار، تجھے پتہ نہیں میرے بابا علی اکبر کو بہت چاہتے ہیں، جس صندوق میں میرے بھائی علی اکبر کا سر ہے، وہ صندوق کھول کر دیکھ، اب جو صندوق کھولا گیا، دیکھا حسین کا سر علی اکبر کے رخسار پر رخسار رکھے ہے آواز آرہی ہے یا ولد علی اکبر، میرے لعل علی اکبر، یہ ہے سر حسین کا سفر بہت گریہ کر رہے ہیں آپ، بڑی نورانی مجلس ہے، آج پانچویں مجلس ہوگئی، آدھا عشرہ ہو گیا، یہ سر طشت میں رکھ کر پیش کیا گیا یزید کے سامنے، اور یزید کے ہاتھوں میں ایک چھڑی تھی، اور اس چھڑی سے بے ادبی کر رہا تھا، رہا نہ گیا صحابی رسول سے، کہا یزید چھڑی ہٹالے، کہ میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، کہ ان ہونٹوں کو رسول چومتے تھے، ختم ہو گئی تقریر، اور وہ وقت بھی آیا کہ چھڑی سے بے ادبی کر رہا ہے اور عجیب جملہ کہہ رہا تھا یزید، کہ اے ابا عبد اللہ! تمہارے دانت بڑے خوبصورت ہیں، کہ بس وہی وقت



تھا، کہ جب سکیئہ کی نظر باپ کے سر پر پڑی، کہا بابا، آپ کو پتہ ہے، راستے میں سکیئہ کے ساتھ کیا ہوا، آخری جملے تقریر کے ایک بار یزید نے سکیئہ کی آواز سنی تو کہا، سکیئہ میں نے یہ سنا ہے کہ تمہارا باپ تم سے بہت محبت کرتا تھا، کہا ہاں، ہاں، بہت محبت کرتے تھے، رات کو میرے بابا مجھے اپنے سینے پر سلاتے تھے، کہا سکیئہ ہم جب جانیں، کہ تمہارا باپ تم سے محبت کرتا تھا، کہ تم باپ کو بلاؤ، اور باپ تمہارے پاس آ جائے، ایک بار سکیئہ نے آواز دی، بابا یزید میری محبت کا امتحان لے رہا ہے، ایک بار سر حسین اٹھا سکیئہ نے جلا ہوا پھٹا ہوا دامن پھیلایا، آ جاؤ بابا آ جاؤ بابا.....



jabinabbas@yahoo.com



چھٹی مجلس

عظمت ابوطالبؑ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تمام تعریفیں اللہ کے لئے درود و سلام محمد و آل محمد کے لئے

الوداعی عشرے کی چھٹی تقریر قصر مستب میں ”عظمت ابوطالب“ کے موضوع پر آپ حضرات سماعت فرما رہے ہیں، الحمد للہ یہ تمام کی تمام تقریریں، آپ کی جانب سے، ابوطالبؑ کی خدمت میں، نذرانہ پیش کی جاتی ہیں، ذکر تو نذر کر دیا، لیکن اب بچا ثواب جو آپ نے کمایا، تو یہ سارا ثواب آپ کے تمام مرحومین کی نذر، ظاہر ہے، کہ اس سے بڑا ثواب کیا ہو سکتا ہے۔

یہ ذکر زندہ تھا، اور زندہ رہے گا اس ذکر سے لوگ اس لئے جلتے ہیں کہ ایسا ذکر ان کے پاس نہیں ہے ہم ذکر علی کرتے ہیں، ذکر اولاد علی کرتے ہیں، اور ذکر اجداد علی کرتے ہیں، اور اس میں کوئی یہ نہیں کہہ سکتا، کہ علی ہی کیوں رسول کیوں نہیں، ارے بھی جو علی کے اجداد ہیں، وہی رسول کے اجداد ہیں، جو رسول کے اجداد ہیں، وہی علی کے اجداد ہیں، جو رسول کی اولاد ہے، وہی علی کی اولاد ہے، بات ایک ہی ہے، آپ یوں کہنے نبیؐ کی اولاد کا ذکر، ان کے اجداد کا ذکر، یا یوں کہنے ذکر علیؑ، ان کی اولاد کا ذکر، ان کے اجداد کا ذکر، ایک ہی بات ہے، رقابت اس بات کی کیا ہے، جو شخصیتیں چنیں



ہیں اپنے لئے، نہ اُن کے اجداد کا ذکر ہو سکتا، نہ اُن کی اولاد کا ذکر ہو سکتا، آپ خود انصاف کریں کون سُنے گا ابوسفیان کا ذکر، کہاں ہوگا، اور کیسے ہوگا آپ بتائیں، کیا فضائل پڑھے جائیں گے، یہی کہ بدر میں لڑنے آیا تھا، یہی کہ اُحد میں لڑنے آیا تھا، یہی کہ حمزہ کا قاتل ہے، یہ فضائل ہونگے، یا اس کی اولاد کا کیا ذکر ہوگا، وہ یزید، اُس کا ذکر تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا، مسلمانوں کو کب عقل آئے گی، اور کب واپس آئیں گے، اس بات پر کہ بیکار ہے، علی کو چھوڑ کر، کسی اور کا دامن پکڑ لینا بیکار ہے، فضولیات ہے، کورس میں رکھنے کی ضرورت نہیں ہے، ربیع الاول میں بھی اُن کا ذکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، میڈیا پر بھی اُن کا ذکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، نہ اُس میں ثواب ہے، اور نہ ہی حضورؐ نے یہ فرمایا کہ ان کا ذکر کرنا ثواب ہے، نہ ہی اُن کے ذکر کرنے سے کوئی سیرت بنے گی، اور نہ ہی کوئی درد بنے گا، نہ برکتیں اور رحمتیں برسیں گی، نحو تیس بڑھیں گی، اور بڑھ رہی ہیں، کہ برکتوں اور رحمتوں کا ذکر چھوڑ کر، ادھر ادھر بھٹک رہے ہوں نہ بس،

دین ہست حسینؑ دین پناہ ہست حسینؑ

دین صرف حسینؑ ہیں، اس کے علاوہ کوئی دین دین نہیں ہے۔ یہ گھرانہ، اس گھرانے کے لئے وہ بڑے اچھے مسلمان تھے برصغیر پاک و ہند جب ایک تھا، اور شاعروں، ادیبوں، بادشاہوں نے اپنی ذمہ داری سمجھی اور سب ذکرِ اہل بیت کرتے تھے، اپنا نام فہرست میں لکھواتے تھے، کہ ہم نے ذکر کیا، کچھ لفظ ان کے لئے بنائے ہیں اللہ نے، پاکیزہ پاکیزہ لفظ، جو کہیں اور استعمال نہیں ہو سکتے، وہی عربی کے لفظ، اردو میں استعمال ہوتے ہیں، گنواتا ہوں چند لفظ آپ کو، کہیں اور رکھ کر دیکھتے ہیں، مثلاً اہل بیتؑ، طاہر و اطہر ہیں، اب کسی اور کو کہہ کر دکھائیں طاہر و اطہر، اس کا مطلب،



طہارت ان کے لئے ہے، یہ ذکر پاک ان کا ہوتا ہے، یہ ذکر کہیں اور لے جائیے، ان کے فضائل بیان ہوتے، ہیں یہ فضائل کہیں اور لے جائیں، فضائلِ فلاں، فضائلِ فلاں، ان کے مصائب بیان ہوتے ہیں، اس لفظ سے تو آپ کو پرہیز ہے، یہ لفظ تو آپ ویسے بھی استعمال نہیں کرتے، تو یہ سارے لفظِ اہل بیت کے لئے اللہ نے اُتارے، نازل کئے آلِ محمد کا ذکر درود بن کر، زندہ ہے، آنکھیں شریک ہوتیں ہیں، جیسے کان شریک ہوتے ہیں، تو دہن کیوں رہ جائے، نطق کیوں رہ جائے، پھر ہاتھ کیوں رہ جائیں، اس کو کہتے ہیں، ہاتھ رہ جانا، خدا نہ کرے کسی کا ہاتھ رہ جائے، یہ ہے ہاتھ، ذکرِ علی کے لئے ہیں یہ ہاتھ، فضائلِ آلِ محمد لٹانے کے لئے ہیں یہ ہاتھ، جب کسی کے سامنے اُٹھتے ہیں، تو ان کے دو کام ہیں، یا یہ لیتے ہیں، یا یہ دیتے ہیں، آپ یہ کہتے ہیں، کہ داد ذکر کی دے رہے ہیں، لیکن ہاتھ واپس آ رہا ہے، تو کچھ لے بھی رہے ہیں، بھی خالی واپس نہیں آنے کا ہاتھ، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ بارگاہِ بابِ الحوائج میں ہاتھ اٹھا، داد دینے کے لئے، اور وہ خالی واپس آ جائے، یہ قدم جب چل دیئے، امام بارگاہ کی طرف، عزرا خانے کی طرف، تو اب واپسی کیسی، لرزش کیسی، یہ پیر جانتے ہیں، یہ بھی ذکر سُن کر واپس آتے ہیں، تو انسانی دل و دماغ، جسم و جسامت کا، ہر حصہ ہر عضو، اور خون کا ایک ایک ذرہ، ذکرِ علی میں شریک ہے، ذکرِ اہل بیت میں شریک ہے، علی محور ہیں، مرکز ہیں، اور اُس کے گرد سب کا ذکر ہے، اور منوالیت میں علی سے، کہ جو ہمارا ہو گیا، اور جو ہمارا ہے، چونکہ اعلان کیا ہے، کہ ہم بھی کامیاب، چونکہ کہہ چکے کامیاب، اب ایسا نہیں ہو سکتا، کہ قیامت تک علی اب انہیں ناکامیاب ہونے دیں، یہ مسئلہ علی کا نہیں ہے، کہ ایمانِ ابوطالب پر فضائل پڑھے جائیں، یہ مسئلہ ہمارا ہے، یہ ہماری عزت کا سوال ہے، یہ ہمارے وقار کا مسئلہ ہے، کوئی ہمارا وقار کیوں چھینے، ایمانِ ابوطالب



عظمتِ ابوطالب پڑھ کر، آپ کوئی رسول اللہ کے چچا کی عظمت نہیں بڑھا رہے ہیں، ہماری کیا مجال، کہ ہم معصومین کی عظمت بڑھائیں، ہم تو اُن کے ذکر سے اپنی عظمت منواتے ہیں، جبکہ دلائل ابوطالب پر لاکھوں دیئے جا چکے ہیں، تو یہ کوئی اُن پر احسان نہیں ہے، اُن پر کون احسان کر سکتا ہے، ارے یہ تو ہمارا مسئلہ ہے، چونکہ ہمارا مسئلہ ہے اس لئے ہماری مدد علی کرتے ہیں، تم میرے بابا ابوطالب کا ذکر کر رہے ہو، ہم تمہیں عزت عطا کریں گے، تم ہمارے بزرگوں کی عزت کر رہے ہو، ہم تمہارے بزرگوں کی عزت کریں گے، ہمیں نہیں چاہئے یہ دلائل، ان دلیلوں سے ہمارے مرتبے میں اضافہ نہیں ہو رہا ہے، ہمارا مرتبہ اللہ نے اتنا بلند کر دیا، کہ اب کوئی دنیا کا انسان یہ دعویٰ کرے کہ ہم علیؑ کو بلند کر رہے ہیں، تو وہ جھوٹا ہے، وہ باطل ہے، اللہ نے ہمارے مرتبوں کو بلند کیا، ہم تو اُس چیز کو دہراتے ہیں، بتاتے ہیں کہ اللہ نے ان کے دقار کو کیسے بڑھایا، جب ہم ذکر کرتے ہیں، تو علیؑ ہماری مدد کرتے ہیں، ہماری ذہنی مدد کرتے ہیں، ہماری قلبی مدد کرتے ہیں، ہمارے ذہن و شعور کی مدد کرتے ہیں، پھر ادھر سے دلائل برسنے لگتے ہیں، چونکہ تم ہمارے والد گرامی کا ذکر کر رہے ہو، رخ کا تعین تم کرو، الفاظ ہم بھیجتے ہیں، اور پھر تم اُن موتیوں کو لٹاتے رہنا، خود ابوطالبؑ نے نہیں چاہا، یہ کوئی مشکل کام نہیں تھا ابوطالبؑ کے لئے، بھتیجا ساتھ میں رہتا تھا، روز کہتے بیٹا اتنا کام تمہارے لئے کر رہا ہوں، تمہیں کافروں سے بچا رہا ہوں، تمہاری حفاظت کر رہا ہوں، تم دعوتیں کرتے ہو، تو کھانے پینے کا سامان بھی لا دیتا ہوں، میں نے تمہیں تجارت بھی کرا دی ہے، اور میں نے تمہاری شادی خدیجہؓ سے، اچھے بڑے خاندان میں کرادی ہے، راتوں کو بلا کے باپ، بچوں سے باتیں کرتا ہے، کہ بیٹا میں نے تمہاری تعلیم پر بڑا خرچ کیا، قرضہ لیا ہے، اور بنک اور دوستوں سے بھی قرضہ لیا ہے،



اور یہ بھی چاہا کہ تمہیں اور پڑھائیں، باہر کے ملکوں میں بھیجیں، بیٹا یہ گھر ہے، یہ تمہارے بھائی بہن ہیں، یہ تمہاری بوڑھی ماں، اور یہ بوڑھا باپ ہے، اب خیال تم ہی رکھو گے، اور تم کوئی یہ سب کچھ کرنا ہے، ہم بھی تو ہیں، اور تمہاری شادی بھی اچھی بڑی جگہ کرادی اب سارے تمہارے کام کر دیئے ہیں، اب ہمارا خیال رکھو، اب باہر نکلو تو باپ کی تعریف کیا کرو، ایک بار بھی ابوطالبؑ محمدؐ سے یہ کہہ دیتے، میں نے اتنے کام کئے، تو بیٹا جب باہر نکلا کیجئے، تو کم از کم دو بول میرے بارے میں بھی بیان کر دیا کریں، یہ کوئی مشکل کام تھا، یہ جو گھٹیا قسم کے انسان، ایمان ابوطالبؑ پر بات کرتے ہیں، آکر بات کریں، اور بتائیں، کیا ابوطالبؑ یہ کام نہیں کر سکتے تھے، کہ بھی دس پچاس حدیثیں میرے بارے میں سنا دو، ارے بھی حدیث تو بہت ذور کی بات ہے، ابوطالبؑ کو یقین ہے کہ وحی آرہی ہے، قرآن آرہا ہے، طرح طرح کی آیتیں آرہی ہیں، اُس میں مکے کے کافروں کا بھی ذکر ہو رہا ہے، محمدؐ سے کہتے بیٹا میں نے اتنے کام کئے ہیں، کیا تمہارا اللہ یہ دیکھ نہیں رہا ہے، دو رکعت نماز پڑھو، اب جو جبریل آئیں تو کہنا، ایک سورہ پورا میرے بارے میں، میری تعریف میں نازل ہو، خود میرے لئے تم بھی کچھ کرو اگر ابوطالبؑ بھیجے سے کہتے، بھتیجا اللہ سے کہتا، تو ایک سورہ میں یہ نہ لکھا ہوتا، ابوطالبؑ ابوطالبؑ، ابوطالبؑ، (نعرہ حیدری) یہ کوئی مشکل کام تھا، مدینے میں نمایاں ہو ہو کے لوگ سامنے آتے تھے، ایسی ایسی حرکتیں کرتے تھے، کہ اس کے بعد اس عمل کے بارے میں، جب جواب میں، رسولؐ بولیں تو کوئی قول بنے ہمارے بارے میں، تاکہ نام لے کر پکاریں، یا فلاں کہہ کر پکاریں، تاکہ تاریخ میں نام آجائے، ابوطالبؑ جو ہر وقت چوبیسوں گھنٹے نبی کے ساتھ، رات دن رہتے ہیں، جو چاہتے لکھا لیتے اپنی مدح میں، پورا دوسرا قرآن منگوا سکتے تھے، دوسری جلد بھی پہلی جلد



تو اللہ کے لئے ہو گئی، تو محمدؐ یہ بتاؤ اتنا کام تمہارے لئے اللہ نے کیا، کیا ہم نے کم کام کیا ہوگا، اللہ نے، اتنا کام محمدؐ کے لئے نہیں کیا، جتنا ابوطالبؑ نے کیا، اللہ رسولؐ کو زبان چوسانے تو نہیں آیا، نہلانے تو نہیں آیا، دھلانے تو نہیں آیا، کھلانے تو نہیں آیا، پہنانے تو نہیں آیا، سلانے تو نہیں آیا، بستر بدلوانے تو نہیں آیا، یہ سب تو ابوطالبؑ نے کیا، مقابلہ کر لو اللہ تو یہ کہہ کے فارغ ہو گیا، کہ یہ آ رہا ہے دین، اب یہ تمہیں کرنا ہے، تو گارنٹی بھی دے دو، جب بتوں کو برا کہیں گے محمدؐ، ایک یہ کہ انہیں نعوذ باللہ کوئی آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھے گا، اور اگر کسی نے کوئی حملہ کیا، اور پتھر پھینکا تو جبریل سے کھلوادو، کہ محمدؐ گھبرانا نہیں، ہم اپنی قدرت سے پتھر کا زخ موڑ دیں گے، کوئی گندگی پھینکے گا وہ گندگی اُٹ کر اُس پر واپس چلی جائے گی، ہم حفاظت کریں گے، تم محمدؐ دین کا اعلان تو کرو، بس کر لیجئے اعلان، ارے بھی کس کی ضمانت پر، اور اگر کوئی ہوتا ڈر پوک بزدل، تو کہتا محمدؐ یہ آپ کیا کرنے جا رہے ہیں، اچھا ہوا کچھ لوگ موجود نہیں تھے، جب پہلی وحی آئی، وحی آئی ان کے بتوں کو برا کہئے، اللہ کی تعریف کیجئے، اب ہمارا ذکر شروع کیجئے ملے کے کافروں میں، بہت بتوں کا ذکر ہو چکا، اب کافروں سے کہئے کہ بت پرستی چھوڑ دو اُن کے سامنے اللہ کے فضائل پڑھئے محمدؐ سے اللہ نے کہا اب ہمارے فضائل پڑھئے، بتوں کے فضائل ہو چکے، تو اس کے ساتھ ساتھ گارنٹی بھی دے دیجئے، تو اگر کوئی بزدل ڈر پوک ہوتا، تو یہ کہتا، کیا کر رہے ہیں آپ، یہ بت پرست اکثریت میں ہیں، یہ قریش اکثریت میں ہیں، آپ کو یہ لوگ قتل کر دیں گے، پتھر ماریں گے، طرح طرح کی تکلیفیں دیں گے، چھوڑیئے اُن کو، وہیں رہنے دیجئے، کوئی آ تو نہیں رہے ہیں آپ کے پاس، بس اب اعلان وغیرہ مت کیجئے، آپ کے ساتھ ہم بھی مار کھائیں گے، پتھر کھائیں گے، ہمارے بچے ہیں، گھر ہے، بے فضول کیوں پریشانی میں جا رہے ہیں، یہ



سب مشورے رسولؐ کو دیئے جاتے، تو پھر رسولؐ اللہ کیا کرتے، جبریلؑ آتے تو نبیؐ کہتے ہمارے ساتھی راضی نہیں ہیں، یہ بال بچے دار لوگ ہیں یہ برداشت نہیں کر سکتے، یہ بھوکوں مر نہیں سکتے، تو جا کے اللہ سے معذرت کر لو، اور جا کے یہ بھی کہہ دو، کہ جب ایک لاکھ چوبیس ہزار سے تیرا کام نہیں چلا، تو میں اکیلا کیا کر سکتا ہوں، جیسے سابق انبیاءؑ تیری بات کو نہیں سنا سکے، اور تیرے مقابلے میں بت باقی رہے، تو انہیں انبیاءؑ کی طرح کامیں بھی ایک نبیؐ ہوں، بس تو نے بتا دیا، میں ہوں لیکن یہ تیرا بازی نہیں کر سکتا، وہ ہیں ۳۶۵ میں ہوں اکیلا، میں اکیلا ان تین سو پینسٹھ پر تیرا کیسے کر دوں گا، تو وہاں بیٹھا ہوا ہے، کون بچائے گا، کیا ہوگا تو اُس وقت جبریلؑ اللہ کے پاس جاتے اور واپس آ کے اللہ کی طرف سے یہ کہتے، اے محمدؐ آپ کیوں پریشان ہیں، کچھ سوچ سمجھ کے آپ کو دین دیا گیا ہے، گھر میں جو تیرے ابوطالبؑ بیٹھا ہوا ہے، اس لئے مجھے اطمینان ہے، یہی تو ہوتا، اور کیا ہوتا، ابوطالبؑ جو گھر میں ہیں، تو بات اب سمجھ میں آئی، اتنی بڑی امانت، جو جن و ملک نہ اٹھا سکے، وہ سارا وزنی کام محمدؐ کی طرف بھیجا گیا، اللہ نے سارا کام ابوطالبؑ کے اطمینان پر کر لیا، یہ کام، جو محمدؐ کو دیا ہے اللہ نے، آدمؑ سے لے کر عیسیٰؑ تک، کسی کو نہیں دیا، اس لئے نہیں دیا، کہ کسی کے پاس ابوطالبؑ نہیں تھا، کسی کے پاس ایسا شفیق چچا نہیں تھا، تو آپ کو ایسا شفیق چچا ملا، تو ہم نے یہ دین بھیجا، مرکز آپ کو بنایا، خاندان ایک ہی ہے، سب کی شکلیں ایک ہیں، سب کا خون ایک ہے، یہ نہیں ہو سکتا، محمدؐ کے خون کا رنگ اور ہے عبدالمطلبؑ، عبد اللہؑ اور ابوطالبؑ کے خون کا رنگ اور ہے، رنگ ایک ہے، گوشت ایک ہے، پوست ایک ہے، شجرہ ایک ہے، شاخ ایک ہے، بہت بڑا جملہ ہے، شجرہ ایک، شاخ ایک، خون ایک، گوشت ایک، پوست ایک، صورت ایک، چہرہ ایک، جیسے جزہ دیے محمدؐ، جیسے عقل دیے جعفرؑ، جیسے علیؑ دیے محمدؐ، جیسے عبد اللہؑ



ویسے ابوطالب، جیسے ابوطالب، ویسے عبداللہ، جیسے عبداللہ ویسے عبدالمطلب، جیسے عبدالمطلب ویسے عبداللہ، جیسے عبدالمطلب ویسے ہاشم، ویسے قصیؑ یہ سارا خاندان ہے، سب ایک طرح کے ہیں، ایک ہی طرح کا چہرہ ہے، ایک ہی طرح کے عادات و اطوار ہیں، شرافتیں نجابتیں، اسی طرح کی ہیں، صداقتیں، رحمتیں ایک ہی طرح کی ہیں، یہ صرف محمدؐ پر کیوں نبوت آ رہی ہے، ان میں سے کسی ایک کو نبی بنا دے ابوطالب جیسا بڑا آدمی بیٹھا ہوا تھا تو، تو نبوت محمدؐ کو کیوں دے رہا ہے، فرق کیا ہے، سب میں اور محمدؐ میں، جب خاندان ایک، رنگ ایک، چہرہ ایک، اخلاق ایک، شجاعت ایک، صداقت ایک، نجابت ایک، شجرہ ایک، نسل ایک، عادت ایک، فطرت ایک، کیا بات یہ ہے، کہ سب نے مل کر محمدؐ کو محبت کا مرکز بنالیا تھا سب نے محمدؐ کو مرکز کمال محبت بنالیا، اگر پورے خاندان کی ساری محبتیں، امیر حمزہؓ کی طرف ہوتیں، تو ان کو نبی بنا لیتے، اگر یہ سارے بنی ہاشم مل کر، چچا چچیاں اور پھوپھو بھیاں، بھائی، بیٹیجے، دادا اگر یہ مل کر علیؑ کو محبت کا مرکز بنائے ہوئے ہوتے، تو ہم نبوت علیؑ پر اتارتے، سب کا رنگ ایک ہے، چہرہ ایک ہے، شجرہ ایک ہے، صفات ایک ہیں، کوئی فرق نہیں ہے، دین اور ایمان دل دماغ سب ایک ہے، تو پھر محمدؐ ہی کیوں نبی بنا رہا، پھوپھیاں محمدؐ پر قربان، چچیاں محمدؐ پر قربان، سارے چچا زاد بھائی، محمدؐ پر قربان سارے چچا محمدؐ پر قربان، بس ہم نے دیکھا، کہ پورے گھرانے میں، ہم یہ ڈھونڈنا چاہ رہے تھے، ہمیں تو سب شاہکار، کوئی آدمؑ ہے، کوئی نوحؑ ہے، کوئی ابراہیمؑ ہے، کوئی ادریسؑ ہے، یحییٰؑ ہے، کوئی یعقوبؑ و یوسفؑ ہے، کوئی عیسیٰؑ و موسیٰؑ ہے، ہم یہ دیکھ رہے تھے، نبی کس کو بنائیں، تو ہم نے دیکھا، کہ بنی ہاشم کے گھرانے کا، جو آدمؑ ہے، وہ بھی اسے چاہ رہا ہے، اس کا جو نوحؑ ہے، وہ بھی محبت کر رہا ہے، بنی ہاشم کا جو ابراہیمؑ ہے، وہ بھی محبت کر رہا ہے، بنی ہاشم کا جو یوسفؑ



ہے، وہ بھی محبت کر رہا ہے، بنی ہاشم کا عیسیٰ ہے، زکریا ہے، یحییٰ ہے، موسیٰ ہے وہ بھی اسی سے محبت کر رہا ہے، بنی ہاشم کی مریم ہے، وہ بھی محبت کر رہی ہے، بنی ہاشم کی ہاجرہ ہے، وہ بھی محبت کر رہی ہے، بنی ہاشم کی جو سارہ ہے، اور آسیہ ہے، وہ بھی اس سے محبت کر رہی ہے، تو نبوت محبت کے مرکز پر اتارا کرتا ہے، اس لئے ہم نبوت اس پر اتار رہے ہیں، یہ تو نے بہت اچھا فیصلہ کیا، کسی کو شکایت بھی نہیں ہوگی، ہر تحفہ اُسے ملے جسے میں چاہتا ہوں، تو ابوطالب چاہتے ہیں، دنیا کی ساری دولتیں میں محمد کو دے دوں، فاطمہ بنت اسد چاہتی ہیں میں دنیا کی ساری خدشیں کر لوں، علیٰ چاہتے ہیں ساری محبتیں میں دے دوں، جعفر چاہتے ہیں ساری ریاضتیں عبادتیں، میں دے دوں، عقیل چاہتے ہیں ساری عقل کی دولتیں، میں انہیں دے دوں، یعنی ہر ایک کی محبت کا رخ محمد کی طرف ہے کہ بس یہ محمد رہیں، اور ہم انہیں دیکھتے رہیں، تو بس اس لئے ہم نے ان پر نبوت اتاری اچھا ایک طرف یہ ہے، کہ یہ خود کہہ رہے ہیں، کہ جب آدم، مٹی اور پانی کے درمیان تھے، تو میں نبی تھا، تو یہ تو اُس وقت بھی نبی تھے، یہ تو تو نے پہلے سے فیصلہ کیا ہوا تھا، یہ کیا کہہ رہا ہے، کہ محبت کا مرکز یہ بنے، تو اس لئے ہم نے نبی بنایا، تو تو پہلے ہی ان کو بنا چکا تھا، کہا ہم بنا تو چکے ان کو، لیکن اعلان کہاں کر دیا تھا ہم نے، دنیا کو بتایا کہاں تھا، یہ تو بنی ہاشم یہ راز جانتے تھے، اسی وجہ سے محبت کا مرکز اسے بنایا تھا، اب میں مسلمانوں سے اس نکتے کے درمیان ایک قیمتی سوال کرتا ہوں، اگر بنی ہاشم مناسب سمجھتے تو یہ دیکھتے کہ ایک بچہ یتیم ہو گیا، ابھی پیدا نہیں ہوا، کہ باپ مرا، ابھی ڈھائی سال کا نہیں ہوا، کہ ماں مری اب اس کا کوئی سر پرست نہیں ہے، یتیم بچے کو کس یتیم خانے میں داخل کرو، اور ابوطالب یہ کہتے کہ، میرے چار بیٹے ہیں، میں انہیں میں سے کسی بیٹے کو عرب کا سردار بناتا ہوں، کیا ضرورت، کہ ایک یتیم بچے ہی کو بنایا جائے۔ تو



کیا ابوطالبؑ کے لئے یہ مشکل تھا کہ کسی بیٹے کو عرب کا سردار بناتے، اور پورے خاندان سے وصیت کرتے، یا عقیلؑ ہے یا جعفرؑ ہے یا علیؑ ہے، سب کو نظر انداز کر کے، محمدؐ کو چاہنا اور اس پر یہ فتویٰ، کہ وہ کافر ہو، اب سنو، اب تو پڑھنے جا رہا ہوں، اگر ابوطالبؑ یہ فیصلہ کر لیتے، کہ محمدؐ کے بجائے میں اپنے کسی بیٹے کو عرب کا سردار بنا رہا ہوں، تو اُس وقت تو محمدؐ کے صحابہ بھی نہیں تھے، جو ابوطالبؑ کو روک لیتے، اور اگر ابوطالبؑ نے جو محمدؐ کو دین کی شہرت دی، وہ نہ دیتے، وہی شہرت اپنے چاروں بیٹوں میں سے کسی ایک کو دیتے، آج یہ پوری اُمت اُس کو نبی مان رہی ہوتی، کیا ہوتاڑ کے رہو، پھر سن لو رسولؐ نے کیا فیصلہ کیا، اللہ نے کیا فیصلہ کیا، آج آخر پر جبریلؑ آئے، رکنے آیت لائے اعلان کیجئے:

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ۚ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَغْتَ رِسَالَتَهُ ۚ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ جبریلؑ آئے، وحی آئی، اعلان ہوا، من كنت مولا علیؑ ولی ہیں، علیؑ مولا ہیں، علیؑ حاکم ہیں، علیؑ امام ہیں، اعلان ہوا، پوری قوم نے علیؑ کو مولا ماننے سے انکار کر دیا، سارے حاجیوں نے، نمازیوں نے، اُمت نے، نہیں مانا ہم جبریلؑ کو نہیں مانتے، وحی آئی تھی، ہم وحی کو نہیں مانتے، ہم اس امامت کو نہیں مانتے، علیؑ کو نہیں مانتے، ہماری مرضی ہے، ہم جس کو چاہیں بنالیں، کیسا غدیر، کیسی وحی، جو کچھ اُمت نے علیؑ کی ولایت پر کیا یہی کام ابوطالبؑ نبوت میں کرتے تو کیا ہوتا۔ جبریلؑ آئے، کہا محمدؐ تم نبی ہو، وحی آئی تم نبی ہو بلاؤ ابوطالبؑ کو، اعلان کرو، اور منواؤ اگر ابوطالبؑ باہر نکل کے کہتے، کیسا فرشتہ، کیسا نبی، ہم بنائیں گے نبی، ہم بنائیں گے کیسی وحی، کیسا جبریلؑ، آج جو مسلمانوں نے غدیر میں کیا، وحی کے ساتھ، قرآن کے ساتھ، جبریلؑ کے ساتھ، جو کیا



مسلمانوں نے، وہ ابوطالبؑ نے نہیں کیا، یہ سب کے سب مسلمان رہے، انکارِ وحی کے بعد انکارِ پیغامِ الہی کے بعد، اور ابوطالبؑ نبوت کی حفاظت کے بعد، کافر اب سبجہ میں نہیں آتا یا وہ کافر یا، یہ کافر۔

حضرت عبدالمطلب کی وفات کے بعد رسول اللہ کی سرپرستی آپ کے چچا ابوطالب نے کی اور وہ بہت اچھے کفیل تھے۔ صاحب شرف سردار تھے۔ ان کی اطاعت کی جاتی تھی اور وہ بڑے باعظمت تھے،

ابوطالبؑ آپ کو نو سال کی عمر میں شام کے علاقہ بصریٰ میں لے گئے اور کہا کہ اللہ کی قسم تجھے میں کسی اور کے حوالے نہیں کر دوں گا۔ آپ کی پرورش فاطمہ بنت اسد نے کی فاطمہ بنت اسد کی وفات کے بعد رسول اللہ نے فرمایا: الیوم ماتت امی میری ماں نے آج انتقال فرمایا۔ رسول اللہ نے ان کے کفن کے لئے اپنی قمیض دی، آپ ان کی قبر میں اترے اور اس میں لیٹے حضورؐ سے کسی نے کہا: یا رسول اللہ آپ فاطمہ بنت اسد کے لئے بڑے بے چین ہو گئے ہو، فرمایا

اِنَّهَا كَانَتْ اُمِّی، اِنَّ اَنْتَ لَتَجِیْعُ صَبَاہَا وَتَشَبَعْنِی وَتَدَهْنِنِی وَكَانَتْ اُمِّی

وہ واقعاً میری ماں تھیں کہ جو اپنے بچوں کو بھوکا رکھ کر مجھے کھانا کھلاتی تھیں، انہیں خاک آلود رہنے دیتیں لیکن مجھے نہلاتیں اور سجاتیں اور وہ میری ماں تھیں۔

جب رسول اللہ بیس برس کے ہوئے تو آپؐ میں کچھ علامتیں ظاہر ہوئیں۔ اہل کتاب آپؐ کے بارے میں باتیں کرتے تھے اور ان کے مسئلے پر تبادلہٴ خیال کرتے تھے۔ آپؐ کے حالات کے بارے میں ٹوہ لگاتے تھے اور سمجھتے تھے کہ آپؐ کا ظہور نزدیک ہے۔ لہٰذا ایک روز آپؐ نے حضرت ابوطالب سے کہا:-



یا عم ائسی آری فی المنام رجلاً یا تینی و معہ رجلاً فیقولان ہو
هو و اذا بلغ فشانک به والرجل لا یتکلم

چچا جان! میں نے خواب میں ایک آدمی کو دیکھا ہے وہ دو آدمیوں کے ساتھ میرے
پاس آیا ان دو آدمیوں نے کہا یہی ہے وہ پس جب پہنچ جائے تو اس کا دھیان رکھنا اور وہ
آدمی کوئی بات نہیں کرتا۔

ابوطالب نے آپ کی بات ملنے کے کسی اہل علم سے بیان کی جب اس نے رسول
اللہ کی طرف دیکھا تو کہا یہ پاک روح ہے۔ اللہ کی قسم یہ پاکیزہ نبی ہے۔ اس پر
ابوطالب نے اس سے کہا۔

اب تم میرے بھتیجے کے معاملے کو چھپا کر رکھنا اور قریش کو اس کے خلاف نہ بھڑکانا
واللہ تم نے جو کچھ کہا ہے وہ میں نے علی سے کہا ہے اور میرے والد عبدالمطلب نے مجھے
خبر دی ہے کہ یہ اللہ کی طرف سے مبعوث نبی ہے اور انھوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ اس
راز کو چھپا کر رکھوں اور ایسا نہ ہو کہ دشمن اس کے خلاف تحریک ہو جائیں۔

رسول اللہ ابھی کسن تھے کہ جنگ فجار میں شریک ہوئے۔ فجار جو کتنا وقیس کے
مابین واقع ہونے والی جنگ تھی اس جنگ، کا سبب یہ ہوا کہ بنی ضمرہ کا ایک شخص برارض
بن قیس جو مکہ میں حرب بن امیہ کی پناہ میں رہ رہا تھا، اُس نے ہذیل کے ایک شخص
حارث پر حملہ کر دیا اور اسے مار ڈالا۔ لہذا حرب بن امیہ نے اسے اپنے پاس سے نکال
باہر کیا اور وہ نعمان بن منذر سے جا ملا۔ عروہ بن عتبہ بن جعفر بن کلاب بھی اس سے
آ ملا۔ نعمان ہر سال کپڑے اور مشک کے چند اونٹ تجارت کے لئے بازار عکاظ میں
بھیجا کرتا تھا۔ کوئی عرب اس میں حائل نہیں ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ نعمان نے بلعاء بن
قیس کے بھائی کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد بلعاء نعمان کے سامان اور مشک پر حملہ کیا کرتا



تھا۔ جب عروہ اور براض اسے میسر آ گئے تو اس نے کہا کون میرے اونٹوں کی حفاظت اپنے ذمے لے گا؟ براض نے کہا میں اور عروہ نے کہا میں بھی اس سے کم نہیں ہوں۔ اس پر ان دونوں کے درمیان جھگڑا ہو گیا۔ جب وہ باہر گئے اور عروہ روانہ ہو گیا لیکن جب واپس آیا تو براض نے سر راہ اسے پکڑا اور قتل کر دیا۔ نعمان کے اونٹ اور جو سامان اس کے پاس تھا وہ لے لیا۔ پس قبیلہ قیس والے براض کے قبیلے کے پاس جمع ہو گئے اور کنانہ نے قریش کے پاس پناہ لی۔ قریش نے کنانہ کی مدد کی اور ان کے ہمراہ جنگ کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس جنگ میں قریش کے ہر گروہ کا اپنا سردار تھا۔

حضرت ابوطالب ان دنوں میدان جنگ میں آتے اور رسول اللہ ان کے ہمراہ ہوتے اور جب وہ ہوتے تو قبیلہ کنانہ قبیلہ قیس کو شکست دے دیتے اور تمام قبیلے اسے ابوطالب کی موجودگی کی برکت سمجھتے۔ پھر وہ کہنے لگے ”اے پرندوں کو کھانا کھلانے اور حاجیوں کو پانی پلانے والے کے بیٹے ابوطالب! ہمیں تنہا نہ چھوڑ کہ تیرے ہونے سے کامیابی اور غلبہ ہمارے ساتھ ہے۔“ ابوطالب نے کہا ”تم ظلم و ستم، حق ناشناسی اور بہتان تراشی سے ہاتھ کھینچ لو تا کہ میں تم سے جدا نہ ہوں۔ وہ کہنے لگے جو آپ فرماتے ہیں ہم اس پر عمل کریں گے ابوطالب جنگ فجار میں مسلسل شریک ہوتے تھے۔ یہاں تک کہ اللہ نے انھیں کامیاب کر دیا۔

رسول اللہ خود فرمایا کرتے تھے کہ:-

میں ابھی کسں تھا جب میں نے اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ جنگ فجار میں شرکت کی۔
 ”تاریخ یعقوبی“ نے لکھا ہے کہ رسول اللہ جنگ فجار میں شریک ہوئے اور ابوالبراء
 ملاعب الاسنہ کو نیزہ مار کر اس کے گھوڑے سے گرا دیا اور اسی وجہ سے کامیابی حاصل
 ہوئی۔



رسول اللہ پچیس سال کے تھے کہ خدیجہ بنت خویلد سے شادی کی۔

رسول اللہ اپنے چچاؤں کے ساتھ جن میں ابوطالب پیش پیش تھے قصر خدیجہ بارات لے کر پہنچے اور ابوطالب نے یہ خطبہ عقد پڑھا۔

الحمد لله الذي جعلنا من ذرع ابراهيم و ذرية اسماعيل و جعل لنا بيتاً محجوجاً و حرماً آمناً و جعلنا الحكماء على الناس و بارك لنا في بلدنا الذي نحن به ثم إن ابن اخي محمد بن عبد الله لا يوزن برجل من قريش الا يرجع ولا يقاس بأحد الاعظم عنه وإن كان في المال قل فان المال رزق حائل وظل زائل، ولد في خديجة رغبة ولهافيه رغبة و صدق ما سالتهموه عاجله من مالي، وله والله خطب عظيم ونبأ شائع

تعریف ہے اس اللہ کی جس نے ہمیں ابراہیم کی نسل اور اسماعیل کی اولاد قرار دیا اور ہمیں حرمت والے کعبے اور امن کے ساتھ سرفراز اور لوگوں پر ہمیں سرداری عطا کی اور جس شہر میں ہم ہیں، ہمارے اس شہر کو مبارک بنایا۔ بعد ازاں، یقیناً میرا بھتیجا محمد بن عبد اللہ اگرچہ مال کے لحاظ سے تمہی دست ہے لیکن قریش کا کوئی مرد ایسا نہیں کہ جس سے اس کا مقابلہ کیا جائے تو یہ اس سے بڑھ نہ جائے اور کسی سے بھی اس کا موازنہ کیا جائے تو یہ اس سے عظیم تر ہوگا کیونکہ مال دگرگوں ہو جانے والا رزق ہے اور دھل جانے والا سایہ ہے اور وہ خدیجہ کو پسند کرتا ہے اور خدیجہ اسے پسند کرتی ہے اور مہر اتنا ہے جتنا تم چاہو، نقد میرے مال سے ادا کیا جائے گا اور اللہ کی قسم اس کے لئے ایک بہت بڑا امر ہے اور عالمگیر خبر ہے۔

جب رسول اللہ مبعوث ہوئے تو شیطانوں کو آسمانی شہابوں کے تیروں سے بھگا دیا گیا اور جو کچھ وہ چھپ چھپ کر سنتے تھے اس سے انھیں روک دیا گیا۔ اس پر ابلیس نے



کہا یہ تو یقیناً کوئی واقعہ رونما ہوا ہے اور کوئی رسول مبعوث ہوا ہے اس دن ساری دنیا میں بت گر گئے اور آتشکدے خاموش ہو گئے۔

رسول اللہ نے مکہ میں اپنی رسالت کا معاملہ تین سال تک مخفی رکھا۔ آپ عزوجل کی یکتائی، اس کی عبادت اور اپنی رسالت کے اقرار کی دعوت دیتے تھے۔ آپ جب بھی قریش کے لوگوں کے پاس سے گزرتے تو وہ کہتے کہ فرزند عبدالمطلب کا یہ جوان آسمان کی باتیں کرتا ہے۔ یہاں تک کہ آپ نے ان کے سامنے ان کے خداؤں کی مذمت کی اور ان کے مرجانے والے آباء کے کفر پر مرنے کا ذکر کیا۔ پھر اللہ عزوجل نے آپ کو حکم دیا کہ اپنی رسالت کو آشکار کریں۔ اس پر آپ نے اپنی دعوت اعلانیہ شروع کی۔ پس آپ اٹح میں کھڑے ہوئے اور فرمایا:

”یقیناً میں اللہ کا بھیجا ہوا ہوں، میں تمہیں اکیلے اللہ کی عبادت اور ان بتوں کی عبادت ترک کرنے کی دعوت دیتا ہوں جو نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان، وہ پیدا کرتے ہیں نہ رزق دیتے ہیں اور وہ زندہ کرتے ہیں نہ مارتے ہیں۔“

قریش نے اس پر آپ کا تمسخر اڑایا اور آپ کو اذیت دی اور حضرت ابوطالب سے کہنے لگے۔ تمہارے بھتیجے نے ہمارے خداؤں کو برا کہا ہے، ہماری عقلوں کو ناقص قرار دیا ہے اور ہمارے گذشتگان کو گمراہ جانا ہے۔ مناسب یہی ہے کہ وہ ان کاموں کو چھوڑ دے اور ہمارے اموال کے ساتھ جو چاہے کرے۔ اس پر رسول اللہ نے فرمایا:

”یقیناً اللہ نے مجھے دنیا حاصل کرنے اور اس سے دل باندھنے کے لئے نہیں بھیجا بلکہ اس نے مجھے اس لئے مبعوث کیا ہے تاکہ میں اس کا پیغام پہنچاؤں اور اس کی طرف رہنمائی کروں۔“

اس پر انھوں نے آپ کو بہت زیادہ اذیت دی۔ آپ کو اذیت دینے والوں میں یہ



لوگ شامل تھے۔ ابولہب، حکم بن عاص، عقبہ بن ابی معیط، عدی بن حمرثقی اور عمرو بن طلطلہ خزاعی البتہ ابولہب کی اذیت رسانی سب سے زیادہ تھی۔

ایک راوی نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ بازار عکاظ میں کھڑے ہو گئے جبکہ آپؐ نے سرخ جبہ زیب تن کیا ہوا تھا اور آپؐ نے فرمایا، اے لوگو! لا الہ الا اللہ کہو غلاظ پاجاؤ اور کامیاب ہو جائے۔ رسول اللہ کا تسخر اُڑانے والوں میں یہ لوگ شامل تھے، عاص بن وائل سہمی، حارث بن قیس بن عدی سہمی، اسود بن مطلب بن اسد، ولید بن مغیرہ مخزومی اور اسود بن عبد یغوث زہری، انھوں نے اپنے بچوں اور غلاموں کو مقرر کر رکھا تھا کہ آپؐ کو اذیت دیں۔

معاملہ یہاں تک پہنچ گیا کہ حرورہ میں انھوں نے ایک اونٹ نحر کیا اس وقت رسول اللہ نماز میں کھڑے تھے، انھوں نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ اونٹ کی اوجھڑی اور گوہر اٹھائے اور رسول اللہ جو سجده میں تھے ان کے دو کندھوں کے درمیان ڈال دے، رسول اللہ واپس آئے اور حضرت ابوطالب کے پاس پہنچے اور کہا ”کیف موضعی فیکم“ میرا آپ کے درمیان کیا مقام ہے؟ انھوں نے کہا بھیجے کیا ہوا؟ انھوں نے اپنے چچا کو جو کچھ بتاتا بتایا۔ اس پر حضرت ابوطالب شمشیر کمر میں حائل کئے اور ایک غلام ساتھ لے کر پہنچے، انھوں نے اپنی تلوار نکالی اور بولے واللہ تم میں سے کوئی بولا تو اسے میں ماروں گا۔ پھر انھوں نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ ان میں ایک ایک کے منہ پر اوجھڑی اور گوہر ملودہ کہنے لگے اے ہمارے برادر زادے! ہمارے لئے اتنا ہی کافی ہے جو تو ہمارے ساتھ کر چکا ہے۔

قریش حضرت ابوطالب کے پاس آئے اور کہنے لگے! ہم آپ سے خواہش کرتے ہیں کہ ہماری منصفانہ تجویز کو قبول کریں، اس جوان عمارہ بن ولید بن مغیرہ کو جو سارے



قبیلہ قریش میں سب سے بڑھ کر خوبصورت اور خوش اندام ہے، اسے لے لیں اور اپنا بیٹا بنا لیں اور محمدؐ کو ہمارے حوالے کر دیں تاکہ اسے ہم مار ڈالیں۔ حضرت ابوطالبؑ نے کہا مجھ سے بات کرتے ہوئے تم نے انصاف نہیں کیا۔ اپنا بیٹا میں تمہارے حوالے کر دوں کہ تم اسے قتل کر دو اور تم اپنا بیٹا میرے سپرد کر دو تاکہ میں اس کی پرورش کروں۔

اس بارے میں ابوطالب کہتے ہیں۔

عجبت لحلمٍ یا ابن شیبۃ عارفٍ	واحلام اقوامٍ لیدیك سخافٍ
یفولون شایع من اراد محمداً	بسوء قمٌ فی امرٍ بخلافٍ
اضامیمٍ اما حاسد ذوخیانۃ	واما قریبٌ منه غیر مصافی
ولایر کبن الدھر منک ظلامۃ	وانت امر و من خیر عبد منافٍ
وان له قربی الیکم وسیلۃ	ولیس بذی حلفٍ ولا بمضافٍ
ولکنہ من ہاشم فی صمیمہا	الی ابجر فوق البحور طوافی
فان غصبت فیہ قریش فقل لها	بنی عمنما ما قومکم بضعافٍ
فما قومکم بالقوم یخشون ظلمہم	وما نحن فیما ساء کم بخفافٍ

اے شیبہ کے بیٹے! جاننے والے اور اپنے پاس موجود لوگوں کی پست عقول پر تو حیران ہو گیا ہے۔ کہتے ہیں اسی کی مدد کر جو محمدؐ سے برائی کا ارادہ کرتا ہے اور امر رسالت میں اس کا مخالف ہے باہم اکٹھی جماعتیں، یا حاسد، خیانت کار یا اس کے اقربا لیکن صداقت کے بغیر ان جماعتوں میں جمع ہیں ایسا زمانہ نہیں گیا کہ کوئی تجھ پر ظلم کرے کیونکہ تو عبد مناف کی اولاد میں سے بہترین ہے۔ تم جانتے ہو کہ محمدؐ تمہارا حلیف ہے اور تم سے منسوب نہیں بلکہ تمہارا بہت نزدیکی عزیز ہے، وہ تو ہاشمی ہے اور ہاشم کی جڑ سے



ہے۔ جو ایسا سمندر ہے جو سب سمندروں سے برتر ہے۔ پس اگر قریش اس کے بارے میں غصے میں ہیں تو ان سے کہہ دے اے چچیر و شجاعان بنی ہاشم نا تو اس نہیں ہیں۔ یہ ایسے مرد نہیں جو لوگوں کے ظلم سے ڈر جائیں اور جس چیز پر تم غصے میں ہو، ہمیں اس سے اختلاف نہیں ہے۔

انھوں نے مزید کہا،

وَيَنْهَضُ قَوْمٌ نَحْوَكُمْ غَيْرَ عَزَلٍ بِيَحْيَىٰ حَدِيثُ عَهْدِهَا بِالصِّياقِلِ
وَابْيَضُ يُتَسَقَى الْغَمَامُ بوجهٍ ثَمَالِ الْهَتَامِ عَصْمَةُ رَامِلِ
تم پر وہ لوگ حملہ کنال ہیں جو بے چارے نہیں اور تازہ صیقل شدہ تلواریں سے مسلح ہیں۔ سفید چہرے والے محمد کہ جس کی عزت کا واسطہ دے کر ابر باران کی دعا کی جاتی ہے۔ اے یتیموں کے ملکی اور یواؤں کے محافظ۔

جب واقعہ معراج پیش آیا جبریل آپ کے لئے براق لے کر آئے۔ براق نجر سے چھوڑنا اور گدھے سے بڑا تھا۔ اس کے دونوں کان مسلسل حرکت میں تھے۔ اس کا ایک قدم اس کی حد نظر کے برابر تھا۔ اس کے دو پر تھے جو اسے اوپر سے چلاتے تھے۔ اس کی پشت پر یاقوت کی زین تھی۔ وہ آپ کو بیت المقدس لے گیا۔ آپ نے وہاں نماز پڑھی پھر وہ آپ کو آسمان پر لے گیا۔ آپ کے اور آپ کے رب کے مابین دو کمان یا اس سے بھی کمتر فاصلہ تھا۔

پھر وہ آپ کو واپس نیچے لے آیا اور آپ اُم بانی بنت ابوطالب کے گھر میں اترے، انھیں واقعہ معراج سنایا انھوں نے کہا میرے ماں باپ آپ پر فدا، یہ واقعہ قریش سے نہ کہیے گا ورنہ وہ آپ کی تکذیب کریں گے۔ جس رات رسول اللہ کو معراج پر لے جایا گیا حضرت ابوطالب نے آپ کو نہ پایا تو ڈرے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ قریش نے آپ کو اغوا



کر لیا ہو یا قتل کر دیا ہو۔ پس انھوں نے بنی عبدالمطلب کے ستر افراد جو ہاتھوں میں چمکتی ہوئی تلواریں لئے ہوئے تھے اکٹھے کئے ابوطالب نے سب سے کہا اپنی تلواروں کو عباؤں میں چھپا لو اور فرمایا کہ ان میں سے ہر کوئی قریش کے ایک آدمی کے پاس بیٹھ جائے اور ان سے کہا اگر تم مجھے دیکھو کہ میں محمدؐ کے ساتھ آیا ہوں تو ہاتھ روکے رکھنا یہاں تک کہ تمہارے پاس آ جاؤں وگرنہ تم میں سے ہر مرد جس کے ساتھ بیٹھا ہو اسے قتل کر دے میرا منتظر نہ رہے۔ انھیں حضرت محمدؐ آتم بانی کے گھر کے دروازے پر مل گئے۔ حضرت ابوطالب انھیں اپنے آگے لے کر آئے اور قریش کے پاس آ کر کھڑے ہو گئے اور جو کچھ پیش آیا تھا، ان سے بیان کر دیا۔ انھوں نے اس بات کو عظیم گردانا اور انھیں یہ واقعہ بہت بڑا معلوم ہوا۔ انھوں نے ان سے عہد و پیمان کیا کہ وہ آئندہ رسول اللہؐ کو اذیت نہ دیں گے اور ان کی طرف سے آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔

اللہ عزوجل نے رسول اللہؐ فرمایا کہ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ذرائع لہذا آپ کو ہمرہہ پر کھڑے ہوئے اور بلند آواز سے پکارا: اے آل فہر! یہ سننا تھا کہ قریش کے تمام گروہ آپ کے پاس جمع ہو گئے یہاں تک کہ ایک آدمی بھی باقی نہ رہا۔ ابولہب نے آپ سے کہا کہ یہ آل فہر ہیں۔ پھر آپ نے پکار کر کہا: اے آل غالب یہ سننا تو بنو حارث اور بنو حارث بن فہر واپس چلے گئے۔ پھر آواز دی اے آل لوی! اس پر بنو تیم الادرم بن غالب لوٹ گئے۔ پھر پکارے اے آل مرہ یہ سن کر بنو عدی بن کلب بنو سہم بنو حارث اولاد ہصیص بن کعب لوٹ گئے۔ پھر آواز دی اے آل کلاب اس پکار پر بنو تیم بن مرہ اور بنو مخزوم بن یثقبہ بن مرہ پلٹ گئے پھر آواز دی اے آل قصی اس پر بنو زہرہ روانہ ہو گئے۔ پھر نذر کی اے آل عبد مناف اب بنو عبدالدار بنو عبد العزی اولاد قصی چلے گئے۔ صرف بنو عبدالمطلب باقی رہ گئے۔ اس پر ابولہب بولا یہ بنی ہاشم ہیں جو اکٹھے ہو چکے ہیں۔ پھر



آپؑ نے انہیں بنی ہاشم کے ایک گھر میں اکٹھا کیا۔

ابو عبد اللہ فضل بن عبد الرحمن ہاشمی جو ربیعہ بن حارث کی اولاد میں سے ہے، نے مجھے خبر دی کہ وہ حارث بن عبد المطلب کے گھر میں تھے۔ یہ چالیس یا ایک زیادہ یا ایک کم مرد تھے۔ آپؑ نے ان کے لئے کھانا مہیا کیا۔ دس دس افراد کے انھوں نے سیر ہو کر کھانا کھایا جبکہ ان کے لئے کل کھانا بھیڑ کی ایک ران اور پینے کے لئے ایک ظرف دودھ کا تھا حالانکہ ان میں ایسے ایسے افراد بھی تھے جو ایک بکرا اکیلے کھا جاتے تھے اور ایک پیاناہ پانی کا پلے جاتے تھے۔ پھر جیسا کہ اللہ نے فرمایا تھا آپؑ نے انہیں اللہ کا پیغام پہنچایا اور انھیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف دعوت دی نیز انھیں بتایا کہ اللہ نے انھیں فضیلت عطا کی ہے اور انھیں اس بات کے لئے خصوصیت دی ہے کہ ان میں سے ایک رسولؐ مبعوث کیا ہے اور اس سے فرمایا ہے کہ انہیں انذار کرے۔

اس پر ابولہب نے کہا اس سے پہلے کہ دوسرے محمدؐ کو روکیں تم اسے روک لو کیونکہ اس روز جب دوسرے اسے روکیں گے اگر تم اس کی مدد کے لئے اُٹھے تو قتل ہو جاؤ گے اور اگر تم نے اسے چھوڑ دیا تو ذلیل ہو جاؤ گے۔

حضرت ابوطالب نے کہا اے ننگِ خاندان! واللہ ہم اس کی مدد کے لئے تیار ہیں اور آئندہ بھی اس کے مددگار رہیں گے۔ اے بھتیجے! جب بھی تم چاہو کہ اپنے رب کی طرف دعوت دو ہمیں اطلاع دینا تاکہ ہم مسلح ہو کر تمہارے ہمراہ ہا ہر نکلیں۔

اسی دن جعفر بن ابی طالب، عبیدہ بن حارث اور دیگر بہت سے افراد نے پیغامِ توحید قبول کر لیا ان کا یہ کام ظاہر ہو گیا، ان کی تعداد بہت سی ہو گئی اور ان کی اپنے رشتہ داروں سے دشمنی پڑ گئی۔ اس کے بعد قریش نے ان میں سے جو کمزور تھے ان پر دباؤ ڈالا تاکہ وہ عقیدہ توحید سے پلٹ جائیں نیز انھوں نے رسول اللہؐ کی مخالفت کی۔ راہ



خدا میں جنھیں اذیتیں دی جاتی تھیں ان میں عمار ابن یاسر، ان کے والد یاسر اور والدہ سمیہ بھی شامل تھیں۔ یہاں تک کہ ابو جہل نے سمیہ کے پیٹ میں نیزہ اُتار کر انھیں شہید کر دیا۔ سمیہ اسلام میں شہید ہونے والی پہلی شخصیت ہیں۔ ان کے علاوہ اذیتیں اُٹھانے والے حباب ابن ارت، صہیب بن سنان، ابو قلیبہ ازدی، عامر بن فہیرہ اور بلال بن رباح تھے۔

حباب بن ارت نے کہا: یا رسول اللہ ہمارے لئے دعا کیجئے، آپ نے فرمایا تم جلدی کر رہے ہو، پہلے لوگ ایسے تھے کہ انہیں لوہے کی سلاخوں سے شکنجہ دیا جاتا اور آرے سے چیر دیا جاتا لیکن اس سب کے باوجود ایسے فرد کو بھی مخالفین اس کے دین سے برگشتہ نہ کر سکتے تھے۔ اللہ کی قسم اللہ اس کام کو انجام تک پہنچائے گا اور ایسا دور آئے گا کہ ایک سوار صنعاء تا حضرت موت سفر کرے گا لیکن سوائے خدا کے یا اس سے کہ کوئی گُرب اس کی بھیڑوں کو نہ چیر دے، کسی سے نہ ڈرے گا۔

مسلمانوں پر اذیت کا سلسلہ بڑھ گیا اور مشرکوں نے انھیں بہت تکلیفیں پہنچائیں یہاں تک کہ ابوقیس بن ولید بن مغیرہ اور ابوقیس بن فاکر بن مغیرہ سمیت پانچ افراد دین سے ہٹ گئے ایک روایت کے مطابق یہ آیت ان کے بارے میں نازل ہوئی۔

الَّذِينَ تَتَوَفَّوهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ

قریش کے سرداروں نے رسول اللہ کے قتل پر اتفاق کر لیا اور انھوں نے اس کا پختہ ارادہ کر لیا یہ خبر حضرت ابوطالب تک پہنچی تو انھوں نے کہا:

وَاللَّهِ لَنْ يَصِلُوا إِلَيْكَ بِجَمْعِهِمْ حَتَّىٰ أَغِيبَ فِي التَّرَابِ دَفِينًا
وَدَعَوْتَنِي وَزَعَمْتَ أَنَّكَ نَاصِحٌ وَلَقَدْ صَدَّقْتَ وَكُنْتَ ثَمَّ آمِنًا
عَرَضْتَ دِينًا قَدْ عَلِمْتُ بَانَهُ مِنْ خَبِيرٍ أَدِينُ الْبَرِيَّةِ دِينًا



واللہ جب تک مجھے پردخاں نہ کر دیں قریش کا ہاتھ ہرگز محمدؐ تک نہ پہنچ سکے گا۔ تم نے خیر خواہی اور ہدایت کے جذبے سے مجھے دعوت دی اور بے شک تو نے درست کہا اور دعوت میں تو نے امانت داری کی۔ تو نے ایسا دین پیش کیا جسے میں نے لوگوں کے سب ادیان سے بہتر پایا ہے۔

پس جب قریش نے جان لیا کہ وہ رسول اللہؐ قتل نہیں کر سکتے اور انھیں یقین ہو گیا کہ حضرت ابوطالبؓ آپ کو ان کے حوالے نہیں کریں گے اور حضرت ابوطالبؓ کے اشعار ان کے کانوں تک پہنچ گئے تو انھوں نے ایک ظالمانہ بائیکاٹ کی دستاویز لکھی کہ کوئی شخص بنی ہاشم سے خرید و فروخت نہ کرے اور نہ اپنی عورتوں کی ان سے شادی کرے اور نہ ان کی عورتوں سے کوئی شادی کرے اور نہ ان سے کوئی لین دین کرے مگر یہ کہ وہ محمدؐ کو ان کے حوالے کر دیں تاکہ وہ انھیں قتل کر سکیں۔ اس دستاویز پر سب نے عہد و پیمان کر لیا۔

اس معاہدے پر انھوں نے اسی مہر لگائیں۔ اسے منصور بن عکرمہ بن ہاشم بن مناف بن عبدالدار نے لکھا جس کا ہاتھ شل ہو گیا۔ اس کے بعد قریش نے بعثت کے چھ سال بعد رسول اللہؐ کو بنی ہاشم اور بنی مطلب بن عبد مناف میں سے آپ کے خاندان کے ساتھ ایک درہ میں محصور کر دیا جسے ”شعب ابی طالب“ کہا جاتا تھا۔ اس درے میں رسول اللہؐ تمام بنی ہاشم اور بنی مطلب کے ساتھ تین سال تک محصور رہے، یہاں تک کہ رسول اللہؐ حضرت ابوطالبؓ اور حضرت خدیجہؓ کا تمام مال ختم ہو گیا اور وہ مشکل اور مفلسی کا شکار ہو گئے۔ پھر جبرئیل رسول اللہؐ پر نازل ہوئے اور کہا، اللہ نے قریش کی دستاویز پر دیمک کو بھیج دیا ہے تاکہ اس میں جو سنگدلی اور سنگری ہے اسے کھا جائے اور صرف جہاں جہاں اللہ کا نام ہے اسے باقی رہنے دے۔ رسول اللہؐ نے حضرت



ابوطالب کو اس امر سے آگاہ کر دیا۔ حضرت ابوطالب رسول اللہ اور اپنے خاندان کے ہمراہ باہر آئے اور کعبہ کے پاس پہنچ گئے اور اس کے ساتھ بیٹھ گئے۔ قریش بھی ہر طرف سے پہنچے اور کہنے لگے: اے ابوطالب وہ وقت آچکا ہے کہ تم رشتہ داری کے عہد کو یاد کرو اپنی قوم کی قربت کی آرزو کرو اور اپنے بھتیجے کے بارے میں جھگڑا چھوڑ دو۔

حضرت ابوطالب نے ان سے کہا اے میری قوم اب تم اپنی دستاویز کو لے آؤ کہ شاید ہم آسانی، صلہ رحمی کا راستہ اور سنگدلی کے خاتمے کی سبیل پیدا کر سکیں۔ وہ اس دستاویز کو لے کر آئے۔ مہر اس پر اسی طرح باقی تھیں۔ پس ابوطالب نے کہا کیا یہ وہی دستاویز ہے جو تم نے اپنے معاہدے کے طور پر لکھی ہے اور کیا اسے پہچانتے ہو؟ کہنے لگے ہاں انھوں نے کہا کیا تم نے اس کے ساتھ کچھ کیا تو نہیں؟ کہنے لگے نہیں اللہ کی قسم حضرت ابوطالب نے کہا تو پھر محمدؐ نے اپنے رب کی طرف سے مجھ سے کہا ہے کہ اس کے رب نے دیمک کو بھیجا ہے تاکہ اللہ کے نام کے علاوہ جو کچھ اس میں ہے اسے کھا جائے۔ صحیح بتاؤ کہ اگر اس کی بات سچی ہوئی تو کیا کرو گے؟ کہنے لگے۔

پھر ہم ہاتھ اٹھالیں گے اور کچھ نہیں کریں گے۔ انھوں نے کہا اگر اس کی بات غلط ثابت ہوئی تو میں بھی اسے تمہارے حوالے کر دوں گا تاکہ تم اسے قتل کر دو۔ کہنے لگے تم نے انصاف کیا اور اچھی بات کہی ہے۔ دستاویز کی مہر میں توڑی گئیں ناگہاں انھوں نے دیکھا کہ دیمک نے اللہ کے نام کے علاوہ جو کچھ اس میں تھا سب کھا لیا ہے پس وہ کہنے لگے یہ جادوگری کے علاوہ اور کچھ نہیں، ہم اس کی تکذیب میں اتنے سنجیدہ کبھی نہ تھے جتنے اس وقت ہیں۔ اس روز بہت سے افراد نے اسلام قبول کر لیا اور بنی ہاشم و بنی مطلب گھائی سے باہر آ گئے اور پھر اس میں واپس نہ گئے۔

حضرت خدیجہ بنت خویلد ہجرت سے تین ماہ قبل پینسٹھ برس کی عمر میں وفات



پاگئیں۔

حضرت خدیجہ فوت ہو گئیں تو حضرت فاطمہ رسول اللہ سے لپٹ کر روتیں اور کہتیں میری ماں کہاں ہے؟ میری ماں کہاں ہے اس پر جبریل آپ پر نازل ہوئے اور کہا فاطمہ سے کہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی والدہ کے لئے جنت میں موتیوں اور جواہر کا گھر بنایا ہے جس میں تھکاوٹ ہے اور نہ اذیت

ابوطالب چھپاسی سال یا نوے سال کی عمر میں حضرت خدیجہ کی وفات کے تین روز بعد وفات پا گئے۔ حضرت ابوطالب کی وفات کی خبر رسول اللہ تک پہنچی تو آپ کے دل پر بہت گراں گزری آپ سخت بے تاب ہو گئے آپ نے ان کی پیشانی کی دائیں طرف چار مرتبہ اور بائیں طرف تین مرتبہ ہاتھ پھیرا پھر کہا۔

اے چچا! آپ نے مجھے بچپن میں پالا، قیمتی میں میری کفالت کی اور بڑا ہوا تو میری نصرت کی اللہ میری طرف سے آپ کو جزائے خیر دے۔

نیز فرمایا: ان دنوں اس امت کے لئے دو مصیبتیں اکٹھی ہو گئی ہیں، مجھے نہیں معلوم کہ کس کا غم مجھے زیادہ ہے۔

یہ تھے اہلسنت موزخ یعقوبی کے بیانات حضرت ابوطالبؑ کے فضائل اہل سنت کی کتابوں میں موجود ہیں اور اب شیعہ مورخین کا بیان بھی سماعت فرمائیے:-

پیغمبر اکرمؐ کی زندگی کے چالیس سال گزرے، ماہِ رجب تھا۔ پیغمبر اکرمؐ غارِ حرا میں خدا کے ساتھ راز و نیاز اور عبادت میں مشغول تھے۔ اچانک ۲۷ رجب کو جبریل امین، رسول خداؐ پر وحیِ خدا لے کر نازل ہوئے اور سورہٴ علق کی پہلی پانچ آیات تلاوت کیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اقْرَأْ وَرَبُّكَ



الْأَكْرَمُ ۝ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝

(سورہ طہ ۱۶ تا ۱۸)

اس خدا کا نام لے کر پڑھو جس نے پیدا کیا ہے، اس نے انسان کو جسے ہوئے خون سے پیدا کیا ہے۔ پڑھو اور تمہارا پروردگار بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعے تعلیم دی اور انسان کو سب کچھ بتا دیا جو اسے معلوم نہ تھا۔

پیغمبر اسلام پہلا پیغام وحی لینے کے بعد بہت تھک گئے۔ آپ جنابِ خدیجہ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا۔

”مَلُونِي وَدِّرُونِي“ مجھے چادر اڑھا دو اور میرے اوپر کپڑا ڈال دو“
رسول اللہ بستر پر آرام فرماتے تھے تو حضرت جبریلؑ کے وسیلے سے سورہ مدثر کی پہلی سات آیتیں نازل ہوئیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَأَنذِرْ ۝ وَرَبِّكَ فَكْبِّرْ ۝ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرْ ۝ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۝ (سورہ مدثر آیت ۱ تا ۷)

”اے کپڑا اوڑھنے والے! اٹھو اور لوگوں کو ڈراؤ، اور اپنے رب کی بزرگی کا اعلان کرو، اور اپنے لباس کو پاکیزہ رکھو، اور برائیوں سے پرہیز کرو، اور اس طرح احسان نہ کرو کہ زیادہ کے طلب گار بن جاؤ اور اپنے رب کی خاطر صبر کرو۔“

اسلام کا آغاز نامِ خدا، پڑھنے، قلم، قیام، تنبیہ پاکیزگی و اخلاص اور اعلانیٰ عظمتِ خدا سے ہوا۔ اسلام کا آغاز تہذیب اور ثقافت کی بنیاد پر علم سے ہوا جس میں لکھنے پڑھنے کو خصوصی حیثیت حاصل تھی۔

پیغمبر اسلام ایسے سخت حالات میں زندگی گزار رہے تھے کہ انھوں نے تین سال تک اپنے قریبی رشتے داروں اور کچھ دوسرے افراد کو پوشیدہ طور پر دعوتِ اسلام دی، ان



تین سالوں میں چالیس افراد پوشیدہ طور پر ایمان لائے۔ مردوں میں سب سے پہلے حضرت علی علیہ السلام اور عورتوں میں سب سے پہلے جناب خدیجہؓ آپ پر ایمان اسلام لائیں۔ آغازِ بعثت کو تین سال گزرے کہ اس دوران میں سورہ حجرات کی آیت نمبر ۹۴ اور ۹۵ نازل ہوئیں۔

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ ۝ إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ ۝
(سورہ حجرات آیت ۹۴-۹۵)

”پس آپ اس بات کا واضح اعلان کر دیں جس کا حکم دیا گیا ہے اور مشرکین سے کنارہ کش ہو جائیں اور ہم ان مذاق اڑانے والوں کے لیے کافی ہیں۔“
مذاق اڑانے والے پانچ افراد تھے جو اسلام کے سخت مخالف تھے۔

ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل، اسود بن مطلب، اسود بن عبد یغوث، ۵ حارث بن ظالمہ۔ ان میں سے ہر ایک کسی نہ کسی بلا میں گرفتار ہو کر واصلِ جہنم ہوا۔ پیغمبر اکرمؐ پر جب سورہ حجرات کی دونوں آیات نازل ہوئیں تو آپؐ نے اعلانیہ اسلام کی تبلیغ شروع کر دی۔ آپؐ مشرکین کے ایک گروہ کے پاس آئے اور پہاڑ پر کھڑے ہو کر فرمایا:

”اے گروہ عرب! میں تم لوگوں کو خدائے وحدہ لا شریک لہ اور اپنی رسالت کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ میں تم لوگوں کو مورتیاں بنانے اور بتوں کی پوجا پاٹ کرنے سے منع کرتا ہوں۔ میری دعوت کو قبول کرو تا کہ پوری دنیا کے لیے نمونہ عمل، سردار اور آقا قرار پاؤ اور اسی طرح بہشت میں بھی لوگوں کے آقا و سردار بنو۔“

مشرکین نے کہا: ”محمدؐ دیوانہ ہو گیا ہے“ اس کے بعد اکٹھے ہو کر حضرت ابوطالبؓ کے پاس آئے اور ان سے کہا:



”اے ابوطالب! تمہارا بھتیجا ہمیں بے عقل سمجھتا ہے اور ہمارے خداؤں کو بُرا بھلا کہتا ہے۔ ہمارے جوانوں کو تباہ کر رہا ہے اور ہمارے درمیان تفرقہ ڈال دیا ہے۔ اگر اسے فقر و ناداری نے اس کام پر مجبور کیا ہے تو بہت زیادہ مال و منال اکٹھا کر کے اسے دیتے ہیں کہ وہ ہم سب سے ثروت مند تر ہو جائے اور قریش کی جس لڑکی کو پسند کرے ہم اس کے ساتھ اس کی شادی کر دیں گے۔“

حضرت ابوطالب نے یہ سارا واقعہ پیغمبرِ خدا کی خدمت میں عرض کیا۔ پیغمبرِ اکرمؐ نے فرمایا: میں اس کام پر خدا کی جانب سے مامور ہوں اور میں فرمانِ خدا سے ہرگز سرتابی نہیں کر سکتا۔

حضرت ابوطالبؑ نے رسولِ خدا کی ساری گفتگو مشرکینِ مکہ کے گوش گزار کی مشرکین نے جناب ابوطالبؑ سے کہا: آپ ہمارے بزرگوں کے آقا و سردار ہیں، مجھ کو ہمارے حوالے کر دیں تاکہ ہم اسے قتل کر دیں، اس کے بعد آپ ہمارے اوپر حکومت کریں۔

جناب ابوطالبؑ نے ان لوگوں کی یہ تجویز بڑی شدت سے رد کر دی اور اس بارے میں چند اشعار پڑھے کہ ان میں سے ایک شعر میں ابوطالبؑ نے کہا۔

وَنَنْصُرُهُ حَتَّى نُنْصِرَ حَوْلَهُ

وَنَذْهَلُ عَنْ أَبْنَاءِ نَاوَالِ حَلَالِ

”ہم محمدؐ کی آخری دم تک مدد کریں گے، اس بارے میں ہم اپنی اولاد اور رشتہ داروں سے بھی گزر جائیں گے۔“

ویسے ہی جیسے اللہ تعالیٰ نے سورہ حجر کی آیت نمبر ۹۴ اور ۹۵ میں اپنے پیغمبرؐ کی نبی مدد اور انھیں دشمنوں کے گزند سے محفوظ رکھنے کا وعدہ فرمایا تھا۔



پیغمبر اسلام کی بعثت کے آشکار ہونے کے ابتدائی سال تھے۔ لوگ بازار ”ذی الحجاز“ میں خرید و فروخت میں مشغول تھے کہ اچانک حضرت محمدؐ کو دیکھا، وہ کاندھے پر سرخ کپڑا ڈالے ہوئے بلند آواز سے کہہ رہے تھے۔

اَيُّهَا النَّاسُ قُولُوا لِلّٰهِ اِلَّا اللّٰهُ تَفْلَحُوْا

”اے لوگو! کہو اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے تاکہ فلاح پاؤ“

کافروں نے رسول اللہؐ پر پتھر برسائے، آپ کے پائے مبارک سے خون جاری ہو گیا۔ دوسرے روز بھی لوگ اسی بازار میں خرید و فروخت میں مصروف تھے کہ لوگوں نے دیکھا رسول اللہؐ کھڑے لوگوں کو خدائے واحد کی طرح دعوت دے رہے تھے اور بت پرستی سے منع کر رہے ہیں۔ اس دوران میں کیا دیکھتے ہیں کہ رسول اللہؐ کے چچا عباس ان کے قریب آئے اور کہا:

میں گواہی دیتا ہوں کہ تم جھوٹے ہو۔

اس کے بعد عباس اپنے بھائی ابولہب کے پاس گئے اور پیغمبرؐ خدا کی گفتگو اس کے گوش گزار کی، پھر دونوں مل کر پیغمبرؐ اکرمؐ کے قریب آئے اور بلند آواز سے پکارے۔ اے لوگو! یہ شخص (ہمارا بھتیجا) جھوٹا ہے، اس کے قریب میں مت آنا اور اپنے دین سے دست بردار نہ ہو جانا۔ اس واقعے کے بعد ابولہب کی مذمت میں سورہ نازل ہوا۔ اسی وقت جناب ابوطالبؓ رسول اسلامؐ کے پاس آئے، انھیں اپنی آغوش میں لیا، اس کے بعد ابولہب اور عباس کے پاس گئے اور فرمایا:

تم لوگوں کو پیغمبر اسلامؐ سے کیا کام ہے، ان سے کیا چاہتے ہو؟ خدا کی قسم! وہ سچا ہے۔ اس کے بعد ان کی حمایت و تائید میں رسول اللہؐ سے خطاب کرتے ہوئے دو شعر پڑھے:



أَنْتَ الْآمِنُ اللَّهُ لَا كَذِبُ
وَالصَّادِقُ الْقَوْلِ لَا لَهْوُ وَلَا لَعِبُ
أَنْتَ الرَّسُولُ رَسُولُ اللَّهِ نَعْلَمُهُ
عَلَيْكَ تَنْزِلُ مَنْ ذِي الْعِزَّةِ الْكُتُبُ

”آپ امینِ خدا ہیں، آپ جھوٹے نہیں ہیں، آپ سچے ہیں، آپ کی بات بے بنیاد و بے ہودہ نہیں ہے۔

آپ رسولِ خدا ہیں، ہم آپ کو خدا کا رسول ہونے کے اعتبار سے پہچانتے ہیں اور ہم عقیدہ رکھتے ہیں کہ آپ پر خدا کی جانب سے آیات نازل ہوتی ہیں۔

ظاہری بات ہے کہ اگر پیغمبرِ اسلام کے رشتہ دار اور قریبی لوگ ان کی دعوت قبول کر لیتے ہیں تو اس کا ایک فائدہ یہ ہے کہ دشمنوں کی زبان بند ہو جائے گی مثلاً وہ یہ نہیں کہہ سکیں گے کہ پہلے اپنے رشتہ داروں اور چچاؤں کا قبلہ تو سیدھا کرو اس کے بعد ہمارے پاس آنا اور دوسرا فائدہ یہ ہے کہ وہ داخلی طور پر پیغمبر کے پشت پناہ اور اچھے قریبی ثابت ہوں گے۔ پس خدا کی طرف سے رسولِ خدا کو حکم ہوا:

وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ (سورہ شعراء آیت ۲۱۳)

”اور پیغمبر! آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیے۔“

دعوتِ ذوالعشرہ بعثت کے دوسرے سال میں واقع ہوئی ہے۔

پیغمبرِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو حکم دیا کہ کچھ مقدار غذا اور دو دھ مہیا کریں۔ اس کے بعد بنی ہاشم کے چالیس یا پینتالیس سرداروں کو دعوت دی۔ جب وہ لوگ حاضر ہوئے اور کھانا وغیرہ کھایا تو پیغمبر کا چچا ابولہب سمجھ گیا کہ یہ محفل رسالت پیغمبر کی دعوت کے لیے تشکیل پائی ہے۔



ابولہب نے دوبار محفل کو درہم برہم کیا، ابھی تک تیسری بار گڑبڑ نہ کر پایا تھا کہ پیغمبر اکرم نے اس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

اے ابولہب! میں تم سب لوگوں کو خوشخبری دینے اور ڈرانے کے لیے بھیجا گیا ہوں، میرے اوپر ایمان لاؤ اور میری مدد کرو تا کہ ہدایت پا جاؤ۔

اس کے بعد فرمایا: کوئی بھی شخص اپنے رشتہ داروں کے لیے ایسا معجزہ نہیں لایا، میں تم لوگوں کے لیے دنیا و آخرت کی سعادت اور بھلائی لے کر آیا ہوں، کیا تم میں سے کوئی ایسا ہے جو میرا بھائی بنے، دین میں میرا مددگار ہوتا کہ وہ میرا خلیفہ اور وصی بنے اور بہشت میں بھی میرے ہم راہ ہو۔

محفل میں سکوت چھا گیا۔ گویا دعوت پر آنے والوں کے سروں پر پرندے بیٹھ گئے ہوں، اچانک حضرت علی علیہ السلام جن کی عمر اس وقت تیرہ سال تھی، کھڑے ہوئے اور فرمایا:

اے رسول خدا! میں آپ کی مدد کروں گا۔ رسول خدا نے ان سے فرمایا: آپ بیٹھ جائیں۔

پیغمبر اکرم نے اپنی بات کی تکرار فرمائی، پھر بھی حضرت علی علیہ السلام ہی اٹھے اور کہا: میں آپ کی مدد و نصرت کروں گا۔ پیغمبر اسلام نے پھر فرمایا: آپ بیٹھ جائیں۔ آپ نے تیسری مرتبہ حاضرین کو دعوت دی۔ وہاں پر موجود لوگوں میں سے کسی نے کوئی جواب نہ دیا تو اس بار بھی حضرت علی علیہ السلام اٹھے اور کہا: میں آپ کی مدد کروں گا۔ اس وقت پیغمبر اکرم نے فرمایا۔

إِنَّ هَذَا أَخِي وَوَصِيَّ وَخَلِيفَتِي عَلَيْكُمْ فَأَسْعَوْا لَهُ وَأَطِيعُوا
بے شک یہ ”حضرت علی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے“ میرے بھائی، وصی اور



تمہارے لیے میرے جانشین ہیں، ان کی باتیں سنو اور ان کی اطاعت کرو۔
 محفل میں بیٹھے تمام لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور پیغمبر اکرم کی بات کے خلاف
 سب کو بھڑکایا اور مذاق اڑاتے ہوئے حضرت ابوطالب کی طرف متوجہ ہو کر کہا:
 ”محمدؐ نے تمہارے بیٹے علیؑ کو تمہارا آقا و سردار بنا دیا ہے اور حکم دیا ہے کہ اس کی
 پیروی کرو۔“

حضرت علیؑ کی خلافت کا اعلان دعوتِ ذوالعشرہ میں ہی ہو گیا تھا۔ اُمت بعد میں
 بنی جب اُمت اکثریت میں ہو گئی رسول اللہؐ نے اپنی زندگی کے آخری سال میں حجت
 تمام کر دی۔ غدیرِ خم دراصل رسول اللہؐ کے وعدے کی تکمیل کا دن ہے۔ رسول اللہؐ آخری
 حج کر چکے، اعمالِ حج بجالانے کے بعد مسلمان اپنے اپنے شہروں اور دیہات کی طرف
 روانہ ہوئے۔ رسول اللہؐ مدینے کی طرف چلے۔ جب رسول اللہؐ کا یہ کارواں غدیرِ خم کی سر
 زمینِ بھفہ سے پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر پہنچا تو خدا کی جانب سے حضرت جبریلؑ آیت
 لے کر رسول اللہؐ پر نازل ہوئے کہ اس میں ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ط وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا
 بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ ط وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (سورۃ مائدہ آیت ۶۷)

”اے پیغمبر! آپ اس حکم کو پہنچادیں جو آپ کے پروردگار کی طرف سے نازل
 کیا گیا ہے اور اگر آپ نے یہ نہ کیا تو گویا اس کے پیغام کو نہیں پہنچایا اور خدا آپ کو
 لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔“

درحقیقت غدیر کا بیابان ایسا چوراہا تھا جو حجاز کے لوگوں کے راستے ایک دوسرے
 سے جدا کرتا تھا۔ ایک راستہ مدینہ، دوسرا عراق، تیسرا مصر اور چوتھا یمن کی طرف
 جاتا تھا۔



آنحضرتؐ نے وہاں پر اپنے اصحاب کو رکھنے کا حکم دیا، یہ اعلان کیا کہ جو لوگ آگے نکل گئے ہیں وہ واپس آ جائیں اور جو ابھی تک نہیں پہنچے ان کا انتظار کیا جائے، ایک لاکھ چودہ ہزار بعض کے بقول ایک لاکھ بیس ہزار اور بعض کے بقول ایک لاکھ چوبیس ہزار پر مشتمل جم غفیر اس جھلسا دینے والے بیابان میں اس بات کا منتظر تھا کہ دیکھیں رسول خدا کون سا اہم پیغام پہنچانے والے ہیں۔

۱۸ ذی الحجہ بروز جمعرات رسول اللہ کے فرمان سے اُذنوں کے پالانوں کا منبر تیار ہوا، آپؐ اس پر تشریف لے گئے۔ حمد و ثنا کرنے اور کچھ دیگر اہم ترین مطالب ارشاد فرمانے کے بعد اچانک جھکے اور حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر بلند کیا اور فرمایا:

فَمَنْ كُنْتُ مَوْلَاً فَعَلَيْ مَوْلَاكَ

”پس جس جس کا میں مولا ہوں اس اس کے علیؑ مولا ہیں۔“

آپؐ نے اس جملے کا تین اور بعض کے بقول چار مرتبہ تکرار فرمایا، اس کے بعد علیؑ کے دوستوں کے حق میں دعا اور دشمنوں پر لعنت بھیجی، پھر اس بات کا اعلان کیا کہ حاضرین یہ خیران لوگوں تک پہنچائیں جو یہاں پر موجود نہیں ہیں۔

اس کے بعد مسلمان رسول خدا کے حکم سے بڑے زور و شور سے حضرت علیؑ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور انھیں رسول خدا کے بعد امامت و رہبری کی مبارک باد دی۔ واقعہ غدیر اہل سنت کی بے شمار کتب کے حوالوں کے ساتھ کتاب الغدیر کی جلد اول میں مذکور ہے۔

پس آنحضرتؐ کے ویلے سے جانشین کی تقرری کے بعد اسلام کا آئین مکمل ہوا اور جو کچھ رسول خدا کے ذمہ لگایا گیا تھا وہ مکمل ہوا۔ پیغمبر اکرمؐ نے خطبہ غدیر میں خاص کر دو چیزوں کے بارے میں وصیت کرتے ہوئے فرمایا:



”میں عن قریب تمہارے درمیان سے جانے والا ہوں، میں دو گراں قدر چیزیں تمہارے درمیان چھوڑے جا رہا ہوں، اگر ان کے ساتھ تمسک رکھو گے اور ان پر عمل کرتے رہو گے تو ہرگز گمراہ نہیں ہو گے۔ پہلی چیز کتابِ خدا ہے جو وحی سے متصل ہے اور دوسری چیز میری عترت ہے۔“

آنحضرتؐ کی یہ وصیت حدیثِ ثقلین کے نام سے معروف ہے اور اسے شیعہ سنی دونوں نے نقل کیا ہے اور یہ تاریخِ اسلام کی ایک مسلم حقیقت ہے۔ اس کے بعد سورہ مائدہ کی آیت نمبر ۳ نازل ہوئی۔

الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا (سورہ مائدہ آیت ۳)

”آج میں نے تمہارے لیے دین کو کامل کر دیا ہے اور اپنی نعمتوں کو تمام کر دیا ہے اور تمہارے لیے دینِ اسلام کو پسندیدہ بنا دیا ہے۔“

پیغمبرِ خداؐ نے تکبیر کہی، اس وقت لوگ بڑے زور شور کے ساتھ حضرت علیؑ کی خدمت میں آئے اور انھیں اس منصبِ جلیلہ پر فائز ہونے پر مبارک باد دی، معروف و مشہور لوگوں میں سے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دونوں نے جداگانہ طور پر کہا:

بَعَثَ اللَّهُ لَكَ يَا هَٰذَا ابْنِي طَالِبٌ أَصْبَحْتَ وَأَمْسَيْتَ مُوَلَايَ وَمَوْلَا كُلِّ مُؤْمِنٍ وَمُؤْمِنَةٍ

”اے ابوطالبؓ کے فرزند! آپ کو مبارک ہو، آپ کو مبارک ہو کہ آپ نے صبح و شام اس حالت میں کی ہے کہ آپ میرے اور تمام مومنین و مومنات کے مولیٰ بنے۔“

غدير کے روز ابوطالبؓ کے ذکر نے بتایا کہ آغازِ اسلام میں ابوطالبؓ نے محمدؐ کے لیے



غدير بنایا تھا۔ آج محمدؐ نے ابوطالبؑ کے بیٹے کیلئے غدير بنایا ہے۔

حضرت علیؑ کی خلافت، امامت، ولایت سے انکار کرنے پر عذاب آیا۔ منافق نے عذاب مانگا تھا اس لیے عذاب آیا۔

قرآن کریم کی سورہ مبارکہ معارج کی پہلی تین آیات اسی واقعہ کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ واقعہ غدير اور مولا علیؑ کی رہبری کا انکار کرنے پر فوراً عذاب نازل ہوا:

سَأَلَ سَائِلٌ مِّنْ بَعْدَابٍ ۖ وَاقِعٌ لِّلْكَافِرِينَ لَيْسَ لَهُ دَافِعٌ مِّنَ اللَّهِ ذِي الْمَعَارِجِ (سورہ معارج آیت ۳۲)

”ایک مانگنے والے نے واقعہ ہونے والے عذاب کا سوال کیا: جس کا کافروں کے حق میں کوئی دفع کرنے والا نہیں تھا۔ یہ بلندیوں والے خدا کی طرف سے ہے۔“

بہت سے مفسرین اور محدثین نے اس آیت کے ذیل میں نقل فرمایا ہے کہ واقعہ غدير اور رسولؐ خدا کی طرف سے حضرت علیؑ کی عہدہ امامت و رہبری پر تقرری کے بعد لوگ ادھر ادھر سے باخبر ہوئے۔ ایک انتہائی کمینہ اور ذلیل آدمی نعمان بن حارث فہری رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور گستاخانہ لہجے میں کہنے لگا۔

”تم نے ہمیں خدا کی وحدانیت اور اپنی رسالت پر گواہی دینے کا حکم دیا ہے، ہم نے اس بات پر گواہی دی، اس کے بعد تم نے ہمیں نماز، روزے، حج، جہاد اور زکوٰۃ کا حکم دیا، ہم نے ان تمام احکام کو قبول کیا، اس کے باوجود تم راضی نہیں ہوئے اور اب اس جوان حضرت علیؑ کی طرف اشارہ کیا کو اپنا جانشین اور اپنے بعد اسے ہمارا رہبر و امام بنادیا ہے، کیا یہ حکم خدا کی طرف سے ہے یا خود تمہاری طرف سے؟

رسول اللہؐ نے فرمایا: خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، یہ حکم خدا کی طرف

سے ہے۔



نعمان جو کہ انتہائی غصے کے عالم میں تھا، اس نے رسول اللہ کی طرف پشت کرتے ہوئے کہا:

اللَّهُمَّ إِن كَانَ هَذَا هُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَابًا مِنَ السَّمَاءِ
 ”خدا یا! اگر یہ بات حق ہے اور تیری طرف سے ہے تو آسمان سے میرے اوپر پتھر برسا“
 یہ جملے نکلنے کی ذریعہ تھے کہ آسمان سے اس پر پتھر نازل ہوا، وہ زمین پر لوٹنے لگا اور
 واصل جہنم ہو گیا، یہی وہ مقام ہے جہاں پر سورہ معارج کی پہلی تین آیات نازل
 ہوئیں۔

”ولایت علی“ چھپانے والوں کا ہمیشہ بُرا انجام ہوا ہے ایک منظر اس وقت نگاہوں
 میں آ رہا ہے۔

واہ واہ کتنی اچھی محفل اور کتنا اچھا مجمع ہے، بصرہ کے علم دوست حضرات کتنے شوق و
 ذوق سے انس بن مالک کے ارد گرد بیٹھے ان سے استفادہ کرتے تھے کہ جنہوں نے
 رسول خدا کی بزم سے ایک مدت تک معارف اسلام سیکھے تھے۔ وہ بھی بڑے شوق سے
 اپنے شاگردوں کے سامنے ان احادیث پیغمبر کو بیان کرتے جو انھیں یاد تھیں۔

لیکن ایک دن معمول کے خلاف ان کے شاگردوں میں سے ایک برجستہ شاگرد
 نے عجیب و غریب سوال کیا جب کہ انس بن مالک اس سوال کا جواب نہیں دینا چاہتے
 تھے لیکن وہ ایسے حالات میں پھنس گئے کہ اس سوال کا جواب دینے پر مجبور ہو گئے۔

سوال یہ تھا کہ ایک شاگرد نے تمام شاگردوں کے سامنے بڑی سنجیدگی سے انس بن
 مالک کی طرف رُخ کرتے ہوئے کہا: آپ کے چہرے پر یہ سفید نشانات کس چیز کے
 ہیں؟ یوں لگ رہا ہے یہ برص کی بیماری کی علامت ہے، جب کہ میرے والد کے بقول
 رسول خدا کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنین کو برص اور جذام جیسے مرض میں مبتلا نہیں



کرتا، کیا ہوا ہے کہ آپ تو رسولِ خدا کے صحابی ہیں، اس مرض میں کیوں مبتلا ہیں؟ جس وقت انس بن مالک نے یہ سوال سنا تو شرمندگی سے اپنا سر نیچے جھکا لیا، اور اپنے آپ میں غرق ہو گیا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اس نے کہا: یہ خدا کے صالح بندے امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی بددعا کا اثر ہے۔

شاگردوں نے جب انس بن مالک سے یہ بات سنی تو انھیں اس سے نفرت ہو گئی۔ ان کی دوستی دشمنی میں تبدیل ہو گئی۔ انھوں نے اسے گھیرے میں لیتے ہوئے کہا: جب تک آپ اس بددعا کا واقعہ نہیں بتائیں گے ہم آپ کو ہرگز نہیں چھوڑیں گے اور آپ کے لیے سخت ناخوشی کا موجب بنیں گے۔

انس بن مالک نال منول کرتا رہا کسی نہ کسی طرح یہ راز فاش نہ ہو لیکن لوگوں کے اجتماع اور اصرار کے سامنے اسے بیان کیے بغیر اور کوئی چارہ نہ تھا۔ لہذا اس نے اس واقعہ کو بطور مفصل بیان کرتے ہوئے کہا:

میں ایک دن رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر تھا کہ مومنین کی ایک جماعت قالین کا ایک ٹکڑا آنحضرتؐ کے لیے بطور تحفہ لائی۔ رسولِ خدا نے مجھ سے فرمایا: حضرت ابو بکر، عمر، عثمان، طلحہ، زبیر، سعد، سعید اور عبدالرحمن کو بلا کر لاؤں، میں حکم پر عمل کرتے ہوئے ان سب کو بلا لایا۔

جب وہ حاضر ہو گئے تو ہم سب قالین کے اس ٹکڑے پر بیٹھ گئے جس کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے۔ حضرت علیؑ بھی وہاں تشریف فرما تھے۔ آنحضرتؐ نے امیر المومنین علیؑ سے فرمایا: ہوا کو حکم دیں کہ اس فرش پر بیٹھنے والوں کو سیر کرائے۔ حضرت علیؑ نے ہوا سے کہا: اے ہوا! پروردگار کے اذن سے ہمیں سیر کرا۔ اچانک ہم نے دیکھا کہ ہم ہوا میں اڑ رہے ہیں۔ کچھ مسافت طے کرنے کے بعد ہم ایک ایسی وسیع جگہ پر پہنچے کہ



جس کی صفات خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا، حضرت علیؑ نے ہوا کو حکم دیا کہ ہمیں نیچے اُتار دے، جب ہم زمین پر اترے تو حضرت علیؑ نے پوچھا: کیا تم لوگ جانتے ہو کہ یہ کون سا مقام ہے؟

ہم نے کہا: خدا، رسولؐ اور اس کا وحی بہتر جانتے ہیں۔

آپؐ نے فرمایا: یہاں پر اصحابِ کہف کا غار ہے، اے رسولؐ خدا کے صحابیو! اصحابِ کہف پر سلام بھیجو، اس ترتیب سے کہ پہلے حضرت ابوبکرؓ، پھر حضرت عمرؓ، پھر حضرت عثمانؓ، پھر طلحہؓ، پھر زبیرؓ، سعدؓ، سعید اور عبدالرحمنؓ نے سلام کیا لیکن کوئی جواب نہ آیا۔ میں نے کہا: میں انس بن مالک خانہ رسولؐ کے دروازے کا نوکر ہوں، لیکن کوئی جواب نہ آیا۔

سب سے آخر میں علیؑ علیہ السلام نے ان پر سلام بھیجا۔ ہم نے فوراً آواز سنی کہ انھوں نے حضرت علیؑ کے سلام کا جواب دیا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: اے اصحابِ کہف! آپ لوگوں نے رسولؐ خدا کے اصحاب کے سلام کا جواب کیوں نہیں دیا؟

انھوں نے کہا: اے رسولؐ خدا کے جانشین! ہم وہ جوان ہیں جو خدا کی توحید پر ایمان لائے ہیں، اللہ نے ہماری رہنمائی فرمائی ہے۔ ہمیں اللہ کی طرف سے ہر کسی کے سلام کا جواب دینے کی اجازت نہیں ہے۔ مگر یہ کہ وہ پیغمبرِ یا وحی پیغمبر ہوں اور آپ پیغمبرِ اسلام کے وحی و جانشین ہیں۔

حضرت علیؑ علیہ السلام نے ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: کیا آپ لوگوں نے اصحابِ کہف کی گفتگو سنی ہے؟

ہم نے کہا: ہاں۔



آپؑ نے فرمایا: اپنی جگہ پر واپس آ جاؤ، ہم قالین کے اسی کٹڑے پر آ گئے۔ آپؑ نے ہوا کو حکم دیا، ہوائے ہمیں وسیع و عریض فضا کی سیر کرائی، غروبِ آفتاب کے وقت ہوا کو حکم دیا کہ نیچے اُتار، ہم ایک ایسی زمین پر اترے جس کا رنگ زعفرانی تھا اور وہاں کسی قسم کی مخلوق یا آب و گیاہ کا وجود نہیں تھا۔

ہم نے کہا: اے امیر المؤمنین! وقتِ نماز ہے، وضو کے لیے پانی نہیں ہے۔ آپؑ نے اپنا پاؤں زمین پر مارا، وہاں سے چشمہ پھوٹا، ہم نے اس چشمے کے پانی سے وضو کیا۔ آپؑ نے فرمایا: اگر آپؑ لوگ جلدی سے کام نہ لیتے تو ہمارے وضو کے لیے بہشت سے پانی آ جاتا، پھر ہم نے نماز پڑھی، آدھی رات تک وہاں رہے۔ حضرت علیؑ مسلسل نماز پڑھنے میں مشغول رہے۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا: اپنی جگہ پر واپس آ جاؤ تاکہ نماز صبح تک رسولؐ خدا کی خدمت میں پہنچ جائیں۔ آپؑ نے ہوا کو حکم دیا کہ وہ اپنا کام شروع کرے۔

ہوا چلنے کے بعد ہم نے دیکھا کہ ہم اچانک مسجد نبویؐ میں کھڑے ہیں۔ ہم رسولؐ خدا کی اقتداء میں نماز بجالائے۔ نماز کے بعد رسولؐ اللہ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اے انس! تمہاری داستان میں بیان کروں یا تم خود بیان کر دو گے؟ میں نے عرض کیا: آپؐ بیان فرمائیں۔

رسولؐ اللہ نے اوّل سے آخر تک بغیر کسی کمی کے بیان کیا۔ داستان کی تفصیل سن کر یوں لگ رہا تھا کہ جیسے رسولؐ اللہ ہمارے ساتھ ہوں۔

انس بن مالک نے اس گفتگو کے ذریعے اپنے شاگردوں کو حیرت میں ڈال لے رکھا تھا۔ تمام شاگرد ہمہ تن گوش ہو کر اس واقعہ کی داستان سنتے رہے۔ ان لوگوں نے اس واقعہ کے نشیب و فراز سے انس بن مالک کے چہرے پر رنگارنگ کے آثار دیکھے۔



جب یہاں تک پہنچ گئے تو ان کے احساسات اور انس بن مالک کے قیافہ نے انھیں ایک اور مرحلہ میں داخل کر دیا اور انھوں نے اس واقعہ سے ایک انتہائی مفید اور پُر مغز سبق سیکھا۔

انس بن مالک نے کہا: اے میرے شاگردو! رسول خدا نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اے انس! ایک دن آئے گا کہ علی بن ابی طالب اپنے رقیبوں کو محکوم کرنے کے لیے تم سے گواہی و شہادت مانگے گا۔ کیا اس وقت گواہی دو گے؟

میں نے کہا: کیوں نہیں، ہزار مرتبہ شہادت و گواہی دینے کے لیے تیار ہوں۔

یہ ماجرا اسی جگہ پر ختم ہو گیا لیکن یہ عجیب و غریب اور حیران کن واقعہ ہمیشہ مجھے یاد رہا۔ وقت گزرتا رہا یہاں تک کہ رسول خدا کی رحلت کا انتہائی افسوس ناک واقعہ پیش آیا۔ حضرت ابو بکر اپنے دوستوں کی مدد سے خلیفہ وقت بن گئے۔ ایک دن حضرت علی علیہ السلام لوگوں کو حضرت ابو بکر کے پاس لے کر آئے، خلافت کی بات چلی تو حضرت علیؑ نے ابو بکر اور لوگوں کی موجودگی میں میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اے انس بن مالک! رسول خدا کی سفارش، اصحاب کہف کا سلام اور قالین کے اوپر بیٹھ کر ہوا کے دوش پر میر کا واقعہ بتاؤ۔

اس وقت حالات اس طرح کے بنے ہوئے تھے کہ اپنے مشاہدات کے بارے میں بتا دیتا تو میری دنیا برباد ہو جاتی اور میری ظاہری شخصیت کے پلے کچھ نہ رہتا۔ میں نے کہا: بڑھاپے کی وجہ سے میرا حافظہ ختم ہو چکا ہے، میں وہ سارا واقعہ بھول چکا ہوں۔

امیر المومنین علیؑ نے فرمایا: کیا رسول خدا نے تم سے وعدہ نہیں لیا تھا کہ میں جب بھی تم سے گواہی مانگوں تو اسے چھپانا مت، تم نے کیسے رسول خدا کی وصیت کو فراموش کر دیا ہے؟



چونکہ حضرت علیؑ سمجھ گئے تھے کہ انس نے اس نازک وقت میں اپنی دنیا آباد کرنے کی خاطر خیانت کرتے ہوئے نامردی و بزدلی کا ثبوت دیا ہے، اپنے وجدان و خرد کو پاؤں تلے روند ڈالا ہے اور اس میں جرأت نہیں رہی۔

یہ صورت حال دیکھ کر حضرت علیؑ پُر سوز دل کے ساتھ خدا کی طرف متوجہ ہوئے اور عرض کیا: پروردگار! اس شخص کے چہرے پر برص کے مرض کی علامت ظاہر کرتا کہ خیانت کرنے کی نشانی اس کے چہرے پر نظر آئے اس کی بینائی چھین لے اور اسے پیٹ کے درد میں مبتلا کر دے۔

میں جس دن سے وہاں سے باہر آیا ہوں، ان تینوں بیماریوں میں مبتلا ہوں، یہ ہے میری داستان اور اس برص کا قصہ کہ جس میں مبتلا ہوں۔

کہتے ہیں کہ انس قبر تک ان تینوں امراض میں مبتلا رہا ہے۔

قابل توجہ بات یہ ہے کہ جس وقت حضرت ولی عصر امام مہدیؑ عجل اللہ فرجہ الشریف ظہور فرمائیں گے تو اس وقت انسانوں کا ایک گروہ جو رجعت کرے گا دوبارہ زندہ ہوگا اور امام عصرؑ کے اصحاب میں سے ہوگا وہ اصحاب کہف ہیں، جیسا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔

پشت کوفہ نجف اشرف سے ۲۷ افراد ظاہر ہوں گے جو امام مہدیؑ سے آئیں گے۔ یہ ۲۷ افراد کے نام یہ ہیں۔ پندرہ افراد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے مخصوص ہدایت یافتہ، سات افراد اصحاب کہف، یوشع بن نون حضرت موسیٰ کے وصی، ابودجانہ انصاری، مقداد، سلمان اور مالک اشتر، یہ ۲۷ افراد امام زمانہ کے خاص اصحاب اور کمانڈر ہوں گے جو امام کے قیام کے وقت موجود رہیں گے۔

ہم سب امام مہدیؑ کا انتظار کر رہے ہیں، انتظار کے غم سے وہی واقف ہو سکتا ہے



جو اس منزل سے گذر رہا ہو، امام حسینؑ کی مظلومہ بیٹی فاطمہ صغریٰؑ کو اپنے امام کا انتظار تھا اور صرف امام حسینؑ کا ہی نہیں، فراق پدر کے علاوہ اپنے چچا عباسؑ، بھائی امام زین العابدینؑ، شہزادہ علی اکبرؑ اور شہزادہ علی اصغرؑ کا انتظار تھا۔ اپنی پھوپھی زینبؑ کا انتظار تھا، اپنی بہنوں فاطمہ کبریٰؑ اور معصوم سکیئہؑ کا انتظار تھا۔ آج کل یہ بحث اٹھائی گئی ہے کہ تاریخ میں فاطمہ صغریٰؑ کا وجود نہیں تھا، حالانکہ ”معالی السبطین“ میں، ”مشارق الانوار“ میں ”ذرا لاصداف“ میں، ”بحار الانوار“ میں ”عوامل العلوم“ میں ”مناقب قدیم“ میں ”ثمرات النیات“ میں ”اسرار الشہادت“ میں ”الدمعة الساکبہ“ میں ”مقتل الحسینؑ المقرم“ میں ”ریاض القدس“ میں ”ریاض الشہادت“ میں ”کبریٰ احمر“ میں ”انوار المجالس“ میں ”مرقاۃ الایقان“ میں ”عین البرکاء“ میں ”اخبار ماتم“ میں ”مفتاح البرکاء“ میں ”المائتین فی مقتل الحسینؑ“ میں ”مجمع النورین“ میں ”مخزن البرکاء“ میں ”بحر المصائب“ میں حضرت فاطمہ صغریٰؑ کے حالات لکھے ہیں، ان کتابوں کے علاوہ بھی سیکڑوں کتابوں کے حوالے دیئے جاسکتے ہیں۔

۲۸ رجب کو جب امام حسینؑ مدینے سے رخصت ہو رہے تھے حضرت فاطمہ صغریٰؑ نے بہت گریہ فرمایا اس لئے کہ امام حسینؑ اپنی اس بیمار بیٹی کو مدینے میں حضرت اُم سلمہؑ اور حضرت اُم البنینؑ کے پاس چھوڑ کر جا رہے تھے۔ حسینؑ بیٹی فاطمہ صغریٰؑ کو دیکھ کر گریہ فرمانے لگے، میرا بیٹا کہتے ہیں:-

شبیرؑ نے رو کر کہا لو جاتے ہیں صغراً جلد آتے ہیں، یا خود تمہیں بلواتے ہیں صغراً ہم سب تری تنہائی کا غم کھاتے ہیں صغراً جان اپنی نہ کھوتا تمہیں سمجھاتے ہیں صغراً

قربان پدر آب و غذا ترک نہ کرنا

بڑھ جائے گا آزار دوا ترک نہ کرنا



مسافر چلے گئے صفریٰ تنہا رہ گئیں، حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں ”امام حسینؑ“ کی شہادت کے بعد ایک کبوتر آیا اور امام حسینؑ کے خون میں لونا پھراڑا اور مدینہ منورہ پہنچا پھر فاطمہ صفریٰ کے گھر کی دیوار پر جا کر بیٹھا، بی بی نے سر اٹھا کر اُسے دیکھا، اُس کی دردناک آواز سن کر صفریٰ بہت روئیں۔“

حضرت فاطمہ صفریٰ ہر روز گھر کے دروازے کے پاس آیا کرتی تھیں شاید کوئی بابا کی خبر لایا ہو، جب کافی عرصہ گزر گیا اور فاطمہ صفریٰ کو اپنے بابا کی طرف سے کوئی اطلاع نہ آئی تو بی بی نے گریہ کیا آہ و بکا سے محلہ بنی ہاشم میں کہرام ہو گیا فاطمہ صفریٰ نے اپنے بابا کے نام پھر ایک خط لکھا جس میں اپنے حالات لکھے اور پھر بابا کی جدائی کی وجہ سے رونے لگ گئیں، ایک قاصد نے شہزادی کے رونے کی آواز سن لی اور بڑا متاثر ہوا کچھ دیر رونے کے بعد اس نے معلوم کر لیا کہ رونے والی بی بی امام حسینؑ کی بیٹی فاطمہ صفریٰ ہے جو بابا کے فراق میں رو رہی ہے اس نے بلند آواز سے دروازے پر صدادی السلام علیکم یا اہل البیت و معدن الرسالت اور کہا میں ایک قاصد ہوں کہ بلا جانا چاہتا ہوں اگر کوئی ضرورت ہو تو بیان فرمائیے، بی بی فاطمہ صفریٰ نے آواز سنی تو دوڑ کر دروازے کے پاس آگئیں اور سلام کا جواب دیا اور کہا اے قاصد میں امام حسینؑ کی بیٹی ہوں جب وہ عراق تشریف لے گئے تو میں بیمار تھی مجھ کو دادی ام سلمہ کے سپرد کر گئے تھے اب مجھ میں بابا کی جدائی برداشت کرنے کی طاقت نہیں رہی اور میں نے ایک خط بابا کے نام لکھا ہے اور چاہتی ہوں کہ کوئی بابا کے پاس پہنچا دے، قاصد نے وہ خط لیا اور بروز عاشورہ عصر کے وقت کر بلا پہنچا ”مفتاح البکاء“ میں ہے کہ جب امام مظلومؑ نے ہل من ناصر ینصرنا کی ندائی تو کسی نے آپ کی آواز پر لبیک نہ کہا۔

آپ نے صحرا کی طرف دیکھا تو مدینے کی طرف سے ایک شتر سوار آتا ہوا نظر آیا



جب قریب آیا تو امام حسینؑ پر سلام کیا اور کہا اے فرزند رسولؐ میں آپ کی بیمار بیٹی فاطمہ صغریٰ کا خط لایا ہوں اور امام حسینؑ کے ہاتھوں اور پاؤں کا بوسہ لینا شروع کیا۔ اور خط امام حسینؑ کے سپرد کر دیا امام نے اس خط کو کھولا اور پڑھا تو بہت روئے پھر اہل حرم کے خیمے میں گئے اور شہزادیوں کو خط پڑھ کر سنایا وہ بھی بہت روئیں اور پھر یہ پتہ نہ چلا کہ وہ قاصد انسان تھا یا فرشتہ، شہید ہو گیا یا نہیں۔

کتاب ”جمع النورین“ میں ہے کہ امام حسینؑ خیام حرم میں گئے اور باواز بلند فرمایا اے زینب، اے ام کلثوم، اے رباب، اے سکیئہ آؤ تم کو بشارت ہو کہ فاطمہ صغریٰ نے تمہاری طرف خط بھیجا ہے، شہزادیاں جلدی جلدی امام حسینؑ کے قریب آگئیں اور آپ نے بیمار بیٹی کا خط پڑھ کر سنایا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اُجڑا ہوا مدینہ ہے، گھروں میں تالے پڑے ہیں، ہر سمت اُداسی ہے

پیارے بابا!

بیمار بیٹی سلام عرض کرتی ہے!!

بابا آپ کی بیمار بیٹی اس آس میں ابھی تک جی رہی ہے کہ کب بھیا علی اکبرؑ اُسے لینے آئیں گے۔ ہاں بابا صغریٰ ابھی زندہ ہے۔ بابا میں کوئی ایسی بیمار تو نہ تھی جو سفر نہ کر سکتی۔ مجھے تو اپنی بیماری کا علم ہی نہیں۔ ہاں سب کہہ رہے تھے ”صغریٰ بیمار ہے۔ گرمی کا سفر ہے۔ اسے لے جانا مناسب نہیں۔“ میں نے تو یہ بھی کہا تھا کہ جہاں میری بیماری شدید ہو جائے مجھے وہیں چھوڑ دینا۔ مگر نہ چچا عباسؑ سنتے تھے نہ بھیا علی اکبرؑ۔ وہ میری کیوں سنتے وہ تو آپ کے حکم کے پابند تھے۔ ہاں بابا ایک بات سمجھ میں نہیں آئی آپ پھوپھی زینب سے یہ بار بار کیوں کہہ رہے تھے کہ صغریٰ کی شکل اماں سے بہت



ملتی ہے۔ لو بابا یہ کوئی بات ہوئی اگر میری شکل دادی سے ملتی ہے تو اس میں میرا کیا قصور ہے اور پھر نہ لے جانے کی یہ کوئی وجہ بھی تو نہیں کیا بھیا علی اکبرؑ نانا رسول اللہ کے ہم شکل نہیں ہیں۔ چچا عباسؑ دادا علیؑ سے ملتے جلتے نہیں ہیں۔ آخر بابا شکلیں صورتیں خاندان والوں پر ہی جاتی ہیں۔ خیر بابا آپ مجھے نہیں لے جانا چاہتے تھے۔ نہیں لے گئے۔ بابا آپ کو یاد ہے کہ آپ نے کہا تھا ”جب بھیا علی اکبرؑ کی شادی ہوگی تو مجھے ضرور بلوائیں گے۔ کیا ابھی شادی طے نہیں ہوئی۔ کب تک ارادہ ہے۔ ضرور بلوائیے گا۔ ہائے! میرا بھیا جب سہرا باندھے گا تو کتنا پیارا لگے گا اور میں بھیا علی اکبرؑ کے سہرے کی بلائیں لوں گی صدقہ اُتاروں گی۔ میری سب بیماری دُور ہو جائے گی۔ شادی کے کپڑے تو سِل گئے ہیں نا۔ میرا دل چاہتا ہے اُڑ کر آپ لوگوں تک پہنچ جاؤں۔ رات دن راہ بکتی رہتی ہوں۔ اب کوئی آیا۔ اب دق الباب ہوا، مگر شام ہو جاتی ہے پرندے اپنے بسیروں کو جاتے نظر آنے لگتے ہیں۔ آپ کی یہ بیٹی آنے والے کل کی آس لگائے نانی کے ساتھ نانا رسول خدا کے روضے پر چراغ جلانے چلی جاتی ہے۔ نانا سے دعائیں مانگ مانگ کر تھک گئی ہوں۔ نانا بھی نہیں سنتے۔ بابا رات کو بڑے ڈراوے خواب آتے ہیں۔ رات کو نیند نہیں آتی۔ جیسے ہی ذرا آنکھ لگتی ہے۔ نہ جانے کیا دیکھتی ہوں۔ خواب میں ایک صحرا نظر آتا ہے، صحرا میں خون کا دریا جوش مارتا نظر آتا ہے، بابا یہ کیسا خواب ہے، ایک دم گھبرا کے اُٹھ بیٹھتی ہوں اور جب سے بابا یہ محرم کا چاند چڑھا ہے مجھے ایک پل چین نہیں آتا۔ بابا میرا کھانا پینا بھی چھٹ گیا ہے۔ زبردستی نانی کچھ کھلاتی ہیں تو منہ سے باہر آنے لگتا ہے۔ بابا سب خیریت تو ہے نا۔ اب تو آس پڑوس کی سہیلیوں نے بھی آنا جانا چھوڑ دیا ہے۔ جب گلی میں چھوٹی چھوٹی لڑکیوں کی گود میں ننھے منے بھائی دیکھتی ہوں مجھے اپنا بھیا علی اصغرؑ بہت یاد آتا ہے۔



اب ماشاء اللہ گھنٹیوں کے بل چلتا ہوگا۔ سیکنہ بی بی تو خوب بھائی کے ساتھ کھیلتی ہوں گی، مجھے تو ابھی تک گود میں اٹھانے کی حسرت ہے۔ دو جوڑے بھیتا علی اصغرؑ کے لئے بھیج رہی ہوں امتاں ربابؑ سے کہنا ضرور پہنائیں اور جب پہنائیں تو اصغرؑ کے کان میں کہیں کہ مدینے والی صغراؑ بہت یاد کرتی ہے۔ یہ سن کر میرا بھیتا علی اصغرؑ کھلکھلا کے ہنس پڑے گا۔ میری طرف سے خوب پیار کرنا اور اصغرؑ سے کہنا کہ اپنے ننھے ننھے ہاتھ اٹھا کر دعا کرے کہ صغراؑ سے جلد ملاقات ہو۔ بابا ننھے معصوموں کی دعا فوراً قبول ہوتی ہے نا۔ ضرور کہیئے گا۔ پھوپھیاں کیسی ہیں۔ عون و محمدؑ کا کیا حال ہے۔ ہاں بابا چچا عباسؑ سے کہنا کہ کیا صغریٰؑ کو بالکل بھول گئے میرا اسلام کہنا بابا۔ بھائی علی زین العابدینؑ تو ٹھیک ہیں۔ اللہ سب کو خیر سے رکھے اور جلد وطن واپس لائے۔ بابا جس دن سے آپ گئے ہیں، میں نے نئے کپڑے نہیں بدلے اور جب تک آپ سب آئیں جاتے بدلوں کی بھی نہیں۔ بابا آپ تو بابا ہیں نا ہم غریب بیٹیوں کے دل کا حال کیا جانیں، بیٹی کے دل کا حال تو صرف ماں ہی جانتی ہے، امتاں بھی خاموش ہیں، یاد تو کرتی ہوں گی۔ جو صغراؑ کے دل پہ گزر رہی ہے وہ صغراؑ ہی جانتی ہے۔ بابا کبھی کبھی ایسا لگتا ہے سب آگئے، میں بھاگی بھاگی دروازے پر جاتی ہوں مگر وہی ستا سونہ لگیاں بس ایک آہ بھر کر رہ جاتی ہوں۔ بابا کیا میری قسمت میں یہی لکھا تھا۔ بیٹی تو آپ کی ہوں مگر آپ وقت کے امام ہیں زیادہ بول بھی تو نہیں سکتی۔ قاسمؑ بھائی کے مہندی کے دن بھی تو قریب آگئے ہیں۔ بابا میں کیا کروں کہاں جاؤں اب تو نانی کی تسلیاں بھی کام نہیں آتیں گھر کاٹنے کو دوڑتا ہے۔ جوں جوں محرم کے دن گزر رہے ہیں بے چینی بڑھتی جا رہی ہے۔ نانی پتہ نہیں اپنے حجرے میں بار بار کیا دیکھنے جاتی ہیں۔ پوچھو تو کہتی ہیں کچھ نہیں کچھ نہیں۔ بابا قاصد جانے والا ہے خط ختم کر رہی ہوں اگر کوئی بات



آپ کی شان اور مرتبے کے خلاف لکھ دی ہو تو بھیا علی اکبر کے صدقے معاف کر دیجئے گا۔ ملنے کی دعا کیجئے گا۔ میری طرف سے سب بزرگوں کو دست بستہ سلام اور تمام چھوٹوں کو بہت بہت پیار۔ خط کا جواب بہت جلد دیجئے گا۔ والسلام

آپ کی بیمار بیٹی

فاطمہ صغرا

فاطمہ صغرا کے خط کا شاہ کیا دیتے جواب

کر بلا کا واقعہ تحریر کے قابل نہ تھا

حضرت امام حسین علیہ السلام نے ایسے عالم میں خط کا کیا جواب دیا ہوگا؟

صغرا تیرا نامہ پہنچا زن میں بعد قضا کے

خط کے پیچھے انا للہ لکھا تیرا اٹھا کے

اکبر کو موت زن میں دو لہا بنا رہی ہے

بارات لے کے نہنہ کل شام جا رہی ہے

جب قاصد نے خط پیش کیا اور امام کو جملہ احوال سے آگاہ کیا تو عرض کی کہ مولا میری ایک اور حاجت بھی ہے امام نے فرمایا وہ کیا اس نے کہا کہ آپ کی دختر نے مجھ سے کہا تھا کہ میں ان کی طرف سے جناب عباس کے ہاتھ اور جناب علی اکبر کی پیشانی کا بوسہ لوں امام نے فرمایا اے قاصد میرے ساتھ چل پس امام اس کو لے کر جناب عباس کی دست بریدہ لاش پر آئے اور فرمایا اے عباس فاطمہ صغریٰ کا قاصد آپ کے ہاتھ چومنے آیا ہے آپ کے ہاتھ کہاں گئے پھر آپ رونے لگے پھر علی اکبر کی لاش پر آئے اور شہزادے کے سر کو گود میں لیا اور فرمایا اے میرے نور چشم تمہاری بہن نے اس قاصد کو تمہاری پیشانی اور آنکھوں کا بوسہ لینے کے لئے بھیجا ہے مگر میں کیا کروں تمہاری



آنکھیں خون سے بھری ہوئی ہیں اور تمہاری روح پرواز کر گئی ہے، یہ کہہ کر خطِ صغریٰ علی اکبر کے سینے پر رکھ دیا، اور قاصد سے کہا صغریٰ سے کہنا یہ تمہارے خط کا جواب ہے۔



jabinabbas@yahoo.com



ساتویں مجلس

صلۃ ابوطالبؑ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تمام تعریفیں اللہ کے لئے درود و سلام محمد و آل محمد کے لئے

الوداعی عشرے کی ساتویں تقریر ”عظمتِ ابوطالب“ کے موضوع پر آپ حضرات سماعت فرما رہے ہیں۔ (صلوٰۃ) یہ دراصل دیکھئے ایک مذہبی فریضہ تو مجلس ہے، اُس میں سوز بھی ہے، سلام بھی ہے، خطابت بھی ہے، لیکن یہاں اصل میں ذوق کا ایک امتحان ہوتا ہے، کہ آپ کن کن چیزوں کو کس جس کے ساتھ سنتے ہیں، اور سماعت فرماتے ہیں، اور آپ کی پسند کا معیار کیا ہے، اور وہ چیز اگر بن جائے، یعنی فکر اگر بن جائے، ذہن اگر تعمیر ہو جائے، یہی انسان کی زندگی کا اصل مقصد ہے، اور ہماری قوم کی پہچان یہی ہے پوری دنیا کا دستور یہ ہے، کہ وہ اپنے ناموروں کو مشہور کرتی ہے، اور اُن کے بارے میں اُن کی زندگی کے بارے میں، ان کے فن کے بارے میں، تبصرے ہوتے ہیں، لیکن شیعہ قوم کے نامور کرکٹ کے کھلاڑی نہیں ہیں، فلمی اداکار نہیں ہیں، ہمارے نامور صرف صدیوں صدیوں سے وہ ہیں، جنہوں نے امام حسینؑ کی خدمت کی، اُس میں چاہے مرثیہ پڑھنے والا ہو، مقتل نگار ہو، یا سوز پڑھنے والا ہو، یا نوحہ پڑھنے



والا ہو، یا تقریر کرنے والا ہو، اور ان کے نام ہمیں یاد ہونے چاہئیں، ان کے کام ہمیں معلوم ہونے چاہئیں، ہم اپنے اُن مباحوں کو پہچانیں، کہ جنہوں نے اہل بیت کی مدح کی ہے، اور اپنی زندگی کی قیمتی چیز، ہر انسان یہ چاہتا ہے، کہ اس کو وہ پوری دنیا کے سامنے لے آئے، اچھی آواز ایک اچھا رزق ہے، ہر ایک کو نہیں ملتی، تو جس کی آواز اچھی ہوتی ہے، تو وہ دنیا میں چاہتا ہے کہ میں مشہور ہو جاؤں، تو وہ دنیاوی راستے اپناتا ہے، اور اُسی قیمتی شے کو بچا کر دنیا سے کوئی حسین کے لئے رکھتا ہے، یہ آسان کام نہیں ہے۔ اچھا مقرر، اچھا خطیب، اگر اُسے بولنا آتا ہے تو وہ سیاسی راہ اختیار کرے گا، کہ میری تقریروں سے آگ لگ جائے گی، میں انتخاب جیت لوں گا، اور میں ایوان میں بیٹھوں گا، لیکن وہی اگر اپنے زورِ خطابت کو صرف، حسین کے لئے وقف کر دے، یہ آسان نہیں ہے، دنیا سے رُک جانا، اور روحانی سفر اختیار کرنا، اور ایسے ہی لوگ، اللہ اور رسول کی نظر میں معزز ہیں، ان کا مرتبہ ہے، ان کا ثواب ہے، صدیوں میں آپ پیچھے سفر کریں گے، تو آپ دیکھیں گے کہ میرا نیس اگر دنیا کی شاعری کرتے، تو کر سکتے تھے، کوئی انہیں روک نہیں سکتا تھا، لیکن انہوں نے اپنے آپ کو امام حسین کے لئے وقف کر دیا، اب تم ادب میں جگہ دو یا نہ دو، ہم نے ایک بات طے کر لی ہے، اور اس کے بعد انیس نے اپنے آپ کو ادب میں منوالیا، بھی کسی لحاظ سے تو مانو گے، کم از کم اس لحاظ سے تو مانو گے، ہم سے زیادہ شعر تو دنیا میں کسی نے نہیں کہے، پیچھے چھوڑ دیا شکیبیز کو، والمیک کو، سور داس کو کبیر داس کو، فردوسی کے شاہنامے کو، ساٹھ ہزار شعر سے کوئی آگے نہیں بڑھا، ساٹھ ہزار معراج ہے، پوری دنیا کی، اس سے آگے کوئی نہیں بڑھا پیراڈائز لاسٹ، (نظم کا نام) ملٹن کی نظم میں چالیس ہزار شعر ہیں، دنیا کا بڑا شاعر ہے، شکیبیز کا پورا دفتر بھی جمع کر کے ساٹھ ہزار نہیں بنتے، اور انیس نے کہا یہ لوڈ ہائی



لاکھ شعر یہ رکھے ہیں اب آؤ صرف اسی پہ مقابلہ کر لو تو یہ ادھر سے مدد ہوتی ہے معصومین فرماتے ہیں تم ہمارے ہو گئے تم نے دنیا کو چھوڑ دیا شہرت بھی ملتی، دولت بھی ملتی لیکن تم نے ہمارے دربار کو پسند کیا، تم یہاں آئے تم نے دنیا کو چھوڑ دیا، اب تم ہمارے ہو گئے، اب تم ہمارے ہو، اب جو ہماری عزت و شہرت وہ تمہاری عزت و شہرت ہے، بڑی بات ہے، کہ کسی کا نام حسینؑ کے نام کے ساتھ آ جائے، یہ آسان بات نہیں ہے، کہ حسینؑ اور علیؑ کے ساتھ، اُن کے مداحوں کے نام بھی آئیں، دربار ہوان کا اور ذکر ہو مداحوں کا، ورنہ دنیا تو دشمن تھی، دشمنوں کی فہرست تو طویل ہے ہی، اور دوستوں کی فہرست مختصر ہے، اہل بیت کا دشمن بننا آسان ہے، دوست بننا بہت مشکل ہے آسان نہیں ہے، دشمن بننا بہت آسان ہے دشمنی کے طریقے بکھرے پڑے ہیں سڑک پہ، چلتے پھرتے اور یہاں دوستی کا معیار یہ نہیں ہے، کہ کلمہ پڑھے، مومن ہو، متقی ہو، پرہیزگار ہو، نہیں دوستی کا معیار ان طریقوں پہ نہیں پرکھا جاتا یہاں، مذہب نہیں دیکھا جاتا، مشرب نہیں دیکھا جاتا، فرقہ نہیں دیکھا جاتا، یہاں ایک پیمانہ ہے، محبت کتنی ہے، اب وہ ہندو ہو، پارسی ہو، یہودی ہو عیسائی ہو، کہیں سے بھی آیا ہو، محبت ہے، وہ ہمارا ہے، محبت اگر دل میں ہے تو ہمارا ہے، حسینؑ تو اتنے بڑے داتا ہیں، اور کہہ چکا ہوں، بار بار تقریروں میں، کہ قرآن میں آیات ہیں، کہ جہاں اللہ کا حرم ہے، جہاں اللہ کا گھر ہے، جہاں اللہ کی مسجد ہے، وہاں نہ کافر آ سکتا ہے نہ مشرک آ سکتا ہے، نہ ہندو آ سکتا ہے، نہ یہودی آ سکتا ہے، نہ عیسائی، حسینؑ کا دربار کھلا ہے، جس کا دل چاہے آئے۔ (نعرہ) جو دوست بن جائے حسینؑ کا، کسی پہ پابندی نہیں ہے، اس لئے حسینؑ کی عزاداری، دنیا کے ہر مذہب و ملت کا شخص کرتا ہے، جس کے دل میں محبت آ گئی، اور آپ سوچ بھی نہیں سکتے، تصور نہیں کر سکتے، چونکہ ذریعہ ابلاغ، آپ کے لئے سازگار نہیں ہیں، اس



لئے وہ یہ چیزیں بتاتے نہیں ہیں، ورنہ آپ مطالعہ کریں، اور دنیا کی سیر کریں، تو آپ کو معلوم ہو، کہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہم رضویہ میں بیٹھے ہیں، انچولی میں بیٹھے ہیں، ہم ہی حسین کے چاہنے والے ہیں، آپ سوچ نہیں سکتے، تصور نہیں کر سکتے، مسلمانوں سے الگ ہٹ کے دنیا میں نکل جائیے آپ، تلاش کریں کیسے کیسے حسین کے چاہنے والے ہیں، آپ کے تصور میں نہیں آ سکتا، اس لئے کہ ایک تو معلومات کم، اور دوسرے اصل بات جو میں کہا کرتا ہوں اپنے دوستوں سے، کہ وسعتِ نظر ترقی پسند بنئے، فکر کو روشن بنائیے، ذہن کو اعلیٰ بنائیے، تنگ نظری حسین کے دربار میں اچھی چیز نہیں ہے، بالکل تعصب نہ برتیں، آپ چہرے دیکھیے، فکر دیکھیں، کتابیں پڑھیں، معلومات حاصل کریں، تو آپ کو پتہ چلے گا، کہ کون کون کس طرح اہل بیت سے متاثر ہوا، ابھی میری ایک کتاب انشاء اللہ ایامِ عزاء کے بعد آنے والی ہے، کافی ضخیم کتاب آئے گی، جس میں میں یہ بتا رہا ہوں، کہ پوری چودہ صدیوں سے اب تک کتنے عیسائی، کتنے یہودی، کتنے ہندو، کتنے جین، کتنے بدھ، کیا کیا اہل بیت پر لکھ چکے، اور کیا کیا کہہ چکے، حج صاحب تشریف فرما ہیں، مجلس میں آتے ہیں جنسِ جمیل زیدی صاحب، ان کے بڑے صاحبزادے کل ہی بتا رہے تھے، کہ کمپیوٹر پہ ایک ہندو عورت، کو جنابِ زینب نے بشارت دی ہے، اور کمپیوٹر پہ اس کا پروگرام آ رہا ہے، کہ اُس نے بشارت ملنے کے بعد دو کتابیں لکھی ہیں، ایک جنابِ فاطمہ پہ، ایک حضرت زینب پر، اور وہ ہندو عورت ہے، ایسی ہی بڑی روپ کماری گزری ہیں، ہندو راج کماری تھیں، راجا کی بیٹی تھیں، اور انھوں نے، مرچے کہے ہیں، حضرت علی پہ امام حسین پہ

ایک اپنا کیا کہ بہتر کا سر دیا شہ نے

جنابِ قاسمِ مضطر کا سر دیا شہ نے

یہ مرثیہ اُن کا مشہور مرثیہ ہے، روپ کماری ہندو ہیں تو یہ کیوں پیار کرنے لگے، امام حسینؑ سے، انہیں معلوم ہے، کہ زندگی مل جاتی ہے، اور روح کو ایک سکون ملتا ہے، اور یہ سب کو معلوم ہے، کہ کائنات میں اس سے بڑی ہستی، زندہ ہستی، کہ آج بھی حسینؑ اپنے آپ کو منوار ہے ہیں، تو یہ جو تقصیبی نعرے لگتے ہیں، سیاسی نعرے، فلاں مردہ باد، فلاں مردہ باد، یہ آپ کا کام نہیں ہے، یہ حسینؑ کے چاہنے والوں کا کام نہیں ہے، یہ کام جو کبھی فکر بنا لے، کبھی وہ یہ کام نہیں کرے گا، انہیں مردہ باد والوں میں جانے کتنے لوگ اُن کا احترام کر رہے ہوں تو، آپ کی فکر دیکھیں گے، آپ کا ذوق دیکھیں گے، کہیں گے جاہل ہیں، یہ ابھی اکتوبر میں، یو این او نے، تمام اقوام عالم میں، اقوام متحدہ نے اجلاس منعقد کیا، مالیاتی اجلاس جو کتنا اہم ہوتا ہے، اور اُس میں سب نے مل کر یہ منظور کیا، یہ قانون بنایا ہے، نیویارک میں اخبار میں آیا، کہ تمام اسلامی ملک حضرت علیؑ کے طرز حکومت کو اپنائیں، تاکہ امن ہو مسلمانوں میں، یعنی امن تو ہے ہمارے پاس، تم میں آپس میں نہیں ہے، اور دیکھئے یہ نعرہ مسلمان علماء لگواتے ہیں، اور سیاسی علماء لگوا رہے ہیں، اور نو جوانوں کو استعمال کر رہے ہیں، آپ کو یہ پتہ ہے کیوں؟ اس لئے، کہ تمام اسلامی سیاسی جماعتیں جو ہیں آپ کے پاکستان میں، سب کا خرچہ امریکہ دیتا ہے، کہاں سے آتا ہے، کون دے رہا ہے، تو جب یہ نعرہ وہ لگواتے ہیں، تب زیادہ پیسے ملتے ہیں، یہ جماعت اسلامی وغیرہ، یہ قاضی حسین احمد، فضل الرحمن، سمیع الحق یہ جتنے علماء ہیں، سب کو جنرل مشرف صاحب نے ایک جگہ اکٹھا کر کے، ان کو ایوان میں بٹھا دیا ہے، اور ان کے حوالے پورا سرحد کر دیا، کہ وہاں جو چاہے کرو، اسلامی نظام لاؤ یہ لاؤ وہ لاؤ بھی کراچی کا پیچھا چھوڑو، پنجاب کا پیچھا چھوڑو لاہور کا پیچھا چھوڑو جاؤ وہاں اسلامی نظام لے آؤ، ان کو تو جینے دو اب وہاں جو چاہے کرو، تو آپ کو ان لوگوں کا کہا



نہیں ماننا چاہئے، یہ سب وہاں جاتے ہیں، سب کی دوستیاں ہیں، اور عوام کو بہکاتے ہیں، اچھا امریکہ کیا کہہ رہا ہے امریکہ کہہ رہا ہے کہ حکومت پاکستان سے ہماری دوستی ہے، عوام سے ہم کو کیا مطلب وہ جو چاہے کہیں تو عوام بنے بیوقوف، ہماری فکر اہل بیت کی فکر ہونی چاہئے، آپ کو پتہ ہے کیا فکر ہے اہل بیت کی، اہل بیت اسلام قرآن کیا کہتا ہے، میں آج آپ کو تمہید میں یہ باتیں ذہن نشین کرانا چاہتا ہوں، کہ کسی جلوس میں جو اہل بیت کا جلوس ہو اس میں کوئی سیاسی نعرہ نہیں لگنا چاہئے، اس کا احترام باقی رکھنا چاہئے، تو اس کو بہت غور سے سنیں، خصوصاً نوجوان اور اس کو پیغام بنا کے آگے سنائیں قرآن، اہل بیت، اللہ، رسول کیا کہتے ہیں پوری دنیا آپ کے مذہب پہ نہیں ہے، آپ سب کو اپنے عقیدے پہ نہیں لاسکتے، آپ سب کو مسلمان نہیں بنا سکتے، آپ سب کو قرآن نہیں پڑھا سکتے، آپ سب کو کلمہ نہیں پڑھا سکتے، پوری دنیا آپ کے کہنے سے مسلمان نہیں ہو جائے گی، اچھا اب وہ نہیں ہو رہے ہیں، تو آپ کیا کریں گے، ان کو برا بھلا کہیں گے، گالیاں دیں گے، قرآن کیا کہتا ہے، اللہ کیا کہتا ہے، نبی کیا کہتا ہے، امام کیا کہتے ہیں، ایک نظریہ ہے سب کا، دین کا نظریہ ہے سب کا کہ کبھی کسی برے سے نفرت مت کیا کرو، کیا ہے اللہ کا پیغام۔ کیا ہے قرآن کا پیغام، کیا ہے نبی کا پیغام، کیا ہے آئمہ کا پیغام، برے سے نفرت کرو نہ تعصب کرو، نہ اس کو برا کہو، برے میں جو برائی ہے اس سے نفرت کرو، یہ ہے کل اسلام شخصیت کو برا نہیں کہنا ہے، نہیں سمجھ آپ اب سمجھاؤں گا میں، کہ کیا ہے اگر یہ نہیں سمجھے، گویا آپ نے نہ کر بلا سمجھانہ آئمہ کو سمجھا، نہ قرآن کو سمجھانہ آپ نے دین کو سمجھا، کوئی بھی ہو، اب جو لوگ بیٹھے ہوئے ہیں، ان کی سمجھ میں سب آئے گا، جو نہیں سنیں گے وہ کورے کے کورے ہی رہیں گے، وہ اپنا وہی کرتے رہیں گے، جو وہ کر رہے ہیں، ان کو کوئی سمجھا نہیں سکتا،



لیکن کم از کم، ہمارے سننے والے تو یہ بات سمجھ لیں، بچے اور جوان، خُرا یا، کیا اس سے امام حسینؑ کو نفرت تھی، صحیح صحیح بتائیے اس نے لجامِ فرس کو پکڑ لیا، تو کیا امام حسینؑ اُسے قتل کر دیں، کیوں چھوڑ دیا، خُرا کو کیوں چھوڑ دیا، کہا تجھ سے نہیں، مجھے کوئی میر ہے، تجھ سے شکایت نہیں ہے، چونکہ تو یزید کے لشکر میں ہے، تجھ میں ایک برائی ہے، کہ تو یزیدی ہے، یزیدیت چھوڑ دے، ادھر آ جا میرا ہے۔ ایک برائی ہے، تجھ میں اُس نے صبح عاشور یزیدیت چھوڑ دی، حسینؑ نے گلے لگا لیا، تجھ سے تھوڑی نفرت تھی، یزیدیت سے نفرت ہے ایک مثال دی ہے، ابھی میں نے مشہور مثال دی ہے، اگر حُر سے نفرت ہوتی تو کیا حسینؑ حُر کو قبول کر لیتے، تجھ میں جو برائی تھی، وہ چھوڑ آیا اب میرا ہے، برائی سے نفرت تھی، برے سے نفرت نہیں ہے، اب اسی کو بار بار سمجھتے رہے، رسول اللہؐ جارہے ہیں، ایک کافر عورت روز کوڑا پھیلتی ہے، کیا رسول اللہؐ اس عورت سے نفرت کریں گے، ایک دن نہیں پھینکا اُس نے، کہا ابھی آج کوڑا کیوں نہیں آیا، کہا وہ بیمار ہو گئی ہے، کہا ہم عیادت کو جائیں گے، برے سے نفرت نہیں ہے، برا اگر بیمار بھی ہو جائے اور کافر ہے، تو نبی عیادت کو جائے گا، اب جب نبیؐ پہنچے، تو وہ ڈر گئی، وہ سوچنے لگی کہ انتقام لینے آئے ہیں، اب جب کہ میں بیمار ہوں، کہا عیادت کو آیا ہوں، انتقام لینے نہیں آیا ہوں، بوڑھی عورت نے کہا اگر یہ اسلام ہے، تو لا اِلهَ اِلا اللہ محمد الرسول اللہ، مسلمان ہو گئی، برائی چھوڑ دی، اب کوڑا نہیں پھینک رہی ہے، اب نبیؐ کی ہو گئی۔ سروں پہ مومنوں کے کوڑا پھینکنا یہ برائی ہے۔ اب بھی نہیں سمجھے آپ، برائی چھوڑ دو، ہمارے ہو، تو انسانوں سے نفرت کرنا، ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاءؑ نے نہیں سکھایا، یہ کسی مذہب میں نہیں ہے، اسلام میں تو بالکل نہیں ہے، حضرت ابراہیمؑ نے اللہ سے کہا آنکھوں سے پردے ہٹا دے، تاکہ میں دیکھوں دنیا میں کیا ہو رہا ہے، کہا ابراہیمؑ برداشت نہیں کر پاؤ گے، کہا



نہیں میں دیکھنا چاہتا ہوں کائنات کا نظام دیکھنا چاہتا ہوں، تو کائنات کو چلا کیسے رہا ہے، تیرا انتظام جو ہے وہ دیکھنا چاہتا ہوں، اب اللہ کا انتظام نبیؐ دیکھنا چاہتا ہے، پردے ہٹ گئے، لو دیکھو، اب جو دیکھا، تو سب نظر آنے لگا، وہاں سے دیکھ رہے تھے نا، جہاں سے انتظام ہوتا ہے، اب سارے گھر بھی نظر آ رہے ہیں، حجرے بھی نظر آ رہے ہیں، کمرے بھی نظر آ رہے ہیں، کوئی شراب پی رہا ہے، کوئی زنا کر رہا ہے، کوئی کوئی گناہ کر رہا ہے، کائنات نظر آ رہی ہے، گناہوں میں ملوث ہے انسان، اور ابرہہؓ کو ستے جاتے ہیں، ارے یہ کیا کر رہا ہے، خدا اسے غارت کرے، موت آئے اس کو، ایک زنا کر رہا تھا، کہا یہ بھی مر جائے، شراب پی رہا تھا کہا یہ بھی مر جائے، ایک جھوٹ بول رہا تھا، کہا یہ بھی مر جائے، ایک بُت پوج رہا تھا، کہا یہ بھی مر جائے، اللہ نے کہا سب کو مار ڈالو گے، کیا میرے انسانوں کو اب رہنے نہیں دو گے، کیا نہیں رہنے دو گے میری مخلوق کو، کہا تو پروردگار یہ کر کیا رہے ہیں، کہا ایک دن دیکھا تو گھبرا گئے، میں تو ہر وقت دیکھتا ہوں، (نعرہ) میں تو سب دیکھ رہا ہوں، تو کیا ذرا سی بات پہ مار ڈالوں، تو پھر دنیا میں رہے گا کون، پھر واپس وہیں جائے گا، میں تھا اور تنہائی تھی تو پھر کیا واپس چلا جاؤں، حدیث قدسی سے پہلے کے ماحول میں، اور ”عالمِ ہو“ میں، کائنات کو ختم کر دوں، کہا پروردگار، یہ تھوڑی طریقہ ہے، بس دیکھ چکے، تم برداشت نہیں کر سکتے، تو اب اس واقعہ سے کیا پتہ چلا، اس سے پتہ چلا، جو ہم بار بار پڑھتے ہیں، بسم اللہ الرحمن الرحیم، تو رحمن بھی ہے، رحیم بھی ہے، اب معنی سمجھ میں آئے، رحمن اور رحیم نہ ہوتا، تو ایک گناہ گار دنیا میں زندہ نہیں رہ سکتا تھا۔ یعنی، دین پہ جو نہ چلتا، اس پہ موت طاری کر دی جاتی، کہ اللہ کا سرکش بندہ تھا، سب اللہ کے سرکش بندے ہیں، اور سب جی رہے ہیں، اور سب کو ہم رزق دے رہے ہیں، جو گناہ کر رہا ہے، اس کو بھی رزق دے رہے ہیں،



جو ثواب کر رہا ہے، اسے بھی دے رہے ہیں، ارے اس سے بڑھ کر، کہ ایک ہی دسترخوان پہ کافر و مشرک و مومن سب کھائیں، دسترخوان ہمارا ہے، جو ہم ابراہیم کو دے رہے ہیں، وہی نمرود کو دے رہے ہیں، جو موسیٰ کو دے رہے ہیں، وہی فرعون کو دے رہے ہیں، کیا کم کر لیا ہم نے، خدائی کا دعویٰ نمرود کر رہا ہے، تو رزق کم کر دیں، روٹی بند کر دیں، فرعون نے خدائی کا دعویٰ کیا ہے، تو کیا روٹی بند کر دیں، اسے کہتے ہیں رحمن اور رحیم اور مثال کہاں سے لاکے دوں، اللہ کے سامنے بندہ ایسا ہے، جیسے ماں باپ کی گود میں دودھ پیتا بچہ، جب بچہ ماں پہ پیشاب کرتا ہے، تو ماں غصے میں بچے کو پھینکتی نہیں، پیار کرتی ہے، اور طہارت کرتی ہے، کبھی ایسا ہوا ہے کہ کسی ماں باپ نے بچے کی خطا پہ، اسے سڑک پہ پھینک دیا ہو، نہیں رکھیں گے، اس بچے کو، یہ نجس کرتا ہے کپڑے، ارے پیار آتا ہے، یہی تو ولی عہد بنیں گے، یہی تو وارث بہنیں گے، کچھ بھی گندگی کرتے رہیں، میرے چاند ہیں، میرے لال ہیں، تو کیا تم اللہ سے بڑے ہو گئے، رحمن و رحیم، میں ہوں کریم، اور جب کہا میں ہوں کریم، کرم کرنے والا، تو پھر کہا رسول بھی کریم، علی بھی کریم، کرامت ان کے چہروں پر لکھ دی، جو خوالہ کی، وہی انبیاء کی، وہی آئندہ کی، تیرے لئے زندہ ہیں، بڑیں گے تو تیرے لئے، کرم کریں گے تو تیرے لئے، یہ حکم تیرا ہے، علی جا رہے ہیں، یہودی سڑک کے ایک طرف چل رہا ہے، علی دوسری طرف چل رہے ہیں، سڑک پر تہادو آدمی جا رہے ہیں، علی خلیفہ ہیں، دار الحکومت سے نکلے ہیں، واپس آ رہے ہیں، وہ نہیں جانتا کہ یہ خلیفہ وقت ہیں، یہ عرب کا بادشاہ جا رہا ہے، علی نے اُسے آواز دی اکیلا جا رہا ہے، اُس نے کہا ہاں، کہا اچھا ہے اگر دو مسافر ساتھ ہوں، باتیں کرتے ساتھ چلیں، راستہ جلدی کٹ جاتا ہے، وہ قریب آ گیا، ابھی فصاحت تو لہجہ میں ہے، لہجہ تو بنی ہاشم کا تھا، وہ اپنا کنارہ چھوڑ کے امامت کے کنارے



پُر آ گیا، جب وہ قریب آیا، علیؑ نے ہاتھ تھام لیا، کہا ہم اور تم باتیں کرتے چلیں گے، راستہ جلدی گزر جائے گا، جب تمہاری منزل آ جائے، تو تم بتا دینا، ہم تمہیں وہاں تک پہنچا دیں گے، باتیں کرتے ہوئے چلے، اور چند لمحوں میں منزل گزر گئی، باتوں میں تو پتہ ہی نہیں چلتا، ہم کہتے ہیں باتوں باتوں میں صبح ہو گئی، شام کو سات بجے جو بیٹھے، ایک دفعہ جو سرخی دیکھی، تو کہا دیکھئے ذرا باتوں باتوں میں صبح ہو گئی، یہ تو آپ کہتے ہیں نا، ابن عباس کہتے ہیں، ابھی نقطہ بائے بسم اللہ کی تفسیر ہو رہی تھی اور صبح ہو گئی، تو علم کا سفر ہو یا زمین کا سفر ہو، باتوں میں سفر جلدی کٹ جاتا ہے، سفر کٹ گیا، اُس نے کہا، کہ میری منزل آ گئی کہا، چل تجھے گھر تک پہنچا دوں، ایک بار مخاطب ہوا، اُس نے کہا میں بھی عجیب خود غرض ہوں، آپ بھی مسافر ہیں، بھی میں بھی مسافر، آپ نے میری منزل تو پوچھی، مگر میں یہ پوچھنا بھول گیا کہ آپ کی منزل کہاں ہے، آپ کو کہاں جانا ہے، کہا میری منزل بہت پیچھے رہ گئی، کہا آپ کی منزل پیچھے رہ گئی، تو آپ یہاں تک کیوں آئے، کہا تو نے سفر میں ساتھ دیا تھا، یہ کیسے ہو سکتا ہے، کہ میں بیچ میں تجھے اکیلا چھوڑ کر چلا جاتا، تیری منزل کی طرف، میں نے سوچا پہلے تجھے پہنچا دوں، پھر واپس آ کے میں اپنی منزل پہ چلا جاؤں گا، کہا آپ کون ہیں، اب سوال ہوا، آپ کون ہیں، عمل بتاتا ہے آپ کون ہیں (نعرہ) کہا میں علیؑ ہوں، کہا علیؑ مسلمانوں کے خلیفہ علیؑ، کہا ہاں وہی علیؑ، کہا یہ تو بتائیے آپ اپنی منزل چھوڑ کر ہمیں یہاں تک پہنچانے آ گئے، کہا تو اکیلا آتا اس لئے ہم تجھ کو یہاں تک چھوڑنے آ گئے، ہم تو چلے ہی جائیں گے، تیری منزل تو کٹ گئی، تیرا گھر آ گیا، اُس نے کہا یہ عمل جو آپ نے ابھی کیا، یہ آپ کا ذاتی عمل ہے، یا یہی آپ کا دین ہے، کیا حرج تھا، اگر علیؑ کہتے کہ یہ میرا ذاتی عمل ہے، اور تھا یہ ذاتی عمل، اپنا ذاتی عمل اسلام کے نام لکھا دینا اسے کہتے ہیں اہل بیتؑ، بھی یہ



آسان باتیں نہیں ہیں، دیکھئے بیٹے پہ ماں کا حق زیادہ ہوتا ہے، اور ماں زیادہ محنت کرتی ہے بیٹے پہ، پڑھا بھی رہی ہے، لکھا بھی رہی ہے، دودھ بھی پلایا، پرورش بھی کی، کپڑے بھی بدلوائے، نہلایا بھی بڑے ہو گئے، جوان ہو گئے، میٹرک کیا، ایف اے کیا، بی اے کیا، لوگ آرہے ہیں، منھائی آرہی ہے، میٹھک میں ابا بیٹھے ہیں، میرے صاحبزادے ہیں، کیوں نہ ہوں، اب اماں کا کوئی ذکر نہیں آیا، خود غرضی دیکھی، یعنی جب بڑا بنتا ہے آدمی، اُس کا عمل بڑا ہوتا ہے، ہر ایک چاہتا ہے میرے نام لکھ جائے، مگر واہ رے اہل بیت، بڑے سے بڑا عمل کیا، اور اللہ کے نام لکھ گئے، یہ ہیں اہل بیت، اور اسے بھی چھوڑ دیجئے، بیٹے پالے حسنؑ اور حسینؑ، قرآن میں آیت آگئی اَبْنَاءَنَا تو ہمیشہ کہا فرزند رسول یعنی بچے بھی دین کے نام لکھ دیئے، واہ رے علیؑ! نام ہو تو دین کا ہم یہودی کا واقعہ بیان کر رہے تھے یہودی نے کہا یہ آپ کا عمل ہے، یا دین کا عمل علیؑ نے، کہا یہی ہمارا دین ہے یہودی نے کہا یہی اگر آپ کا دین ہے، تو لا الہ الا اللہ، ہمیں انسانوں کو دور نہیں ہٹانا ہے، اتنا قریب لاؤ، کہ وہ تمہارے دین کو سمجھیں، ورنہ اکثریت انہیں کی ہے مسلمانوں کی، اکثریت کا غرہ اب نہیں چلے گا، کربلا میں اکثریت دکھائی نا، اب کیا بڑی طاقت کے سامنے اکثریت چلے گی، وہ حسینؑ تھے کہ معاف کر دیا یہ مشرک ہیں، معاف واف نہیں کریں گے، اور یاد رکھنا اب کام ہتھیار سے نہیں چلے گا، وہ صلاح الدین ایوبی کا دور ختم ہوا، کہ اسپین فتح ہوا تھا، اور صلیبی جنگیں ہوئی تھیں، اب کچھ نہیں ہو سکتا، اب ظلم ہو، اور چپ بیٹھے رہو، زبان سیئے ہوئے، ایک ہی راستہ ہے، جو وہ کہہ رہے ہیں، کہ واپس علیؑ کی راہ پہ آ جاؤ، اب راستے سب بند ہو گئے، مسلمانوں کے لئے، اب کوئی ایٹم بم میزائل اور یہ سب کچھ کام نہیں آئے گا، سب کی جانچ پڑتال وہ کر وارہے ہیں، سب جگہوں پر معائنہ کرنے والے بھیجے ہوئے



ہیں، کیا ہو رہا ہے، تمہارے یہاں اور کیا رکھا ہوا ہے، کیا چھپایا ہے، تم نے، اور کچھ چھپاؤ گے، اور لشکر کے ساتھ آئیں گے، اب یہ سب نہیں چلے گا، اب آپ بیرونی دنیا سے، کافر و مشرک سے، طاقت سے نہیں لڑ سکتے، اب ذہانت سے لڑنا پڑے گا ذہانت بنتی ہے، اہل بیت کے ذکر میں آنے سے، آپ کے خلفاء بنی عباس اور بنی امیہ مسلمانوں کو غمی بنا گئے، بیوقوف بنا گئے، کوئی ذہانت و ہانت نہیں تھی، اب ان کی باتیں مت کیجئے اب تمام عالم اسلام بات کرے، اہل بیت کی، علی کی، علیؑ کی، فلاں خلیفہ کا طرز حکومت لائیں گے یہ باتیں اب چھوڑ دیجئے، یوں بھی آنا ہے تو علیؑ کے بیٹے مہدیؑ کو ہی آنا ہے، اگر آپ اس انتظار میں بیٹھے ہیں کہ کوئی عباسی خلیفہ کی نسل سے آئے گا، یا بنی امیہ سے کوئی آئے گا تو کوئی نہیں آئے گا، آئے گا تو وہ مارا جائے گا امام مہدیؑ کے ہاتھ سے، اگر دجال آئے گا، مارا جائے گا بنی امیہ سے سفیانی آئے گا اور مارا جائے گا، حکومت دجال نہیں کرے گا، کیا آپ یہ سمجھ رہے ہیں کہ دجال حکومت کرے گا، حکومت مہدیؑ کو کرنا ہے، اب حکومت مہدیؑ کی ہے (صلوٰۃ) اب شیطان کی چالیں بھی نہیں چلیں گی اس لئے، اب توبہ کر کے، وہ دور ختم ہوئے، علم کی طرف آجائیے، اب تو کھلی ہوئی دعوت ہے، اب اس میں یہ سوچنا، فلاں فلاں فلاں کو چھوڑیے، بس اصل دین یہ ہے، قرآن یہ ہے، اہل بیتؑ یہ ہیں، علیؑ یہ ہیں، یہی فکر بنائیں گے، یہی فکر دیں گے، اب یہ طلال صاحب بیٹھے ہیں، طلال صاحب شاہ حسین کے دادا کا نام طلال تھا، تو یہ پرچہ دیا تھا انہوں نے، آج یہ اتفاق سے یاد آیا، کہ جعفر طیارؑ پر میری کتاب ہے، اسی میں میں نے یہ سب چیزیں لکھ دی ہیں، آپ کو پتہ ہے، کہ جہاں ڈھائی تین لاکھ کا لشکر کر بلا میں آیا ہے، اور وہ دشمنی پہ آمادہ ہے، وہیں پہ وہب کلبی جیسا نصرانی، شادی کر کے آ رہا ہے، اُس کی ماں بھی، وہ بھی، اُس کی نئی دلہن



بھی جس کو دین و ایمان کا پتہ ہی نہیں، سب عیسائی کنبہ ہے، سب آگئے امام حسینؑ کے پاس، اور جان دے دی، خاکِ شفا میں ان کا لہو ہے، کبھی موقع ملا، تو اس پہ ہم پڑھیں گے، کہ کر بلا میں کب کب کس طرح، نجف میں عیسائی لوگ آئے، کس طرح محبت ہوئی علیؑ سے، جب بھی موقع ملے گا، ابھی آلِ عبا میں، میں نے کئی واقعات ایسے پڑھے، تو موقع دیجئے انہیں، کہ وہ اپنے اہل بیتؑ سے محبت کا اظہار کر سکیں، ابھی میں نے بش کی تقریر کا جملہ سنایا تھا، آپ کو ڈان اخبار میں چھپا تھا، کہ بعدِ وفاتِ نبیؐ اسلام کو دہشت گردوں نے ہائی جیک Hijack کر لیا، اور اب تک انہیں کے پاس ہے، ہم نشان دہی کرتے ہیں، اور ہم یہ بتاتے ہیں، کہ آپ راہِ راست پہ آئیں، اور صحیح راہ کو اپنائیں اسلام دہشت گردی نہیں ہے، اسلام نے کبھی یہ نہیں کیا، کہ جا کے گھروں کو اجاڑ دے، وہ پورا مدینہ یہودیوں سے آباد تھا، یہودی ہی یہودی بھرے ہوئے تھے، جب حضورؐ ہجرت کر کے آئے، اب ایک عجیب بات آپ کو تحقیق کی بتا رہا ہوں، اور آپ جتنی چاہیں جو صاحبِ کتابیں پڑھتے ہوں، علماء سے ملتے ہوں، وہ جا کے میرے ان سوالات کا جواب لائیں، مدینے میں کتنے مسلمان تھے، بڑے بڑے رئیس مسلمان، سب کے نام آپ کو معلوم ہیں، لیکن کسی کے گھر کسی مسلمان صحابی کے گھر، کبھی جناب سیدہؑ نہیں گئیں تحقیق کا جملہ دے رہا ہوں، ڈھونڈ کے لاؤ، کسی کے گھر، کبھی نہیں گئیں، اٹھارہ برس کی زندگی مدینے میں گزاری، کوئی دعویٰ مسلمان نہیں کر سکتا، میرے ہاں رسولؐ کی بیٹی آئی تھی، لیکن یہودی سردار آیا، اور کہا میری بیٹی کی شادی ہے، میں چاہتا ہوں، کہ آپ کی بیٹی میرے گھر آئے، یہ فخر کم ہے یہ فخر ان کا کم ہے اور رسول اللہؐ کہتے، کہ جب وہ مسلمانوں کے گھر کبھی نہیں گئیں، تو تیرے ہاں کیسے آ سکتی ہیں، تو تو مشرک ہے، تیرے یہاں تو آ ہی نہیں سکتیں، بلکہ کیا جواب دیا، کہ زہراؑ کا مالک علیؑ ہے، اُس



سے جا کے پوچھو، اگر اُس کا شوہر اجازت دے دے، وہ وہاں بھی آ گیا، کہا وہ خود مختار ہیں، وہ خود جو چاہیں، دیکھئے! ایک دوسرے کو اختیارات بتا رہے ہیں کہ یہاں اختیارات کس کے کیا کیا ہیں اللہ کی بارگاہ میں، اور یہی ہوا، کہ جب بابا آئیں گے، تو یقیناً ان سے پوچھوں گی، آئے بابا دعوت آئی ہے، کہا جاؤ، رسالت کا اذن مل گیا، جاؤ تو اب جواب میں، کیا کہا کیسے جاؤں، تو سردار کے گھر کی شادی ہے، اور میں اسلام کے سردار کی بیٹی ہوں، اب یہاں پہ ایک جملہ بڑھا دیتے ہیں، لوگ اپنی طرف سے جو کہ کتابوں میں نہیں ہے، یہ پچاس کتابوں میں یہ واقعہ مستند موجود ہے، علامہ مجلسی نے بحار الانوار میں لکھا ہے، اور شیخ بحرانی اصفہانی نے عوالم العلوم میں لکھا ہوا ہے، بڑی بڑی جو کتابیں ہیں، ایران کی چھپی کتابیں، سب میں یہ واقعہ مستند ترین ہے، سب نے لکھا ہے تو اللہ نے کہا کہ ہماری بھی مرضی ہے، کہ زہرا جائیں، ابھی تو مرضی رسول تھی، تو اللہ نے کہا کہ جائیں، اور لباس یہاں سے آئے گا، بھئی جب بچوں کے لئے وہاں سے آ سکتا ہے، تو ماں کے لئے بھی آ سکتا ہے، لباس آیا چشم و خدم جاہ و حشمت کے ساتھ جاؤ، غلام، حوری، عماری، اہتمام، نفیب، جبریل امین موجود، جلوس کے ساتھ جاؤ اہتمام سے جاؤ، تو مستند ترین علماء نے یہ لکھا ہے، کہ جس وقت سواری اُتری، بی بی کی، اور تشریف لائیں، تو تمام یہودی عورتیں سجدے میں گر گئیں، جناب سیدہ کو دیکھ کر ہوش نہ رہا۔ سب کو ہوش آیا، دلہن مرگئی، غور کیا آپ نے، شور ہو گیا دلہن مرگئی، بی بی نے دو رکعت نماز پڑھی، اور دعا کی پروردگار اس کو زندگی عطا کر، ایسا نہ ہو، کہ تیرے رسول کی بیٹی کے آنے کی وجہ سے، یہ کہیں کہ اس کے آنے کی وجہ سے، دلہن مرگئی، وہ اٹھ گئی، کلمہ پڑھتی ہوئی اٹھ گئی، اُس نے جو کچھ دیکھا وہ بھی بتا دیا، اُس نے بتا دیا، اگر بی بی قریب آئیں، اور صرف اتنا کہتیں، کہ میں نبی کی بیٹی ہوں، میں حکم دیتی ہوں، کہ تو



زندہ اٹھ جا، تو وہ اٹھ جاتی صرف ٹھوکر لگاتیں، اٹھ جا میرے حکم سے اٹھ جا، وہ اٹھ جاتی، وضو کیا، مصلیٰ بچھایا، نماز پڑھی، اسے کہتے ہیں تبلیغ دین، اب سمجھ میں آیا کہ یہودی کے یہاں کیوں جاؤ، تاکہ انہیں پتہ چلے کہ نماز کیا ہے، رسالت کیا ہے، تو حید کیا ہے، اور وہی ہوا، لا الہ الا اللہ پانچ ہزار یہودی مسلمان ہوئے، نہیں میرا بچھلا جملہ آپ بھول گئے، اہل بیت اپنا کارنامہ کبھی اپنے نام نہیں لکھواتے، نماز پڑھ کے یہ کارنامہ بھی اللہ کے نام لکھوا دیا، زہرا نے، ہمارا ذاتی کارنامہ نہیں ہے، تیرا دین تیرا کام، اب کیوں جائیں، اس لئے جائیں، کہ گھر سے نکلیں تو شور ہو، سواری جارہی ہے، اور کبھی کسی مسلمان کے گھر نہیں گئیں، اور جائیں تو اس دعوت پر جائیں، تو کیوں جائیں، تاکہ دنیا کو بتا سکیں، کہ نبی کی بیٹی یہودی سردار کے گھر جارہی ہے، اُس کے بعد جو واقعہ ہو، وہ مشہور ہو، کہ پانچ ہزار یہودی مسلمان ہو گئے، بمعہ اپنے کنبہ کے، ہو گئے نا، بمعہ اپنے خاندان کے، تو وہ اب اُس دور کا مورخ جوڑے کہ خاندان میں کتنے افراد تھے، مجموعی حیثیت سے پانچ ہزار لکھ دیا گیا، نامعلوم کتنے مسلمان ہوئے ہونگے، تو کیوں جائیں اس لئے جائیں، کہ نبیؐ معجزہ دکھائیں، اور کلمہ پڑھائیں مکہ کی گلیوں میں کلمہ پڑھائیں، مدینہ میں سب دیکھ رہے ہیں، کہ اس طرح کلمہ پڑھا رہے ہیں، علیؑ خیر سے لے کر حنین تک، کلمہ پڑھوائیں، دیکھ رہے ہیں، علیؑ کیسے لوگوں کو مسلمان کیا، بی بی ہے پردے میں، اللہ نے چاہا چودہ معصوم میں، ایک عورت ہے، عورت کی تبلیغ دیکھو، کیسی ہوتی ہے، منصب ہے، عہدہ ہے، شریک رسالت ہے جو نبیؐ کا کام ہے، وہی زہراؑ کا کام، گھر سے قدم نکالے، اب جملہ دے دوں، ایک کام کا جملہ ہے، کہہ کے نکل جاؤں، اسلامی عورت اگر گھر سے نکلے تو ہزاروں کو کلمہ پڑھوا کے آئے، نہ کہ مسلمانوں کو کٹوا کے آئے، بڑا الزام ہے یورپ امریکہ کا، مسلمانوں نے عورت کو دبا کے



رکھا ہے، عورت کا کوئی مقام نہیں، الزام ہے ارے اس الزام کا پتہ تھا اللہ کو، اسلام پہ مشرک اور یہودی اور نصرانی یہ الزام دیں گے اللہ نے عورت کے لئے پردہ رکھا پردے کو ختم کرنے کے لئے یہ الزام اسلام کو دیں گے، کہ عورتوں کو دبا کر رکھتے ہیں، اللہ نے اپنے پیغمبر کو بیٹے دے کے واپس لیے، کہ صرف بیٹی دیں گے، اور پھر دیکھنا کائنات میں، ایک بیٹی کی وجہ سے پورا مذہب چلے گا، ایک بیٹی سے، آج دین باقی ہے ایک بیٹی کی وجہ سے، اب جملہ ہے، آپ کا امتحان لے رہا ہوں، ذہنی امتحان اگر نبیؐ لا ولدرہ جاتا، ایک بیٹی بھی نہ ہوتی تو کیا یہ دین ہوتا؟

یا تو نبیؐ کو کنوارہ رہنا پڑتا، تب دین ہوتا، اگر اٹھارہ شادیاں کر کے پھر اولاد نہ ہوتی دین نہ ہوتا، عیسیٰؑ کی طرح کنوارہ رہنا پڑتا تب تو چلتا۔ ایک بیٹی دے کے ہم تمہیں بتائیں گے، اسلام میں عورت کا کیا مقام ہے۔ عظمت کیا ہے، ایک بیٹی سے، اور عمر اتنی کم دینگے، کہ اٹھارہ برس کچھ ہوتے ہی نہیں، اس کم عمری میں زہراؑ کا پیغام کائنات میں پہنچ جائے گا، اور زہراؑ کا مختصر سا خاندان، دو بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں یہ خاندان کائنات پر چھا جائے گا، سادات کے علاوہ، کوئی ہے اسلام میں بڑی طاقت، ارے بھی میں آپ سے پوچھ رہا ہوں، کل میں نے بتائے ہیں نا، ابوطالبؑ کی اولاد کے مزارات کہاں کہاں ہیں، جہاں سے کہیں وہاں سے چلوں، شہباز قلندر سے شروع کروں، اور اجیر تک پہنچوں، دہلی نظام الدین اولیاء تک پہنچوں، راستے کے مزار دیکھتے چلے جائیں، ایران عراق ترکی جہاں تک چاہے جائے اور ہر مزار پہ جا کے پوچھتے پٹھان کا مزار ہے کہ شیخ کا ہے، ارے صاحب کیسی باتیں کرتے ہیں، آل رسولؐ کا ہے، کس کی اولاد رسولؐ کی اولاد اور رسولؐ کی صرف ایک بیٹی ہے، ایک بیٹی ہے تو اسلام میں کیا ایک ہی بیٹی تھی، اوروں کی بیٹیاں نہیں تھیں، بیٹیاں تو سب کے تھیں، تھیں نا، تو درخت دو



طرح کے ہوتے ہیں، ایک لگتا ہے اور سوکھ جاتا ہے، اور ایک درخت پھلتا پھولتا ہے
 ذور تک چھا جاتا ہے، اُسے کہتے ہیں چھتنار درخت (نعرہ حیدری) اور اگر صدیوں کسی
 درخت کی فصل چلانا ہو، تو ایک اور ترکیب ہوتی ہے، لیکن اُس کے لئے باغبان اچھا
 ہونا چاہئے، ورنہ کام نہیں چلے گا، مثلاً قلمی آم ہے، دسہری ہے، کھجری ہے، فخری ہے،
 یہ قیمتی آم ہیں، فصل دیتے رہتے ہیں، دیتے رہتے ہیں اب درخت میں پھل نہیں لگ
 رہا ہے، بور ہی نہیں آ رہا، شاخیں ہیں پھل نہیں آ رہا ہے، پھول ہی نہیں تو پھل کیسے
 آئے گا؟ اب کوئی ماہر کو بلا یا گیا، کہا صاحب اس کی شاخ کٹے گی، اور وہ الگ گٹے میں
 لگے گی، پھر جب ہری ہوگی، وہاں سے نکالی جائے گی، جس کو پیوند کاری کہتے ہیں، اسی
 درخت سے اس شاخ کو جوڑ کے، مٹی سے لپ کر کے اس پہ پوری باندھ کے، رسیوں
 سے باندھ دی جائے گی، وہ ہری ہوگی، پھر ایک شاخ نکلے گی، درخت خشک ہو جائے
 گا، یہ پورا درخت بن جائے گا، پھر جو پھل آئے گا، پہلے والے پھل سے زیادہ شیریں
 ہوگا، نبوت کا درخت ایک لاکھ فصلیں دے کے، اب جوڑ کا تو فصلیں نہیں تھیں، اور
 پھل آ رہے تھے میٹھے، اب کیا ہوتا باغبان نے دیکھا، ایک شاخ نکالی، کعبے کے گٹے
 میں لگائی (نعرہ) اتنی شاخ مضبوط اور طاقتور تھی، کہ گملا چٹخ گیا (نعرہ) اب باغبان نے
 اُس شاخ کو درخت میں لگایا، تو جو شاخ درخت میں لگتی ہے، جسے پیوند کاری کہتے ہیں
 اُسے عربی میں لغت میں، درخت سے شاخ کو ملانے کو عربی میں کہتے ہیں ”بتول“ اور
 اب وہ پرانا جو نبوت کا درخت، پھل دینا چھوڑ چکا تھا، اب جو پیوند کاری ہوئی، اب جو
 فصل شروع ہوئی، تو بارہ ایسی فصلیں آئیں تو پیوند کاری کو عربی میں بتول کہا، تو کیوں
 کہا، اس لئے کہ مقام جلال ہے، اور کہیں عرض کر چکا ہوں، اور ایامِ عزاء میں دہرا
 چکا ہوں، کہ اللہ جب قسم کھاتا ہے، تو اس کے قسم کھانے کے چار طریقے ہیں، اور آپ



بھی اُسی طرح کھاتے ہیں، یا تو آپ کہتے ہیں باللہ یا کہتے ہیں تا اللہ یا کہتے ہیں واللہ یا کہتے ہیں للہ چار ہی طریقے ہیں قسم کھانے کے، اِجی واللہ باللہ تو بہ تا اللہ کہا اللہ کی قسم کھاتا ہے باللہ، تا اللہ، واللہ، اللہ اب چاروں کے پہلے حروف لے لیجئے باللہ کا (ب) تا اللہ کا (ت)، و اللہ کا (و) للہ کا (ل) بتول قسم ہے، اللہ نے قسم کھائی ہے، اب دیکھا عورت کی عظمت اسلام میں کیا ہے، اللہ کی نظر میں، یہ تو آپ سوچ رہے ہوں گے، کہ موضوع کیا تھا عشرے کا، اور کہاں لے کے چلے گئے، موضوع کو موضوع تو آ گیا ایسی بیٹی ہو تو ابوطالب کے گھربیاہ کے آئے، ابوطالب کی خدمات کہتے ہیں نا کہ اگر کسی کو گھر، گھر کس سے چلتا ہے، بہو سے، دنیا سوچتی رہی، ابوطالب نے اتنا بڑا کام کیا انعام کیا ملے گا، انعام دیکھا، کہ سلسلہ نبوت کو، نسل ابوطالب سے جاری کر دیا، یہ ہے صلہ ابوطالب کا، اب جیسے کسی کی سوانح حیات پڑھتے ہیں، ابھی تک تو میں دلائل دے رہا تھا، ساتویں تقریر ہو گئی، اب کل سے انشاء اللہ ہم یہ بتائیں گے، کہ ابوطالب کی اولاد موضوع میں آئے گا، تو آج موضوع شروع کر رہا ہوں، کل کامل کروں گا، ابوطالب کی چھ اولادیں تھیں، سب سے بڑی بیٹی، کنیت اُم ہانیؓ، نام فاطمہؓ، چھوٹی بیٹی ریتہؓ، پہلا بیٹا طالبؓ، جو حضورؐ کے ہم عمر، ایک ہی سال دونوں پیدا ہوئے، ابوطالب کے یہاں طالبؓ کے دس سال کے بعد عقیلؓ پیدا ہوئے، عقیلؓ کے دس سال کے بعد جعفرؓ پیدا ہوئے، جعفرؓ کے دس سال کے بعد علیؓ پیدا ہوئے، جب علیؓ دعوت ذوالعشرہ میں دس برس کے ہیں، تو جعفرؓ بیس کے، عقیلؓ تیس کے، طالبؓ چالیس کے، نبیؐ بھی چالیس کے، اور ابھی جب کہ نبیؐ کی شادی نہیں ہوئی تھی، جب پچیس سال کا ہمارا نبیؐ تھا، تو چچا کے گھر پلا تھا ابوطالبؓ نے پالا تھا، ماں باپ بچپن میں مر گئے، آٹھ سال کی عمر میں دادا بھی مر گئے عبدالمطلبؓ، تو نبیؐ کہاں پلے، ابوطالبؓ کے یہاں، کس



نے پالا ماں بن کے، چچی نے فاطمہ بنت اسد نے، سرپرستی کس نے کی، چچا نے، وہیں بڑے ہوئے جوان ہوئے، جب پچیس سال کی عمر ہوئی، تو اب ظاہر ہے، کہ بیسیویں برس شادی ہوگی، تو ابوطالب کی بیٹی اُم ہانی، دیکھا جیتھے نے، کہ چچا کی دو بیٹیاں ہیں، مجھے پالا ہے، یہ اکثر ہوتا ہے کہ چچا جیتھے کو پال لے، اور چچا کی کوئی بیٹی ہو، تو وہ باہر شادی نہیں کرتا، پہلے رشتہ گھر ہی میں دیتا ہے کہ احسان ان کا ہے، ایسا نہ ہو، کہ ہم نے پڑھایا لکھایا، اور شادی کہیں اور میم لے آئے لندن سے، گھر میں لڑکیاں بیٹھی رہیں، بھی یہ تہذیب کے خلاف بات ہے، نا تو نبی تو خلق عظیم کا مالک ہے، چالیس میں اُسے نبوت کا اعلان کرنا ہے، پہلا احسان اُس پر چچا کا ہو رہا ہے اگر وہی احسان نہیں مانتا، تو دنیا پہ کیا احسان کرے گا وہ۔ اُسے تو محسن انسانیت بننا ہے، اور احسان ہے چچا کا، تو اب وہ کیا کرے گا، اُس نے چچا سے کہا، میں آپ کی بیٹی سے شادی کرنا چاہتا ہوں، محمدؐ نے پہلا رشتہ اُم ہانی کو دیا، ابوطالب چچا سے کہا میں آپ کی بیٹی اُم ہانی سے شادی کرنا چاہتا ہوں، ابوطالب نے منع کر دیا، کہا میں تمہارے ساتھ اپنی بیٹی کی شادی نہیں کر سکتا، اب جیتھے کی کیا مجال، کہ ضد کرے کہ اب یہ رشتوں میں یہ ہوتا ہے، کہ منع ہو جائے تو آپ کیا کر سکتے ہیں، بھی کیا کریں گے آپ، اور پھر چچا بزرگ سرپرست محسن منع کر دیا، جیتھا چپ ہو گیا اور یہ بھی دیکھا محمدؐ نے، کہ رشتہ آیا حضرت ابوطالب کی جو ننھیال تھی، یعنی ابوطالب کی جو ماں ہیں، وہ فاطمہ مخزومیہ ہیں، عبد اللہ اور ابوطالب کی والدہ گرامی فاطمہ مخزومیہ ہیں، قبیلہ بنی مخزوم کی، تو اب دادی کے بھائی کے گھر کا ایک لڑکا تھا، جیمہ کا رشتہ آیا، وہ بھانجا ہوتا تھا ابوطالب کا، اس سے اُم ہانی کی شادی کر دی، اُم ہانی رخصت ہو کے وہاں چلی گئیں، چار بیٹے اور دو بیٹیاں اُن کے ہوئیں، بعد میں جب علی خلیفہ بنے تو کئی جگہوں کا گورنر اپنے بھانجوں کو حضرت علیؑ نے بنایا، جس میں



ایک کا نام علی بھی تھا، حضرت علیؑ کی بہن نے اپنے ایک بیٹے کا نام ماموں کے نام پر رکھا تھا، علی بن ہبیرہ وہ گورنر بھی رہے، یعنی حضرت علیؑ کے گئے بھانجے، لیکن جب رشتہ نبیؐ نے دیا، تو ابوطالب نے منع کر دیا، اور دوسری جگہ شادی کر دی، ایک یہاں مؤرخ گزرے ہیں لالو کھیت میں، محمود عباسی لالو کھیت میں رہتے تھے، انہوں نے ایک کتاب لکھی، خلافتِ معاویہ اور یزید اور وہ کہتے تھے یزید کو رضی اللہ تعالیٰ عنہ رحمۃ اللہ علیہ محمود عباسی، تو انہوں نے ایک کتاب لکھی ام ہانی، کیوں لکھنا پڑی ان کو ام ہانی پہ کتاب، یہ کتاب اس لئے لکھنا پڑی، کہ حضورؐ کو جو معراج ہوئی، وہ ام ہانی کے گھر سے ہوئی، دو پہر کو اکثر جا کے اپنے چچا زاد بہن ام ہانی کے گھر میں سویا کرتے تھے، اور اکثر رات میں بھی وہاں ٹھہرتے تھے، اس لئے کہ ام ہانی بھائی کی خاطر بہت کرتی تھیں، یہ شادی کے بعد کے حالات ہیں، اور گھر خانہ کعبہ سے بالکل ملا ہوا تھا، جب آپ باب عبد العزیز سے سیدھے ہاتھ کو جائیں گے، تو ایک چھوٹا دروازہ نظر آئے گا، اس پہ لکھا ہے باب ام ہانی، یہ کیوں محفوظ کیا گیا، کیونکہ یہیں سے نبیؐ کو معراج ملی تھی، اور شیعہ سنی سب ہی قائل ہیں اس بات کے، کہ ام ہانی کے گھر سے نبیؐ کو معراج ہوئی، اس لئے کہ معراج کی پہلی راوی ام ہانی ہیں، ام ہانی نہ بتاتیں تو مسلمانوں کو پتہ ہی نہ چلے، کہ معراج کیسے ہوئی، جبریل آئے، براق آیا، کیا ہوا، کب واپس آئے، پہلی راویہ ہیں ام ہانی، یعنی ابوطالب کی بیٹی تصدیق کر رہی ہے معراج کی، تو پہلی صدیقہ کون، اب چونکہ یہ ہے مستند روایت، تو ابوطالب کی بیٹی کا معاملہ تھا، کہ اتنی مشہور ہوئی ام ہانی معراج کی وجہ سے، تو اس نے کتاب لکھی، اور کہا اس مسئلے کو اٹھا دیا، یہ دیکھئے نبیؐ کا احترام ابوطالب نے نہیں کیا، حالانکہ پچیس سال کی عمر میں وہ کہاں نبوت کریں گے، جب سچے پیغام دیا تھا، تو ام ہانی سے محمدؐ کی شادی کر دینا چاہئے تھی۔ رشتہ کو کیوں منع



کیا، اس مسئلہ کو اٹھا کر کتاب لکھی، آپ کیا کہتے ہیں، کہ ابوطالبؑ نے کیوں منع کر دیا، اس لئے کتاب لکھی، یہ کوئی غلطی کی ابوطالبؑ نے، تقریر خاتمہ پر پہنچ گئی، تقریر انشاء اللہ تعالیٰ کامل کریں گے، ذرا پانچ دس منٹ دیر سے بھی بیٹھے تھے، تو اُس کو بھی ہم نے رہے ہیں، معاف کیجئے گا، اس واقعے کے بعد، مطلب وہ کیا جانے، کہ وہ عباسی ہے، اُس کو کیا پتہ کوئی معرفت رکھتا تھا، یہ ابھی تو کہہ چکا تھا، کہ جو یزید کا دوست ہو گا نا، اُس کے پاس عقل ہوگی نہ علم ہوگا نہ ادب ہوگا، اُس کا انجام بھی اُسی کے ساتھ ہوگا، جو ایک پتھر کو بھی امام بنادے گا، تو وہ پتھر کے ساتھ ہی محسور ہوگا، یہ آیت ہے قرآن کی، تو وہ اُس کے ساتھ ہوگا، اور وہاں کہاں فکر، اب میں آپ کو فکر دے رہا ہوں، اب یہاں یہ بات پتہ چلی، کہ ابوطالبؑ، مستقبل بھی دیکھتے ہیں، صدیاں دیکھتے ہیں، دین کیسے بنے گا، اسلام کیسے بنے گا، اللہ کی کیا مرضی ہے، اللہ کیا کرنے والا ہے، اگر اُم ہانیؑ کی شادی ابوطالبؑ محمدؐ سے کر دیتے، اور ایک بیٹی ہوتی، تو وہ بیٹی، علیؑ کی سگی بھانجی ہوتی، سگے ماموں سے، بھانجی کی شادی، اسلام میں نہیں ہو سکتی، ابوطالبؑ نے صدیاں دیکھیں، میں وہیں ہوں، فاطمہؑ بھی بہو (نعرہ) ابوطالبؑ نے منع کر دیا، بھائی یہ تو دیکھو، کہ بھائی لڑکی والا منع کرے گا، تو اس میں آپ کوئی اعتراض نہیں کر سکتے، دیکھئے کوئی بیٹی والا، بیٹے والے سے کہے، اور بیٹے والا منع کر دے، تو وہ مجرم ہے، لڑکے والا اگر منع کرے تو مجرم ہے، اُس نے بیٹی کی ناقدری کی، اسلام میں یہ نہیں ہے، مجرم ہے وہ لیکن اگر بیٹی والا، بھئی بیٹی والا تو کمزور ہوتا ہے، وہ تو دوڑ کے رشتہ کرتا ہے، یہ تو ابوطالبؑ کی بڑائی ہے، اتنا بڑا داماد محمدؐ جیسا، ابوطالبؑ کائنات میں فخر کرتے، کہ محمدؐ میرا داماد، لیکن داماد مشہور ہوتا، لوگ بھول جاتے، کہ گود میں پالا بھی ہے، کیا دیکھا ابوطالبؑ نے، کیا کیا دیکھا، اب یہ جملے آپ اٹھا نہیں پائیں گے، اس کا بار جو میں کہنے جا رہا ہوں،



ابوطالب نے یہ دیکھا، کہ اگر میں نے اپنی بیٹی محمد کو دے دی، تو عرب کے بہت سے لوگ اپنی بیٹیاں دیں گے، تو ان بیٹیوں کے باپ اور میں برابر ہو جائیں گے، اپنے رتبہ کو بلند اور باقی رکھا، انکار کر کے، نہیں ابھی آپ وہاں تک نہیں پہنچے، ابوطالب کو معلوم تھا، کہ ایک بہو کو چھوڑ کے خدیجہ کو چھوڑ کر جو کچھ ہونے والا ہے، اُس سارے حصے میں، میری بیٹی بھی شامل ہو جائے گی، جب کہ میدان جنگ بھی ہے سامنے، ابوطالب نے اپنے کو بچا لیا، واہ رہے ابوطالب اپنے کو بچا لیا، بیٹی کا احترام، یہ وہی سال ہے، اب اس کی قیمت میں آپ کو نہ دے سکتا ہوں، نہ مانگ سکتا ہوں، جو کہنے جا رہا ہوں، لیکن یہی ہے کہ تقریر سمیٹ رہا ہوں، جس سال اُم بانی کا رشتہ دیا محمد نے، ابوطالب نے منع کیا، اور اُسی دن، لے کر خدیجہ کے ہاں گئے، اور اُسی ہفتے شادی کرا دی، کوئی یہ نہ کہے کہ بھتیجا کی کمائی کھالی۔ کوئی دنیا میں یہ کر سکتا ہے، کہ اپنی بیٹی کا رشتہ آئے، اور اس کو منع کر کے، دوسرے قبیلے کی بیٹی لائے، اس لئے کہ صدیوں کو ابوطالب نے دیکھا، کہ خدیجہ میری بہو بن کے آئے، اور جب بیٹی ہو، تو فاطمہ ہو، اور خدیجہ یا اُم بانی معصومہ نہیں، مجھے معصومہ بہو چاہئے (نعرہ) یہ کوئی عام آدمی کہیں گے آپ ابوطالب کو، کیا کیا سوچا ابوطالب نے، صدیاں بنائیں ہیں ابوطالب نے، اب جو کہنے جا رہا ہوں اسے تعویذ بنا کر گلے میں ڈال لیں، اجازت ہے اب جو کہنے جا رہا ہوں، کہ کسی نے نبی سے پوچھا، کہ آپ نے اپنی بیٹی کا نام فاطمہ رکھا ہے، فاطمہ کے کیا معنی ہیں، سب کی توجہ ہے نا، جوانوں کی، بوڑھوں کی، بچوں کی، تقریر کے آخری فضائل کے جملے عرض کر رہا ہوں، سات تقریروں کو سمیٹ رہا ہوں، توجہ کیجئے گا، نبی نے کہا فاطمہ کے معنی ہیں نارِ جہنم سے بچانے والی، جو دوزخ کی آگ سے بچالے اسے فاطمہ کہتے ہیں، اب یہ حدیث بھولے گا نہیں، فاطمہ کے کیا معنی ہیں، جہنم کی



آگ سے جو بچا لے اسے کہتے ہیں فاطمہ۔ ابوطالب کی ماں کا نام فاطمہ مخزومیہ تھا، ابوطالب کی بیٹی کا نام فاطمہ، ابوطالب کی بہو کا نام فاطمہ، ابوطالب کی پوتی کا نام فاطمہ، ابوطالب کی پوتی کا نام فاطمہ، سگھڑ پوتی معصومہ قم فاطمہ، ہر امام کی ایک بیٹی فاطمہ، اب جو آئے محشر میں ابوطالب، ادھر بھی فاطمہ، ادھر بھی فاطمہ، فاطمہ کے معنی اب جو محشر میں ابوطالب آئے، فاطمہ بنت اسد ماں، فاطمہ مخزومیہ، بہو فاطمہ زہرا، بیٹیاں پوتیاں سب کے نام فاطمہ، فاطمہ صغریٰ، فاطمہ کبریٰ ایک آئے تو چاروں طرف سے فاطمہ ہی فاطمہ ہوں، ایک فاطمہ نارِ جہنم سے بچا لے، ابوطالب کے ساتھ اتنی فاطمائیں، نبی کی ایک بیٹی، اور ابوطالب کے گھر میں دہن بن کے آئیں، کیا ہے رُتبہ اور مقام ابوطالب کا، اور ایک رشتہ سمجھا دوں آپ کو، ایک کا بیٹا ہو، اور ایک کی بیٹی ہو، تو آپس میں دونوں کیا رشتے دار ہوتے ہیں، سمدھی کہلاتے ہیں، ابوطالب کو اس پہ ناز ہے، کہ رسالت سمدھی، بیٹا ان کا، بیٹی ان کی، اور یہ سمدھی کا رشتہ باقی کب رہتا ہے، ٹوٹ جاتا ہے، اگر اولاد نہیں ہوتی نہ ہوتے حسن اور حسین، تو یہ رشتہ ختم تھا یہ رشتہ نہیں تھا، حسن اور حسین نے اس رشتے کو مستحکم کر دیا، بہت سمدھی بنے تھے سب، رشتہ ٹوٹ گیا، اولاد نہیں اس لئے رشتے ٹوٹ گئے یہ رشتے کچے دھاگے ہوتے ہیں، نواسہ اور پوتا ہو تو رشتہ بندھا رہتا ہے، تو یہ قیامت تک کے لئے رشتہ بندھا رہے، ابوطالب کی بہو ہے نبی کی بیٹی، اور بہو کا کام ہے، کہ مصیبت پڑے گھر پہ تو آرام ہو تو ہر حال میں کاٹنا ہے بہو کو، تو زہرا اس گھر کی لئے مبارکہ بن گئیں، خوشیاں کیا ملتیں، یہ خوشیاں کم تھیں، کہ ملک جھولا اٹھلانے آئے، ملک کپڑے لے کر آئے، ملک نے چکی پیسی تھی، یہی تھی خوشیاں، کہ سورہ دہر آئے، کبھی آئے تطہیر آئے، کبھی ماندہ نازل ہو، یہ تھیں خوشیاں، کہ عید کے دن بچوں کے کپڑے آگئے، ورنہ اس گھر میں تو غم کے سوا کیا ملا، اور



پھر زہرا کو تو ایسا غم ملا، کہ اس کا سلسلہ ابھی تک ختم نہیں ہوا، جس کا گھری کر بلا میں اُجڑ جائے، اُس کے لئے اب کیا خوشی، ہاں اطلاع تو ملی، علی اکبر مارے گئے، جنت میں تھیں، زہرا، قاسم بھی مارے گئے، لیکن میں نے وعدہ کیا تھا جامعہ بسطین میں، کہ اس روایت کو کبھی عرض کریں گے، مختصر عرض کیا تھا، طیبہ نام کی ایک حور، اب جو چلی، تو کچھ چھپائے ہوئے گود میں چلی، جنت کا یہ واقعہ زہرا نے پوچھا، طیبہ چھپا کے کیا لے جاتی ہو کہا بی بی آپ کو کیا بتاؤں ایک ننھے بچے کا لاشہ ہے، کہا کون ہے یہ، کہا آپ کا پوتا علیٰ اصغر، بس وہی وقت تھا جب زہرا نے اؤن لیا، پروردگار مجھے اؤن دے، کہ میں خود کر بلا کے میدان میں جاؤں، ادھر زہرا جنت سے چلیں، اور ادھر حسین نے انبیاء کو واپس کیا، جاؤ زعفرتم بھی جاؤ، جبریل امیں انبیاء سے کہو جائیں، اب اماں کی سواری آنے والی ہے، کون بتاتا اگر چوتھے امام نہ بتاتے، کہ جب حسین کا سرکٹ رہا تھا، تو ایک بی بی پکار رہی تھیں، پروردگار یہ میرا حسین ہے، جس کو میں نے چکی پیس کر پالا، سرکٹ کے شر لے گیا، لیکن ماں لاش کے گرد حسین کے، بالوں کو کھولے ہوئے، ولدی احسین میرے لال حسین، کبھی بیٹے کی لاش پہ، اب ذرا اماں کا حال دیکھئے گا، زہرا کی سواری کر بلا میں آئی ہے، جس کا گھر لٹ رہا ہے، وہ ماں کہاں کہاں جائے، کتنے لاشے کر بلا میں بکھرے پڑے ہیں، کہیں علی اکبر کا لاشہ ہے، کہیں قاسم کا لاشہ ہے، فرات کے کنارے عباس کا لاشہ ہے، عون و محمد کے لاشے ہیں، ماں کبھی اس لاشے پر، کبھی اس لاشے پر، زہرا اسی گھرانے کی ماں ہیں، یہ سب زہرا کے لال بکھرے پڑے ہیں، اور ایسے میں، جب پتہ چلا خیمے بھی جل رہے ہیں، میری بیٹیاں در بدر ہو گئیں، اب زہرا بیٹے کی لاش پر رُکیں، کہ نہ نب کا بازو تھا، میں صرف بی بی زہرا پہ ہی تقریر ختم کروں گا، اس لئے کہ آج کا موضوع شروع سے بی بی زہرا ہے، میں مصائب سے



ہٹوں گا نہیں، میں کر بلا میں بھی دوں ہوں، اور آخری جملے ادا کر رہا ہوں، رات ہوگئی، زینب نے بیبیوں کو جلتے ہوئے خیمے سے اٹھا کر، خیمے تو جل کر راکھ ہو چکے، کر بلا کی زمین پہ بٹھا دیا، کچھ دیر گزری تھی، کہ جہاں بیبیاں بیٹھیں تھیں، ایک بی بی اُس اندھیرے میں سیاہ چادر اوڑھے ہوئے، ایک بچے کی انگلی پکڑے ہوئے آئی، اور قریب آ کے اُس نے آواز دی، زینب زینب جناب زینب اُنھیں، کہا کیا بات ہے، کہا یہ بچہ فرات کے کنارے، اپنا گھر ڈھونڈ رہا تھا، اسے خیموں کا پتہ نہیں مل رہا تھا، تمہارے خیمے جل گئے، اسے پتہ کیسے چلتا، یہ بچہ تمہارے کارواں کا ہے، تمہارے قافلہ کا ہی ہے، میں اسے ڈھونڈ کے لے آئی، بچے کو زینب نے لپٹا لیا، ماں دیر سے رو رہی تھی، اس کے حوالے بچے کو کیا، اور اس کے بعد جناب زینب نے کہا، بی بی تم کون ہو، اس بے کسی میں اسیروں پہ رحم کھایا تم نے، تم ہو کون، جناب زینب نے کہا، بی بی تم چادر اوڑھے ہو، ہم میں سے تم ہو نہیں، اس لئے کہ ہمارے یہاں، کسی کے سر پہ چادر ہی نہیں ہے، لشکر یزید کی کسی عورت سے امید نہیں، کہ وہ ہم پہ رحم کھا کے ہمارے بچے کو پہنچا دے ہم تک، بی بی تمہیں قسم ہے حسین کی، بتاؤ تم کون ہو، کہ تم نے ہم پر بے کسی میں رحم کھایا، جواب ملا، زینب اگر چاند میں گہن نہ لگا ہوتا، اندھیرا نہ ہو گیا ہوتا، چاند روشن ہوتا، چاندنی ہوتی، تو ہم چہرے سے چادر ہٹا کے تمہیں دکھاتے، کہ ہم کون ہیں، ہم چہرہ نہیں دکھا سکتے، اندھیرے میں تمہیں کیا نظر آئے گا، بس زینب یہ سمجھ لو کہ ہم لاشہ حسین پر بھی ہیں، اور ہم تمہارے پاس بھی ہیں، ہم لاشہ حسین پر بھی ہیں، بس ایک بار زینب نے کہا، اچھا ہم آواز پہچان گئے، اماں کہاں تھیں، زینب کیا تم سمجھ رہی تھیں، ماں نے تمہارا ساتھ چھوڑ دیا، زینب ہم تو شب عاشور سے مقتل کو صاف کر رہے تھے، اے زینب اندھیرا بہت ہے، ہم تمہیں کیسے بتائیں، سر حسین ہماری گود میں کٹا ہے،



ہمارے کپڑے لہو میں بھرے ہیں، زینب میرے لال کا لہو، میرے کپڑوں پہ ہے۔
 خوب گریہ کر رہے ہیں ماشا اللہ آپ، بی بی زہراؑ شہزادی کا ذکر ہے، زینب گھبرا رہی ہیں،
 تم اسیر ہو کر جاؤ گی، ماں تمہارا ساتھ نہیں چھوڑے گی، جہاں جہاں سے قافلہ جائے گا،
 فاطمہؑ تمہارے ساتھ چلے گی، راستے میں سیکینہ نائقے سے گر گئیں، سر حسینؑ کا نیزے پہ
 رک گیا، سیکینہ نہیں ملتیں، شہر نے کہا میں لاؤں گا، زینب نے کہا، خبردار میری بچی صحرا
 میں دہل جائے گی، تجھے دیکھ کر، میں خود جاؤں گی، لینے اپنی بچی کو، زینب چلیں صحرا
 میں، دیکھا بچی کو کوئی گود میں لٹائے ہوئے ہے، آواز آئی زینب فاطمہؑ ہے، ماں ہے،
 فکر نہ کرنا سیکینہ میری گود میں سو رہی ہے، لو یہ ہے سیکینہ، فاطمہؑ نے زینب کے حوالے
 سیکینہ کو کیا، بہت اطمینان ہے زینب کو، ماں کی سواری قافلے کے آس پاس ہے، بہت
 ڈھارس ہے زینب کو، لیجئے دربار بھی آیا، قید میں زینب آئیں، اب جو قید میں آئیں،
 رات جب آجاتی سناٹا چھا جاتا، ایک دن دربان آیا، اور اس نے کہا، سید سجادؑ رات کو
 جب آدھی رات گزر جاتی ہے، یہ قید خانے کے سامنے جو دروازہ ہے، یہ جو درخت لگا
 ہوا ہے، اس کے نیچے ایک بی بی آ کے روتی ہے، اور بہت یاد کرتی ہے حسینؑ کو، اے
 سید سجادؑ زمانہ بہت خراب ہے، حاکم کو اگر پتہ چل گیا، کہ ہم نے رات کو اسیروں کو آزاد
 کر دیا ہے، تو وہ ہم کو پھانسی پہ چڑھا دے گا، ہماری زندگی ختم ہو جائے گی، اے سید سجادؑ
 بیبیوں سے منع کر دو، کہ قید خانے سے نہ نکلا کریں، ایک بار رو کر کہا، سید سجادؑ نے قید
 خانے کے دروازے میں تو قفل لگا دیتا ہے تو، اور ہماری کوئی بی بی باہر جا کیسے سکتی ہے،
 سب تو قیدی ہیں، کہا نہیں سید سجادؑ اندر جا کے پوچھ لو، کوئی بی بی گرمی سے گھبرا کر باہر تو
 نہیں آتی، اور آ کے اس درخت کے نیچے بیٹھ جاتی ہے، کہا اچھا ہم پوچھتے ہیں،
 زنجیروں کو سنبھالے ہوئے آئے کہا، پھوپھی اماں جب آدھی رات آتی ہے، کیا ہم



سے کوئی بی بی نکل کے سامنے درخت کے نیچے بیٹھ جاتی ہے، کہا نہیں سید سجاد ایسا کیسے ہو سکتا ہے، ہم باہر کیسے جاسکتے ہیں، دروازہ تو بند رہتا ہے، اس میں تو قفل رہتا ہے، کہا پھوپھی اماں دربان یہ کہتا ہے، کہ کوئی بی بی، حیرت سے نہ دیکھو قیامت کی روایت ہے کبھی کبھی تو پڑھتا ہوں، مقتل کی عظیم الشان روایت ہے، اور تم خود سمجھو کہ کیا میں پڑھوں گا، آخر میں پٹنے کا مقام ہے، بی بی زینبؑ نے کہا، ہم میں سے کوئی نہیں جاتا، کون جا کے روئے گا، ہائے حسینؑ کہہ کر ہم تو باہر نہیں جاتے، ہم میں سے تو کوئی نہیں جاتا، سید سجادؑ نے دربان سے کہا، کہ ہم قسم کھانے کو تیار ہیں، ہم میں سے تو کوئی نہیں جاتا، ایک بار دربان نے کہا، سید سجادؑ یہ بی بی جو بول رہی ہیں، اس سے آواز ملتی ہے اُس بی بی کی، کہا یہ تو میری پھوپھی زینبؑ ہے، دربان نے کہا جب یہ بی بی روتی ہے قید خانے میں، تو اس کے رونے کی آواز، اور اس بی بی کے رونے کی آواز ایک ہے، آخری جملہ تقریر کا ایک بار زینبؑ خود بڑھیں اور کہا، دربان ہم نے تیری گفتگو سن لی، اب جب رات آجائے، اور وہ بی بی درخت کے نیچے آجائے، اور جب رونے کی صدا آئے، تو ہم کو اطلاع کرنا، ہم دروازے پہ آکے، اُس سے خود پوچھیں گے، تو ہے کون، رات آئی رونے کی صدا آئی، دربان پکارا، کہ وہ بی بی رو رہی ہے، زینبؑ دروازے پہ آئیں آواز سنی اور ایک بار پکار کے کہا اماں اس طرح نہ رویا کرو، اے اماں ہائے حسینؑ ہائے حسینؑ!





آٹھویں مجلس

آغوش ابوطالبؑ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تمام تعریفیں اللہ کے لئے درود و سلام محمد و آل محمد کے لئے

الوداعی عشرے کی آٹھویں تقریر عزا خانہ قصر میتب میں ”عظمت ابوطالب“ کے موضوع پر آپ حضرات ساعت فرما رہے ہیں۔ (صلوٰۃ) ابوطالب اور ان کی خدمات، ان کی عظمت، ان کی جلالت پر ہم گفتگو مسلسل کر رہے ہیں، اب ان کی زندگی، یعنی جسے لائف کہتے ہیں، سوانح حیات، ہم اُس پر گفتگو نہیں کر سکتے، ظاہر ہے کہ اُس کے لئے، ایک اور عشرہ درکار ہوگا، آٹھویں تقریر ہوگئی، اور ان کی خدمات پر ہی گفتگو ہوتی رہی، نہ ہم نے یہ بتایا کہ وہ کب پیدا ہوئے، وہ کب جوان ہوئے، ان کی کب شادی ہوئی، یعنی زندگی کے بارے میں ابھی کوئی گفتگو نہیں ہوئی، تو خود آپ سوچئے، کہ کتنا وسیع موضوع ہے، اور کتنا خوبصورت موضوع ہے، تو کسی کی زندگی کا ایک اہم پہلو یہ ہوتا ہے، کہ وہ جس تعلیم کو عام کر رہا ہو، جو اُس کا نصب العین ہو، اور جو اُس کا مقصد ہو، تو اُس نے اپنی اولاد کو کس طرح پرورش کیا ہے، دیکھئے یہ کہہ دینا کافی ہے، اشعار میں شعراء بھی کہتے ہیں، اور ایک عام سی بات ہے، کہ ابوطالب نے جسے گود میں پالایا وہ نبی بنتا ہے یا وہ امام بنتا ہے۔ ایسی گود ہم نے کہیں نہیں دیکھی، ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء



ہم دیکھ گئے لیکن کسی کی گود میں ایک وقت میں نبی بھی ہو، اور امام بھی ہو، ہم نے نہیں دیکھا، یہ شرف مل گیا ابوطالب کو، چار بیٹے دو بیٹیاں ابوطالب کی، اور یہ ہوتا ہے، جب کوئی بیٹا کسی عظیم منصب پہ فائز ہو جائے، تو اور شخصیات ذرا تارتخ میں دب جاتی ہیں، اور پھر جب گود میں رسول پل رہا ہو، ابوطالب کے گھر میں تو اب نبی سے بڑی شخصیت تو کوئی ہو ہی نہیں سکتی تھی، کائنات میں نہیں ہو سکتی، بنی ہاشم کے خاندان میں نہیں ہو سکتی، انبیاء میں نہیں ہو سکتی، اتنی عظیم ہستی کو پال لیا، جو کائنات پہ چھا گئے رحمت بن کے، تو ابوطالب کے گھر میں جو اور بچے پل رہے ہیں، اتنی مشہور شخصیت کے سامنے، اب کون مشہور ہو سکتا تھا، لیکن یہ بھی ایک معجزہ تھا، کہ محمد جیسی ہستی ابوطالب نے پالی، جس کے مقابل کوئی شخصیت نہیں تھی، اور اُس شخصیت کے سامنے، ابوطالب کے بیٹے علی نے بھی اپنے کو منوالیا۔ یہ معجزہ ہے، اسے معجزہ کہیں گے، اور معجزے کے علاوہ کچھ نہیں کہہ سکتے، اب یہ بات دوسری ہے، کہ ابوطالب نے محمد کو پالا، محمد نے علی کو پالا، اب مسئلہ یہاں پہ آ گیا بڑا نازک، اور یہ آپ کی ذہانتوں کا امتحان ہے، اور وہ ہو ہی جاتا ہے، ابوطالب جیسے پالیں وہ تو محمد ہو، اسے تو اتنی شہرت مل جائے، کہ کائنات پہ چھا جائے، تو ابوطالب کا پالنا بڑا ہے، یا محمد کا پالنا بڑا ہے، تو محمد جسے پالیں اسے بھی مشہور ہونا چاہئے تھا۔ (نعرہ حیدری) نہیں سمجھے آپ، ہمیں مزانیں آیا، سب لوگ بات نہیں سمجھے، پھر سے سمجھے، ابوطالب نے محمد کو پالا، ایک لاکھ چوبیس ہزار کا فخر ہو گیا، تو ابوطالب جیسی ہستی کا گود کا پالا کائنات پہ چھا جائے، ابوطالب کی گود بڑی ہے یا محمد کی گود بڑی ہے، پہلے تو یہ فیصلہ کیجئے، آپ نمبر نہیں دینا چاہ رہے ہیں، آپ کس کی گود کو بڑی بتا رہے ہیں، مجھ سے پوچھئے تو میں بتاؤں۔ کس کی گود عظیم ہے، ابوطالب کی گود عظیم ہے، یا محمد کی گود عظیم ہے، بھئی میں تو پہلے کہہ چکا تھا، کہ آپ کی ذہانتوں کا امتحان



ہے، مجھ سے پوچھئے، میں بتاؤں محمدؐ سے بڑی گود ابوطالب کی نہیں ہو سکتی، بڑی گود کا پالا بڑا ہوگا، نہیں آپ علیؑ کو نمبر نہیں دینا چاہ رہے ہیں، نہیں سمجھ رہے ہیں بات کو، ابوطالبؑ نے محمدؐ کو پال کر بتایا، کہ میری گود میں جب پلتا ہے تو نبیؑ بنتا ہے، تو اب نبیؑ کو ابوطالبؑ سے آگے بڑھ جانا چاہئے تھا۔ ایسا بچہ پالتے جو نبیؑ بنتا، لیکن جسے پالا وہ امام بنا، اپنا جیسا کیوں نہ پالا، پال سکتے تھے، اللہ سے کہتے، یہ بیٹے جو تونے دیئے ہیں، ان کو زندہ رکھ، سلامت رکھ، اور میں انہیں پال رہا ہوں، اور ان میں سے کسی ایک کو نبیؑ بنا دے، تو نبیؑ کی گود میں جو پل جاتا، وہ نبیؑ بنتا، کیوں نہیں کہا، محمدؐ نے ابوطالبؑ کی گود سے علیؑ کو لے لیا، اور علیؑ کو پالا، اور کہا یہ علیؑ ہیں، اب جتنے بھی اسلام میں کام ہوئے، پورے اسلام کا جائزہ لیجئے، وہ کسے کس نے، سیدھی سی بات ہے، اس میں تکلف کی کیا بات ہے، اس میں کیا بات ہے، صرف قرآن ہی تو نبیؑ پہ اتر رہا ہے، حکم تو آ رہا ہے نانبیؑ کے پاس، حکم پہ عمل کس کو کرنا ہے، قرآن آئے گا، محمدؐ پہ عمل علیؑ کو کرنا ہے، ارے بھی جھگڑے میں کیوں پڑے ہو، اتنی دیر سے کیوں نہیں کہتے، محمدؐ اور علیؑ ایک ہی تھے، الگ الگ کر کے تعریف کرنا چاہو گے، نہیں ہو سکتی، اتنی دیر سے آپ الگ الگ کئے ہوئے تھے، ایک نور کے دو ٹکڑے، نور کے ٹکڑے ملے، اس لئے گود میں پالا، کہ نور کو نور پالے، دیکھئے محمدؐ کے نور کے امین عبد اللہؑ تھے، علیؑ کے نور کے امین ابوطالبؑ تھے، ان دونوں کو صرف امانت رکھنا ہے، پہنچا دینا ہے، ایک جگہ ملا دینا ہے نور کو، ایک جگہ سکے بھائی نہ ہوتے تو نہ ملتے، دونوں سکے بھائی عبد اللہؑ اور ابوطالبؑ، یہ قصہ تو بہت عظیم ہے، جو چودہ سو برس سے پڑھا جا رہا ہے، محمدؐ اور علیؑ، اور سیر ہیں آپ فضائل سن سن کے اور ربیع الاول کا مہینہ آ گیا اور نبیؑ کے فضائل آپ سنیں گے، پورے مہینے سنیں گے، عید میلاد النبیؑ ہے سواد مہینے سے علیؑ کے فضائل سن رہے ہیں۔ توجہ ہے نا آپ کی، اس



وقت کوئی کمی تو نہیں آپ کے پاس، نور کے دو ٹکڑوں سے آپ اچھی طرح واقف ہیں، خوب فضائل آپ نے سنے ہیں، نبی کے اور خوب فضائل سنے ہیں، آپ نے علی کے، اور ابھی اور سنیں گے، تو یہ ایک نئی ہے، اور ایک امام ہیں، ابوطالب کی گود میں پلے، ایک نئی بن گیا، اور ایک امام تو دنیا ہی تو کہے گی، کہ کیا آپ چلا چلا کے کہہ رہے ہیں، کہ ابوطالب کی گود میں جو پلے وہ نئی بنے، اور امام بنے، اللہ نے بنایا تھا نبی، اللہ نے بنایا تھا امام، اس میں ابوطالب کا کیا کارنامہ ہے، اس میں ابوطالب کی گود کا کیا کمال ہے، کہنے پر دنیا آئے تو جو چاہے کہے، ہم زبان کسی کی روک نہیں سکتے، آپ جواب تو دے سکتے ہیں، لیکن جو بولنا چاہتا ہے، آپ اُس کی زبان قطع نہیں کر سکتے، منہ نہیں بند کر سکتے، جس کا جودل چاہے کہے، جواب دیجئے، اس کے علاوہ تو کچھ نہیں ہو سکتا، زبان بندی تو نہیں ہو سکتی، ناممکن ہے، تو کہئے ٹھیک ہے صاحب، ہنسا دیجئے راستے سے، اس بات کو محمد کو تو اللہ نے نبی بنایا تھا، اور علی کو امام بنایا تھا، وہ کسی بھی گود میں پلتے، تو نبی بنتے اور امام بنتے، تو اب ہم بات کریں گے، جو نہ نبی تھے نہ امام، اور ابوطالب کی گود میں پلے، وہ کیسے تھے۔ یہ اس وقت تقریر میں بولنا آسان نہیں ہے، موضوع میں نے کتنا مشکل چنا ہے، صرف یہ بتانا ہے ابوطالب کی گود کیسی ہے، یہ بتانا ہے، کہ اگر نبی کو نہ پالتے اور علی کو نہ پالتے یہ دو بچے کہیں، اور پلتے اور اس کے بعد جو بچے تھے، وہ کیا تھے، تو عظمت ابوطالب تو اب پتہ چلے گی، کہ بچوں کی تربیت ابوطالب کرتے کیسے تھے، جب وہ سمجھ میں آ جائیں گے، تو سب سمجھ میں آ جائے گا، سب سے بڑے بیٹے طالب، اب اس سے ہی اندازہ لگا لیجئے، کہ ابوطالب کی اولاد کو اللہ نے کتنی اہمیت دی، کوئی زیادہ مشہور نہیں ہیں، طالب تاریخ میں ڈھونڈ لیئے گا، تو حالات نہیں ملیں گے، طالب کے لیکن ذرا یہ نظام دیکھئے ابوطالب کا نام تھا عمران، اب تاریخ میں کسی کو



ابوطالب کا نام، عمران یاد نہیں، نہ کوئی لکھتا ہے نہ کوئی بولتا ہے، نہ شیعہ نہ سنی، ایک ہی نام سے مشہور ہیں، ابوطالب، طالب کے باپ، طالب کے باپ، کیونکہ ایک بیٹا جو سب سے بڑا تھا، تاریخ میں اس کو کم ہو جانا تھا، اس لئے قدرت نے یہ نظام رکھا، کہ تمہارا سب سے بڑا بیٹا چاہے اس کے حالات ملیں یا نہ ملیں، قیامت تک اُس بیٹے کا نام پکارا جائے گا، طالب کا باپ طالب کا باپ ایک ایسا بیٹا ہے جس کے نام سے ابوطالب کی کنیت مشہور ہے، طالب کو کتنے لوگ جانتے ہیں، لیکن قیامت تک طالب کا نام پکارا جائے گا، طالب کے ذریعے ابوطالب کو پکارا جائے گا، طالب کے ذریعے ابوطالب کی پہچان بن گئی، ابوطالب کون، طالب کا باپ، بھی علی کا باپ کیوں نہیں، علی سب سے زیادہ مشہور ہوئے ہیں، عقیل کا باپ کیوں نہیں، جعفر کا باپ کیوں نہیں، یہ طالب کا باپ کیوں کہا، ایک بیٹا نہیں مشہور ہوگا، اُس کو اللہ نے یوں مشہور کروایا، یعنی ابوطالب کے گھر کا ایک چھوٹا سا کلڑا بھی غیر معروف نہ رہے، رتبہ ملتا رہے، کیا بات پسند آگئی اللہ کو طالب کی، کہ یہ نہ کہا ابوعلی، ابو جعفر، ابو عقیل، ابوطالب، بھی یہ کنیت چلے، بات یہ تھی، کہ جب بدر کی لڑائی چھڑی، تو جو خاندان رسالت کے لوگ مکے میں تھے، جب ابوسفیان لشکر لے کر چلا، تو اس نے کہا یہ جو ہاشمی ہیں، ان کو بھی لے چلو، اگر یہ مکے میں رہ گئے، محمد کے چچا عباس بن عبدالمطلب، ابوطالب کے بیٹے عقیل، طالب یہ سب مکے میں تھے، یہ جاسوسی کریں گے۔ دیکھئے کافروں کو بھی یہ معلوم ہے، تاریخیں لکھ رہی ہیں، کہ ان سب نے ابھی کلمہ نہیں پڑھا، ابھی تو ہجرت کا پہلا سال ہے، اور کافر یہی سمجھ رہے ہیں، دیکھئے تاریخ یہ کہہ رہی ہے، عباس نے ابھی کلمہ نہیں پڑھا، عقیل نے ابھی کلمہ نہیں پڑھا، طالب نے ابھی کلمہ نہیں پڑھا، مسلمان تو کلمے سے گنتے ہیں تا، کس نے پڑھا کس نے نہیں پڑھا، وہ اپنا الگ حساب بنائے بیٹھے رہتے ہیں، اس نے



پڑھا اُس نے نہیں پڑھا، رائے شماری ہو رہی ہے، چناؤ ہو رہا ہے، ہمارا مسئلہ یہ نہیں ہے، کہ کس نے پڑھا اور کس نے نہیں پڑھا، یہ مسئلہ علیؑ والوں کا نہیں ہے، نہ ہماری تاریخ کا ہے، کہ کس نے پڑھا، اور کس نے نہیں پڑھا، یہ مسائل ہمارے نہیں ہیں، اس میں الجھی ہوئی ہے، پوری اُمت اب تک شمار ہو رہا ہے، عورتوں میں فلاں بڑوں میں فلاں بچوں میں فلاں، ہمارے یہاں یہ مسئلہ ہے ہی نہیں، کلمے کا کوئی مسئلہ ہے ہی نہیں، ہمارے یہاں اس لئے، کہ ہم آدمؑ کے دور سے کلمہ پڑھے پڑھائے چلے آ رہے ہیں، سب نے فرش پہ پڑھا ہے، ہم نے عرش پہ پڑھا ہے۔ کلمہ وہی پہلے پڑھے گا، جس کا پہلے کوئی اور مذہب ہو، ارے یہاں تو علیؑ والا مذہب چلا آ رہا ہے، کوئی ہم لوگ غیر مسلم تھے، پھر نو مسلم بنے، پرانے مسلم تو ہم ہی ہیں، قدیم مسلم تو ہم ہی ہیں، جو نو مسلم ہیں وہ گئیں، کس نے پڑھا، کس نے پڑھا، تو تاریخ نے لکھ دیا، عقیلؑ نے نہیں پڑھا، عباسؑ نے نہیں پڑھا، عباس بن عبدالمطلبؑ نے نہیں پڑھا، کافر یہ سمجھ رہے ہیں، یہ محمدؐ کے لوگ ہیں، یعنی انہیں پتہ ہے، کلمہ پڑھیں یا نہ پڑھیں ہیں محمدؐ کے، کافروں کو پتہ ہے مسلمانوں کو کچھ پتہ نہیں ہے، کافروں کو معلوم ہے کہ یہ بیچا ہیں، اور یہ بیچا زاد بھائی ہیں، یہ جاسوسی کریں گے خبریں پہنچائیں گے، اس لئے ساتھ لے چلو، لے چلے ساتھ میں اب جو راستے میں لشکر چلا، اب بتائیے کہ ان کی حالت کیا ہوگی، کافروں کو یہ تو معلوم ہے کہ ہیں، تو یہ محمدؐ کے لوگ، تو یہ نبیؐ کے لوگ، جب معلوم ہے کافروں کو، ابوسفیانؑ کو پتہ ہے اور ابو جہلؑ کو پتہ ہے، سب کو معلوم ہے کہ یہ ہیں، انہیں کے لوگ، تو اب انہیں بھی معلوم ہے کہ ہم ہیں انہیں کے، تو اب چھپائیں گے ایمان یا ظاہر کریں گے، بھیجب معلوم ہے کافروں کو کہ انہیں کے ہیں، تو چھپانے کا کیا فائدہ، اب جو لشکر چلا تو ابوطالبؑ کا بڑا بیٹا طالبؑ گھوڑے پر سوار، کمر میں تلوار لگائے ہوئے،



اور اشعار پڑھتے ہوئے چلے، فی البدیہہ محمدؐ کی شان میں قصیدہ پڑھتے ہوئے چلے، اور یہ کہتے ہوئے چلے، کہ پروردگار یہ سب محمدؐ سے لڑنے جارہے ہیں، ان کو ذلیل کرنا، محمدؐ کے مقابل یہ بھاگ کر آئیں، ذلیل ہو کے آئیں، ذر نہیں ہے ابوطالب کا بیٹا ہے، ڈیڑھ ہزار کا لشکر چل رہا ہے یا ہزار کا لشکر چل رہا ہے، اور قصیدہ محمدؐ کی شان میں، اور کس سے کہہ رہے ہیں، پروردگار ان کو ذلیل کرنا، محمدؐ سے لڑنے جارہے ہیں، واہ رے طالبؐ، مسلمان کہے گا کلمہ ابھی پڑھا نہیں، تم اللہ سے کہہ رہے ہو، عجیب بات یہ ہے، کہ طالبؐ نے دعا مانگی جنگ بدر چھڑنے سے پہلے، کہ انہیں ذلیل کرنا، اب بدر میں ابوسفیانؑ ذلیل ہوا، بھاگا، طالبؐ کی دعا قبول کی اللہ نے، طالبؐ کی اداسپند آئی اللہ نے، کہا قیامت تک تمہارا نام زندہ رکھیں گے، طالبؐ کا باپ ابھی تو صرف کنیت پہ بولا ہوں، کنیت سے حیات کا آغاز ہوتا ہے یہ ہے حیات ابوطالبؐ کا پہلا صفحہ اتنے قیمتی جملے آرہے ہیں، دیکھئے یہ سب چیزیں جو ہیں، وہ تحقیق کی ہیں، آپؐ نے نہیں سنی ہوگی، یہ مجھے پتہ ہے کہ نہیں سنی ہوگی، تو پہلی بار جو بیان سنتا ہے، سامع تو اُسے سمجھنے میں ذرا سی دقت ہوتی ہے، جب تک پورا معاملہ بیان نہ ہو جائے، تو یہاں پر مجھے آپؐ کی مدد درکار ہوتی ہے، کہ میں لفظ سے لفظ جوڑ رہا ہوں، آپؐ میرا ساتھ دیتے چلیں، تو اب نعرے اور درود کی ضرورت نہیں، اس لئے کہ اب کیف طاری ہو چکا، بیان رواں ہے، گفتگو چل رہی ہے، ایک بار پورے لشکر نے طالبؐ کو گھیرا، قریب ایک نہر بہہ رہی تھی، وہیں پہ لڑائی شروع ہوئی، طالبؐ نے تلوار نکالی، علیؑ کے سب سے بڑے بھائی ہیں، کل بتا چکا طالبؐ کے بعد عقیلؑ، عقیلؑ کے بعد جعفرؑ، جعفرؑ کے بعد علیؑ، حضورؐ کا اور طالبؐ کا سن ایک ہے، چالیس کے یہ بھی، چالیس کے وہ بھی، جب بعثت ہوئی اُس وقت طالبؐ بھی چالیس برس کے تھے، عمر سمجھ گئے آپؐ، طالبؐ نے تلوار نکالی جنگ



شروع ہوئی، سب نے مل کر طالب کو قتل کیا، لاش کو وہیں دریا میں پھینک دیا، اسلام کا پہلا شہید، کون ابوطالب کا بیٹا طالب، لاش وہیں دریا میں پھینک دی، پانی کے حوالے کر دی، اب ظاہر ہے کہ کافروں کا لشکر تھا، نبیؐ مدینے میں تھے، اور عباسؓ اور عقیلؓ گرفتار رسیوں سے باندھ لیا، باندھ کے لے جا رہے ہیں، طالبؓ نے شجاعت دکھائی، کم از کم طالبؓ نے یہ تو بتا دیا، کہ کفر لے کے چلا ہے، اگر میں نے آج اس کفر کا ساتھ دے دیا، چند لمحے کے لئے تو میرے باپ کی ساری محنت پہ پانی پھر جائے گا، سر کٹا دو اولاد ہو یا نہ ہو، نسل چلے یا نہ چلے، مزار ہو یا نہ ہو، قبر ہو یا نہ ہو، اسے کہتے ہیں اولاد ابوطالب، ہے کوئی پورے تاریخ اسلام میں، جو اس طرح قربانیاں دے دے، یہ ابوطالب کا بڑا بیٹا ہے، قدرت نے ایک انتظام کیا، طالب اسلام کے مجاہد اول اور علیؓ امام، محمدؐ آغوش ابوطالبؓ میں پلے، تو رسولؐ بنے اب دو بیٹے، اور بچے ایک عقیلؓ ایک جعفرؓ، جعفرؓ پہ کل پڑھوں گا، آج عقیلؓ پہ پڑھ رہا ہوں، نام رکھے ہیں ابوطالبؓ نے، اؤن پروردگار سے، اور پہلا نام ہے مکہ میں، عقیل عقیلؓ وہ جس کے پاس ساری عقل سمٹ کے آگئی، جس سے زیادہ عقل کوئی، اور نہ ہو جہاں نبیؐ عقل اول پل رہا ہو، جہاں علیؓ نور عقل اول پل رہا ہو، وہاں کوئی کسی بیٹے کا نام عقیلؓ رکھے، ابوطالبؓ بتانا کیا چاہتے تھے، ایک طرف نبیؐ ہے، ایک طرف امام ہے، ابوطالبؓ نے کہا، ایک اور بیٹا میرا عقیلؓ ہے، اس کو بھی دیکھ لینا، اس کو بھی سمجھ لینا، نبیؐ کا ایک اپنا مزاج ہے، علیؓ کا ایک اپنا مزاج ہے، قرآن دیکھئے نج البلاغہ دیکھئے، دونوں کا مزاج سمجھ لیجئے، تاریخ پڑھئے، لیکن عقیلؓ کا مزاج عجیب مزاج ہے، نرم مزاج تھے ابوطالبؓ، بات بات پہ غصہ نہیں آتا تھا ابوطالبؓ کو، بہت ہی میٹھے لہجے میں بات کرتے، ابوطالبؓ کے دشمن خود ہی سر جھکا دیتے تھے، وہ آتے تو اس لئے تھے، کہ ہم غصہ دلائیں گے، ابوطالبؓ تلوار کھینچ لیں



گے، لڑنے مرنے پہ تیار ہو جائیں گے، ہم بس مار لیں گے چچا بھتیجے کو، موقع یہی ڈھونڈتے تھے، کہ غصے میں تو آئیں، یہ اشتعال میں تو آئیں، اور ہر بار سب کا فرس جھکا کے چلے جاتے تھے، کبھی لڑائی نہ چھڑنے دی، ابوطالب نے بھتیجے کو بچانا ہے، ابوطالب کو معلوم ہے، کہ بلا کس سن میں ہوگی، ورنہ دو آدمیوں میں کر بلا تو ہو ہی جاتی، گھر میں عورتیں ہیں، اور یہ دودھ دہیں، اور سب بچے ہیں، لیکن محمد کو بچا رہے ہیں ابھی بہت دن ہیں، پچاس ساٹھ برس ہیں، ستر برس ہیں کر بلا میں، کیسے نال رہے ہیں، یوں بچاتے ہیں بڑے مقاصد کو، یوں محفوظ رکھتے ہیں، جیسے کر بلا کو محفوظ رکھا ابراہیم نے صدیوں پہلے ہونے والے بڑے واقعے نے کر بلا کو ذبحِ عظیم کی شکل میں محفوظ کر دیا، کبھی بڑا آدمی نہیں چاہتا بعد میں ہونے والا عظیم واقعہ پہلے ہو جائے، جو تاریخ مقرر ہے، جو ماحول مقرر ہے، اُسی دن وہ ہونا ہے، یہ ہیں ابوطالب جو کافروں سے کہہ رہے ہیں کہ، لڑنا نہیں ہے تم سے، لاکھ تم غصہ دلاؤ، عمارہ ایک لڑکا تھا بڑا حسین، کافروں کے پاس اتنا خوبصورت لڑکا، جس کی بڑی بڑی زلفیں، حسین چہرہ اُس کو لے کے آئے سارے کافر، ابوطالب باہر نکل کر آئے، کہا کیا بات ہے، کہا یہ ہمارا بہترین نمائندہ خُسن ہے عمارہ، کہا کیا کروں، کہا اس کو لے لو، اور پالو، اور محمد کو ہمیں دے دو، کیا ہے اس کا جواب، پتہ ہے کیا جملے کہے، دیکھو ابوطالب کتنا خوبصورت لڑکا ہے، اس کے بال تو دیکھو، کتنے خوبصورت ہیں، دیکھئے یہ دو چیزیں کیوں کہی گئیں، جب محمد اپنی زلفوں کے ساتھ نکلتے، کہ لگتا بادلوں میں چاند طلوع ہو رہا ہے، نبی کی دو ہی چیزیں مشہور تھیں، ایک چہرہ اور دوسری زلفیں، نکر پہ لائے، ڈھونڈ کے ایسا کوئی مل تو جائے، زلفوں والا کوئی مل جائے، ابوطالب نے کہا، واہ واہ واہ واہ، کیا کہا ابوطالب نے، واہ خوب میں تمہارے کافر بچے کو لے کے پالوں، اور تم میرے بھتیجے کو قتل کر ڈالو، کتا میرے گھر



میں پہلے، اور میرا کھڑا قتل ہو جائے۔ نکل جاؤ یہاں سے، اب یہ سوچئے کہ کافر کیا سوچ کے آئے تھے، سب پوری صورتِ حال سمجھے ہوئے تھے، یتیم بھتیجا ہے، ابوطالب کو اس سے فائدہ کیا، نہ کوئی امیر ہے، نہ کوئی دولت مند ہے، پالا ہے، بڑے بڑے بیٹے ہیں، طالب موجود عقیل موجود، کوئی اولاد کی کمی ہے نہیں، ابوطالب کو ایک ابوطالب کے دور کے رشتے دار تھے، یعنی اوپر کی نسل میں مطلب کا نام آپ نے سنا ہوگا، جناب ہاشم کے بھائی، یعنی عبدالمطلب کے چچا، ان کی نسل میں ایک مغیرہ بن سفیان بن حارث بن مطلب، اب وہ دور کے چچا کے بیٹے تھے ابوطالب سے، خوب بحث ہوئی انھوں نے، ابوطالب سے کہا یہ لوگ صحیح کہہ رہے تھے، کیوں نہ لے لیا تم نے عمارہ کو، اور دے دیتے محمد کو، ابوطالب نے کہا تو کیا جانے محمد کیا ہے، تجھے کیا پتہ کہ محمد کیا ہے، خوب لڑائی ہوئی، لیکن ابوطالب نے یہی کہا، ہم محمد کو کسی کے حوالے نہیں کریں گے، ابوطالب کو سمجھو تو یہ کون سی منزل تھی، کہ ہم تمہارے حوالے کر دیں، لیکن تلوار نہیں نکالی، بات غصے کی تھی، آئے تھے اشتعالِ دلا نے ابوطالب نے کہا، چلے جاؤ، زبانی گفتگو ہو جائے لیکن تلوار نہیں نکلے گی، یعنی ابوطالب کی ایک صفت ہے، کہ جہاں تلوار نکالنے کا موقع تھا، وہاں زبان کو تلوار بنایا، سوال یہ ہے، کہ ابوطالب نے تلوار کیوں نہیں چلائی، کتنی لڑائیاں لڑ چکے تھے، نبوت آنے سے پہلے، جوانی میں ابوطالب نے بہت سی لڑائیاں عرب کی لڑیں، تلوار چلانا آتی تھی، فنونِ حرب و ضرب سے واقف تھے، لیکن کہیں تلوار نہیں نکالی، تلوار اگر نکال لیتے، تو ایک بیٹے کی ذوالفقار کا اثر ختم ہو جاتا۔ جب حکم ہوگا، جب آسمانی تلوار آئے گی، تو میرا بیٹا چلائے گا، پھر دیکھنا کہ اس کی لڑائی ابوطالب کی لڑائی ہوگی، ابھی تو میں اپنی زبان سے کام لے رہا ہوں، ہزاروں کورو کا ہے ابوطالب نے زبان کی ذوالفقار پہ، تو پتہ چلا کبھی کبھی زبان بھی تلوار بن جاتی ہے، تو اب ایک بیٹا



ایسا ہونا چاہئے، جو تلوار نہ چلائے، لیکن اُس کی زبان تلوار ہو، اُس کا نام رکھ دیا عقیل، دیکھنا کہ جب عقیل سے کوئی منافق گفتگو کرے گا تو وہ زبان کو تلوار بنا لے گا، دیکھنا کہ ابوطالب کی اولاد کیسی ہوتی ہے جب علی دس برس کے تھے، تو جعفر بیس برس کے تھے، اور عقیل تیس برس کے تھے، اب دس دس برس بڑھتے جائیں گے، جب علی ساٹھ برس کے ہونگے تو عقیل کتنے بڑے ہونگے، بیس برس اور بڑھا لیجئے، اسی برس کے ہونگے، اگر پچاس کے علی ہیں، تو ستر کے عقیل ہیں، تو اب یہ باتیں ۳۵ ہجری کے بعد کی ہیں، ہم کتنی جلدی سفر کو طے کر آئے، تاریخ میں کہانیاں لکھی گئیں، عقیل کی اولاد بہت تھی، بارہ چودہ بیٹے تھے، جب علی خلیفہ بن گئے، تو عقیل علی کے پاس آئے، اور کہا کہ علی مال غنیمت میں سے کچھ دو، اولاد زیادہ ہے، پرورش کرنی ہے، تو علی نے ایک لوہا لیا، چراغ پہ رکھا، اور اسے گرم کیا، اور عقیل کے ہاتھ پر رکھ دیا، عقیل کا ہاتھ جل گیا انھوں نے ہاتھ کھینچ لیا، کہا میں تم سے رقم مانگتا ہوں، اور تم میرا ہاتھ جلاتے ہو، علی نے کہا جہنم کی آگ کو یاد کرو، میں کیسے تمہیں زیادہ وظیفہ دے دوں، ایک جھوٹی روایت گھڑ لی گئی ہے، سنی بھی لکھنے لگے اور شیعہ بھی لکھنے لگے، جس کا نام عقیل ہو، جس کو لوگ عقیل عرب کہتے ہوں، کیا کم عقلی کی بات وہ کر سکتا تھا، کہ بھائی خلیفہ ہو گیا، تو جائے مال غنیمت سے رقم مانگے، اور اگر مانگا تو حق مانگا، اولاد زیادہ تھی، علی کو دینا چاہئے تھا، ہاتھ جلانے کا کیا دستور تھا، کیوں جلا دیا، اور چھوٹا بھائی کیا بڑے بھائی کا ہاتھ جلا سکتا ہے، ابوطالب آداب سکھا کے جا رہے ہیں، بنی ہاشم دنیا کو آداب سکھائیں گے، اور آپ ایسی تاریخ لکھ کے چلے جائیں گے، نہیں احتیاط کی ضرورت ہے، ایسا کوئی واقعہ تاریخ میں نہیں ہوا، یہ گھڑا گیا، تاریخ نے کہا عقیل ناراض ہو گئے، تو انہوں نے علی سے کہا، کہ اگر تم اجازت دو تو میں شام چلا جاؤں، کوفہ چھوڑ کے معاویہ کے پاس جاؤں، علی نے کہا



جاؤ چلے جاؤ۔ وہ معاویہ کے پاس چلے گئے، معاویہ نے خوب پیسہ دیا، خوب اپنے دربار میں مشیر رکھا، بڑی خاطریں کیں عقیل کی، اور عقیل شام میں ہی رہے کافی عرصے تک معاویہ کے ساتھ، لکھ دی مسلمانوں نے تاریخ، بات ختم ہو گئی، اب میں بات کروں، بغیر ہاتھ جلائے اگر معاویہ کے ہاں ہی بھجوانا تھا عقیل کو، تاریخ لکھنے والے کو تو بغیر ہاتھ جلائے ہی بھجوا دیتا، چلے ہم نے مان لیا وہ شام گئے تھے، بالکل گئے تھے، اور جانا ضروری تھا، اس لئے کہ وہ باغی جو گورز رہے شام کا، اور علیؑ کو وہ وہاں کا مال غنیمت کا حساب بھی نہیں دے رہا ہے شام کا صوبہ، حکومت کا ایک حصہ ہے، مولا علیؑ کہہ رہے ہیں، کہ ہم نے تجھے موزول کیا، ہم دوسرا گورز رکھنا چاہ رہے ہیں، تجھے نہیں رکھنا چاہ رہے ہیں، وہ بضد ہے کہ میں یہیں رہوں گا، وہ بغاوت پہ آمادہ ہے، خلیفہ وقت سے بغاوت کر رہا ہے، لڑنے کے لئے تیار ہے، تو اب وہاں ہو کیا رہا ہے، سرکارِ دو عالم کا دین وہاں کیسے پھیلا یا جا رہا ہے، یہ تو علیؑ کی ذمہ داری ہے، کہ علیؑ وہاں نگرانی کریں، علیؑ وہاں جا نہیں سکتے، اس لئے کہ کوفہ، بصرہ، حجاز، ایران، تمام صوبوں کی جتنی بھی مملکت اسلامی ہے، سب کی دیکھ بھال علیؑ کر رہے ہیں، صفین چمڑنے والی ہے، تو اب کوئی ایسا آدمی جو شام کے صوبے کا نگران ہو، کہ وہاں ہو کیا رہا ہے، جو اُس گورز کا دماغ صحیح کرتا رہے کہ معاویہ یہ مال تیرا اپنا نہیں ہے، یہ سب نبیؐ کے صدقے میں تجھے ملا ہے، بلکہ تو نے نبیؐ کا پڑھا، مسلمان بنا، اُس کے بعد تو حاکم بنا ہے، یہاں کا یہ سب تیرا مال نہیں ہے، یہ اسلام کا ہے، اللہ کا ہے، قرآن کا ہے، خلیفہ کا ہے، علیؑ کا ہے، کوئی تو ہو جو معاویہ کی نگرانی کرے اور اس کی باطل پرستی پر اُسے آئینہ دکھائے، اس لئے علیؑ نے عقیل کو بھیج دیا، اس میں کیا حرج ہے، علیؑ نے عقیل کو بھیج دیا، کہ آپ جا کے نگرانی کیجئے، کہ وہاں کیا ہو رہا ہے، بنی امیہ خوش ہو گئے، وہ سمجھے علیؑ کا بھائی ناراض ہو کے علیؑ سے



آگیا، پہلی بار ہم نے بنی ہاشم میں دراڑ ڈال دی، ابوطالب کا ایک بیٹا ہماری طرف آگیا، بہت خوش ہوئے، اور پھر تو انبار لگا دیئے دولت کے، معاویہ نے کہا یہ سب تمہارے لئے، یہ محل تمہارے لئے، یہاں رہو، اور ایک اپنے تخت کے پاس سونے کی بہترین کرسی بنوا کے رکھوا، دی کہا جب بھی عقل آئیں، جب یہاں بیٹھیں گے، ان کو سلامی دی جائے، سارے دربان اُنھ کے کھڑے ہو جائیں جب عقل آئیں، رئیس عرب کا بیٹا ہے، سلطان عرب کا بیٹا ہے، عبدالمطلب کا پوتا ہے، ہمارے لئے بڑے فخر کی بات ہے، کہ بانی اسلام کا سگا چچا زاد بھائی ہے، ہاشمی ہے، اس لئے جب یہ ہمارے یہاں بیٹھے گا، تو ہماری عزت بڑھے گی، بڑے لوگ کہیں بھی چلے جائیں، چھوٹا آدمی کتنا ہی بڑا گورنر بن جائے، وزیر اعلیٰ بن جائے، وزیر اعظم بن جائے، رہے گا چھوٹا آدمی، اگر اُس کے یہاں غریب بھی بڑا آدمی پہنچ جائے، جو خاندانی ہو، تو وہ ہاتھ جوڑ کے سرکار کیسے ہیں، تشریف رکھئے، ایسا ہی ہوتا ہے، یہی ہوتا آیا ہے، دنیا میں کہا یہ کرسی ہے، تشریف رکھئے، اب عقل آئیں تو اپنے بیٹوں کے ساتھ، اپنے درباریوں کے ساتھ، اپنے ملازمین کے ساتھ، بھائی بادشاہ کا بیٹا ہے، شاہ عرب کا بیٹا ہے، عبدالمطلب بادشاہ تھے عرب کے، اُن کا پوتا ہے، شان کے ساتھ آتے ہیں، کرسی پہ بٹھایا جاتا ہے، سب کھڑے ہو جاتے ہیں، احترام کرتے ہیں، اب یہ لوگ کہتے ہیں، کہ تم حکومت کر رہے ہو یا عقل، طرہ تو ہو گا نا بھائی، تو ایک دن کہنے لگے کہ حکومت تو ہماری ہے، سمجھا کرو کچھ مصلحتیں ہیں، کچھ سیاست ہے، ان کو بھی خوش کرنا ہے، اور پھر یہ کہا، کہ تم کہتے ہو تو چلو ایک آدھ دن انہیں بھی ذلیل کر دیں گے دربار میں، عقل نے نہ کوئی لڑائی لڑی، نہ کسی جنگ میں بنا کے بھیجے گئے سپہ سالار، نہ علمدار، جب سے آئے مدینے میں، تو ایک کونے میں مسجد نبوی کے مصلیٰ بچھا دیا جاتا تھا، اور اُس پر بیٹھ گئے، کہیں نہیں ملتا، کس



لڑائی میں گئے، کیا کام کیا، ہاں یہ ملتا ہے مصلیٰ بچھایا گیا، اور مجمع لگا ہوا ہے، لوگ چلے آ رہے ہیں، دور دور سے عرب کے شہروں سے، بھی کیوں آ رہے ہیں عقیل کے پاس، پتہ یہ چلا کہ یہ انسائیکلو پیڈیا (Encyclopaedia) ہیں شجروں کا، جس کو جس کا شجرہ پوچھنا ہوتا ہے، وہ ہزاروں میل دور سے چل کر، عقیل کے پاس آتا ہے، فلاں شاخ، فلاں شاخ ماہر انساب ہیں عقیل، عرب میں واحد انسان جسے سارے عربوں کے شجرے یاد ہیں، ہر قبیلے کے شجرے یاد، ایک نام لیا اور عقیل نے بتانا شروع کیا، اُس کا باپ یہ، اُس کا باپ یہ، اُس کی ماں یہ، اُس کی دادی یہ، اس کی نانی یہ، اور صرف انسانوں کے نہیں بلکہ عرب میں جتنے گھوڑے تھے ان سب کے شجرے بھی معلوم تھے، جو گھوڑا خریدے وہ بھی عقیل کے پاس آئے، صرف انسانی نسلیں نہیں جانوروں کے شجرے بھی یاد تھے، عرب میں جتنی وادیاں تھیں، جتنے دریا تھے، جتنے چشمے تھے سب عقیل کو معلوم تھے، کہ کون سا چشمہ کہاں سے نکلا، کون سا دریا کہاں سے نکلا، کون سی زمین کیسی ہے، زراعت کہاں ہو سکتی ہے، آبادی کہاں ہو سکتی ہے، پانی کہاں نکلے گا، تو اب پوچھنے تو آئیں گے لوگ، عقیل فلاں زمین لے لیں، وہ زمین خرید لیں، وہاں بس جائیں، اب عقیل جو کہہ دیں وہ پتھر کی لکیر، وہ حرف آخر، اس لئے ہر وقت مجمع لگا رہتا ہے، کیسا محکمہ تھا یہ اسلامی، اب کیا کیا شعبے قائم ہیں جغرافیائی، یہ بلد یہ ہے، یہ محکمہ جنگلات ہے، یہ محکمہ نہری نظام ہے، اسی کی شاخیں کر دیجئے، اب وہاں مردم شماری میں چلے جائیں، وہاں رجال ہے، پتہ لگائیے فلاں صاحب یہاں رہتے تھے، کہاں گئے ان کی ولدیت کیا نام، یہ سب دفاتر ہیں، ایک آدمی کے حوالے پچاس دفتر کر دیئے نئی نے، اور اس کو مصلے پر بیٹھا دیا، اُس کا نام ہے عقیل، تو اس لئے ابوطالب نے نام عقیل رکھا تھا، ایسی ہستی کو علی نے کہا آپ کی مرضی ہے، چلے جائیے، تو علی کے لئے



عقل کا شام جانا مصیبت نہیں ہے، معاویہ کے لئے عقل کا سامنے آنا مصیبت ہے، جس مورخ نے لکھا جا کے مل گئے تھے تو اب اگر میں جواب دوں تو کوئی برا تو نہ مانے مسلمان تاریخ داں کہہ رہے ہیں کہ معاویہ سے مل گئے تھے، ہاں مل گئے تھے، ملے ملے بیٹھے ہوئے ہیں، جھگڑے کی تو کوئی بات ہی نہیں ہے، اب دیکھئے سواری عقل کی آئی، اور وہ معاویہ کے دربار میں داخل ہوئے جیسے ہی داخل ہوئے، چونکہ بڑھاپے میں آنکھ کی بینائی کمزور ہو گئی تھی، تو بیٹوں کے ساتھ آتے تھے ہاتھ پکڑا کے اور ادھر عبد اللہ ابن عباس کی بھی آنکھ کی روشنی چلی گئی تھی، اور عباس بن عبد المطلب کی بھی بڑھاپے میں آنکھ کی روشنی چلی گئی تھی، تو جیسے ہی عقل آئے، اس نے کہا تم بنی ہاشم آنکھوں کے اندھے ہوتے ہو، اب وہ فیصلہ تو یہ ہوا ہے نا، کہ ذرا کچھ برا بھلا بھی تو کہو، بٹھایا ہوا ہے، کھلا رہے ہو، وظیفہ دے رہے ہو، خوشی تو جب ہوتی ہے نا جب بنی ہاشم کو برا کہا جائے، اور آج تک وہ عادتیں پڑی ہوئی ہیں، لوگوں کی چٹکیاں لیتے رہتے ہیں، پتہ ہے کہ بنی ہاشم میں حضورؐ تھے، اگر بنی ہاشم کو کچھ کہا جائے گا، تو ساری باتیں حضورؐ پہ جائیں گی، مگر احترامِ نبوت نہیں ہے، تو ہم کیا کریں، اب یہ سب بنی ہاشم ہی تو بیٹھے ہیں، بھائی آپ کی نسل کے تو ہیں، اب کہئے جو کہنا ہے، ساری باتیں کہئے، اس لئے کہ حضورؐ پہ جائیں گی، اس لئے کہ سب سے بڑے ہاشمی حضورؐ ہیں، اب اتنی بڑی بات دربار میں کہہ دی حاکم شام نے، تم بنی ہاشم آنکھوں کے اندھے ہوتے ہو، ابھی عقل کرسی پہ بیٹھے نہیں تھے، صرف آئے تھے، بیٹھتے بیٹھتے کہنے لگے، ہاں اور تم بنی امیہ دل کے اندھے ہوتے ہو، توجہ کیجئے گا، آنکھ کا اندھا ہونا عیب نہیں ہے، دل کا اندھا ہونا کافر ہونا ہے، ایک دن جو آئے دربار میں اب روز چھیڑ خانی ہو رہی ہے، گویا مشیروں اور وزیروں کو خوش کر رہے ہیں، دیکھو دیکھو علی کے بھائی کو کہہ دیا، عقل جیسے ہی دربار میں



داخل ہوئے معاویہ نے، کہا آؤ مرحبا مرحبا، اے ابولہب کے بھتیجے، مرحبا بیٹھے بیٹھے کرسی پہ کہا، ہاں مرحبا اے حَمَّالَةُ الْحَطَب کے بھتیجے، اُمّ جلیل معاویہ کی سگی پھوپھی ہے، جس کے گلے میں جہنم کا ایندھن ہے، تو بے اختیار کہا، کہ ابولہب کا انجام کیا ہوا، اب دیکھئے بات کاٹی، کہا انجام لیا پوچھتا ہے، جب تم جہنم میں جانا، تو جہاں ابولہب کو لینا دیکھو گے، وہیں اپنی پھوپھی کو بھی پہلو میں پاؤ گے، بھرے دربار میں عقیل نے بتایا، جہنم میں جانا ہے، تو جواب میں کہا، ارے دونوں شر تھے، عقیل ایک دن اور آئے، کہا کون کون تیرے پاس بیٹھا ہے، معاویہ نے کہا عمر بن عاص، وزیر اعظم ضحاک ابن قیس فہری مشیرِ اول ابو موسیٰ اشعری، وزیر خزانہ بھی ہیں، وزیر خارجہ بھی ہیں، سبھی کچھ ہیں، یعنی پوری کا بینہ کے اہم ترین افراد بیٹھے ہیں، جن پہ حکومت چل رہی ہے، سب کے نام بتا دیئے، کہا اچھا اچھا یہ عمر بن عاص بیٹھے ہیں، کیا بات ہے، گورنر ہیں مصر کے کہا عمر بن عاص، تمہارے پاس بیٹھے ہیں، اور جب یہ پیدا ہوئے تھے، چھ آدمیوں نے دعویٰ کیا تھا، میرا بیٹا ہے، میرا بیٹا ہے، کہا یہ دوسرا کون بیٹھا ہے، کہا ضحاک بن قیس فہری، اوہوان کے باپ اُونُؤں کا ختنہ کرتے تھے، اور تیسرا کون بیٹھا ہے، یہ ابو موسیٰ اشعری ارے ان کے باپ تو ککے کے پرانے گرہ کٹ تھے، جیسے کائٹے تھے، اب تینوں نے غصہ کیا، کہا واہ واہ، بجائے اس کے کہ عقیل کو کچھ کہتے، الٹا بھرے دربار میں ہمیں کہہ دیا، کہ ہم بدلہ لیں گے، کہا ٹھہرو ٹھہرو دیکھو تمہیں کہا ہے نا عقیل نے، اگر ہمیں بھی کہہ دیں تو برابر ہو جائے گا، معاملہ کچھ کہنا نہیں عقیل کو، ورنہ ایسا جھگڑا ہوگا، اور وہ سننے کو ملیں گی، کہ سات پشتوں میں تم نے نہیں سنی ہوگی، دیکھئے معلوم ہے کہ چھیڑنا نہیں ہے، بس اتنی ہی گفتگو کافی ہے عقیل آکر، ابھی بیٹھے تھے، معاویہ کہنے لگا عقیل یہ تو بتاؤ میرے بارے میں کیا خیال ہے، دیکھئے کیسی خواہش ہے، کہ عقیل چھوڑ دیا عقیل نے



سب کو، کہا مگر ان کو نہیں کہا، یہ کیسی بات ہے، کہ مجھے نہیں کہا، اور کتنی تمنا ہے کہ سنیں، کہا عقل میرے بارے میں کیا خیال ہے، کہا بس کیا بتائیں حرامہ کو جانتا ہے، کہا نہیں میں تو نہیں جانتا کہا نہیں جانتا تو پھر میں کیا کروں، یہ کہہ کے اٹھ کے چلے گئے، اب یہاں تشریف پورا دربار پریشان، وہ بھی پریشان، اب دیکھئے اسے کہتے ہیں شکار کو چوٹ لاکر کے چھوڑ دیا، جان سے نہیں مارا، اب تڑپے کہا، ماہر انسان جو ہمارے یہاں کا ہے، جو لکھتا ہے سب کچھ اس کو بلاؤ، ایک بوڑھے کو بلایا گیا معاویہ نے کہا تمہیں شجرے معلوم ہیں عرب کے اس نے کہا ہاں معلوم ہیں، معاویہ نے کہا یہ حرامہ کون ہے ہمارے شجرے میں بوڑھے نے کہا امیر یہ مت پوچھو، ہم نہیں بتا سکتے، معاویہ نے کہا عقل پھر اتنے غصے میں کیوں کہہ کے گئے، اور انہوں نے کیوں نام لیا، بوڑھے نے کہا عقل نے جو کچھ کہا سب ٹھیک ہے، ہم نہیں بتا سکتے معاویہ نے کہا بتانا پڑے گا، اگر نہیں بتائے گا تو ان لوگوں کا غصہ کم نہیں ہوگا بوڑھے نے کہا امیر اب تم کہہ رہے ہو تو بتا دیتا ہوں، تیری دادی کا نام ہے، اور بس کیا کریں وہ گھر پہ جھنڈا لگاتی تھی، جب شجرہ لکھنے والے نے یہ بتا دیا، تو مڑ کر کہنے لگے، بھئی دیکھو ہم تم برابر ہو گئے، اب یہ بتائیے عقل وہاں گئے کیوں، یا تو مؤرخ لکھ دے کہ گئے ہی نہیں، تو یہ ساری باتیں ختم ہو جائیں، اور اگر یہ دکھانا ہے کہ گئے تھے وہاں، تو یہ سب مناظر دیکھنا پڑیں گے ایک دن اور دربار میں، آئے عقل یہ کیا جشن ہو رہا ہے، کہا پیسے بٹ رہے ہیں تھیلیاں بٹ رہی ہیں، درہم و دینار بٹ رہے ہیں، کہا اچھا، کہا تمہارا بھی حصہ ہے، ایک کشتی کھسکا دی، کہا یہ کئی ہزار ہیں، یہ کس بات کے مل رہے ہیں، کہا کچھ نہیں جو جو آ رہا ہے (معاذ اللہ) خاتم بدہن ہم علی پہ تہنہ کر رہے ہیں، علی کو برا کہہ رہے ہیں، تو جو جو برا کہہ رہا ہے، اس کو یہ انعام مل رہا ہے، اگر تمہیں چاہئے تو تم بھی جاؤ منبر پہ اور علی کو برا کہو، عقل نے، کہا اچھا سا



بھائی ہے یا علیؑ کا، سگا بھائی ہے نادولت سامنے رکھی ہے، فوراً منبر پہ گئے نام لیا اُس کا کہا معاویہ نے مجھے یہ حکم دیا ہے، مجھ سے یہ کہا ہے، کہ میں علیؑ پر (معاذ اللہ) لعنت کروں، تو بس خدا رسول فرشتوں کی لعنت اُسی پر ہو، یہ کہہ کے منبر سے اتر آئے، اور تھیلی کھسکا لی، کہا رقم تو تم نے لے لی، لیکن سمجھ میں نہیں آ رہا ہے، معاویہ نے کہا کس پہ لعنت ہو، سمجھ میں نہیں آ رہا ہے، کہ کس پہ ہوئی، عجیب طریقے سے تم نے کہہ دیا، بات واضح نہیں ہوئی، عقیل نے کہا تجھے کیا ضرورت ہے بات واضح کرنے کی، تو نے حضورؐ کی حدیث نہیں سنی، کہ جب لعنت زبان سے نکل جاتی ہے تو لعنت خود اس کو ڈھونڈ لیتی ہے، جس کے لئے لعنت بھیجی گئی ہو، وہیں جاتی ہے کیا تشویش ہے، کیا پریشانی ہے، اب تو پھر آپؐ ہی بتائیے، کہ تاریخ سے یہ صفحہ ہی پھاڑ کے پھینک دیا جائے، کہ عقیل شام گئے ہی نہیں، اور اگر گئے تو وہاں یہ سب کچھ ہوا، اور یہ گفتگو ہوئی، تو یہ گفتگو کتنی ضروری تھی، یہ گفتگو بہت ضروری تھی، یہی ذہانت ابوطالبؑ کے پاس تھی، اولاد میں آئی، حضورؐ نے جو کچھ کہا عربوں کو، وہ اللہ کے حکم سے کہا، آیات میں کہا، سوروں میں کہا، تو وہ تو بن گیا ثواب، کیجئے تلاوت، جنہوں نے کلمہ نہیں پڑھا، حضورؐ کو پریشان کیا، مسلسل آیات عَتَلْ مَبْعَدَ ذَلِكَ زَنِيمٌ يٰۤزَنِيمُ ہے، یہ ایسا ہے تَبَّتْ يَدَا اَبِيْ لَهَبٍ وَتَبَّ یہ ایسا، یہ ایسا حضورؐ پڑھ رہے ہیں، اب قیامت تک مسلمانوں کو وہ آیات پڑھنی ہیں، حالانکہ اُن آیات میں مسلمان ہونے والوں کے باپ داداؤں کی برائیاں بھی ہیں، کافروں کے سامنے جو کافروں کی مذمت کر رہا تھا تو وہی تو ابوطالبؑ کی گود کا پالاک تھا، تو محمدؐ کی بات کا تو برا نہیں مان رہے ہو، عقیل خود مکالموں میں کہہ رہا تھا، آپؐ برا مان رہے ہیں، یا علیؑ نے نَجِّ البلاء میں کہہ دیا تھا، تو آپؐ برا مان رہے ہیں، اور ہم اُسے دہرا رہے ہیں، تو کیا آپؐ اسے برا مانیں گے، اس میں برا ماننے کی کیا بات ہے، جس



نے کلمہ نہیں پڑھا کافر ہو کے مر گیا، تو اگر اس کو برا کہا جائے، تو کیا حرج ہے، جو تعریف کے قابل ہے، اس کی تعریف کیجئے، اور تعریف کا معیار یہ نہیں ہے، کہ نبی کو کتنا چاہتا ہے، نبی کو معلوم تھا، کہ سب یہ دعویٰ کریں گے، کہ ہم نبی کو چاہتے ہیں، ہر ایک دعویٰ کرے گا، ہمیں نبی سے محبت ہے، تو ایک پرکھ بتائی، ایک معیار بتایا کیا: قُلْ لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوْتَةَ فِي الْقُرْبَىٰ ط اگر قربی سے محبت ہے تو ہم سے محبت ہے، یہ ہے کسوٹی، اہل بیت سے محبت ہے تو رسول اللہ سے بھی محبت ہوگی، پوری دنیا، پورا عالم اسلام، یہ فیصلہ کر لے، کہ ہمیں اہل بیت سے محبت ہے، اگر اہل بیت سے محبت ہے، تو نبی سے محبت ہے، اور نبی کی محبت تنہا گھر کرتی ہی نہیں، آہی نہیں سکتی، کسی اور راستے سے آتی ہی نہیں، کوئی دوسرا راستہ ہے ہی نہیں، محبت رسول کا گھر سے ہی راستہ ہے، اور خون سے ہی راستہ نکلے گا، دوستیوں سے راستے نہیں نکلتے، اس لئے تمام عالم اسلام کو اہل بیت سے محبت کرنا پڑے گی، احترام کرنا پڑے گا، ابھی تک جو بے خبر ہے وہ باخبر ہو جائے، اس لئے کہ آنے والا ہے رسول کا وارث، اس کو منہ دکھانا ہے، اس کی بیعت کرنا ہے، اب تو خلافت کا کوئی جھگڑا ہی نہیں ہوگا، مہدی کے آنے کے بعد کوئی یہ کہے، کہ سقیفہ جائیں گے، خلیفہ بنائیں گے، اب تو کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے، ایک آئے گا اور پوری دنیا پہ چھا جائے گا، اب کوئی تمنا نہیں پوری ہوں گی، کہ مہدی آئیں گے، تو ہم انہیں مار دیں گے، ان کی نکر پہ کوئی وزیر بنالیں گے، کوئی خلیفہ بنالیں گے، کچھ بھی نہیں ہوگا، کچھ نہیں چلے گا، بس مہدی ہی مہدی ہیں، دیکھئے ان کے آنے کے بعد فرار کی کوئی راہ نہیں ہے، جو ہونا تھا دینے میں ہو چکا، اب اور چودہ صدیاں نہیں دے گا اللہ جھگڑے کرنے کے لئے، جھگڑے ختم کرانے وہ آئے گا، اس لئے تمام عالم اسلام یہ فیصلہ کر لے، اور اگر یہ کوئی کہے، کہ نہ مہدی آئے گا، نہ کچھ ہوگا، تو یہ بتا دیں کہ



دنیا کا خاتمہ کیا ہے، یہ سب جو بیٹھے ہیں، اس کے بعد کیا ہوگا، کیا سب کو اٹھا کے جہنم میں پھینک دیا جائے گا، بس یہ ہے خاتمہ، دنیا ختم ہوگئی، کیسے ہو سکتا ہے، یا سب کو جنت میں بھیج دیا جائے گا، مطلب معیار کیا ہے، کون جائے گا جنت میں، اور کون جائے گا جہنم میں، کوئی کسوٹی بھی ہو، یا یہی مان لیجئے، کہ دوبارہ نبی آئیں گے، آپ کچھ بھی تو ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں، یا سمجھ رہے ہیں، کہ آپ ہی زندہ بیٹھے رہیں گے، اور دنیا آپ کی ہی رہے گی مرنا تو ہے، قبر میں تو جانا ہے، اور جب آپ مر گئے، تو مر گئے اور یہ بھی نہیں دیکھیں گے، کہ آپ کی نسل کا کیا ہوا، نامعلوم کتنے مر گئے، جس کے بعد ان کی نسلیں پتہ نہیں کن کن راہوں پہ نکل گئیں، انہیں کیا پتہ تھا، کہ ہمارا ہی بیٹا محمد ابن ابی بکر علیؓ والا ہو، جائے گا، جانے کیا کیا ہوگا، کون کدھر نکل جائے گا، کون کہاں چلا جائے گا، تو ذرا سی عقل استعمال کرے، پورا عالم اسلام، یہ ہرے ہرے پرچم، یہ نئی کے پرچم، یہ ہمارا دل بڑھاتے ہیں۔ اہل سنت والجماعت کے حضرات لاہور میں، ہمارے پاس آتے ہیں، کہتے ہیں یہ ہرے پرچم صرف سلامت ہیں آپ کی عزاداری سے، ہم چاہتے ہیں کہ آپ کے یہاں عزاداری ہوتی رہے، خدا کی قسم آپ سے ڈھارس ہے ہم کو، اگر عزاداری بند ہو جائے تو ہمارا یہ عید میلاد النبیؐ بھی بند ہو جائے گا، آپ کے سہارے یہ سب جلوس نکال رہے ہیں، تو یہ سب ہر اہر رنگ ہمیں بہت اچھا لگتا ہے، یہ ہری گڑیاں اچھی لگتی ہیں، یہ ہرے پرچم اچھے لگتے ہیں، یا رسول اللہؐ لکھے ہوئے پرچم، اللہ لکھے ہوئے پرچم، اس لئے کہ یہ رنگ امام علیؓ رضائے دیا ہے، یہ امام حسنؓ کا دیا ہوا رنگ ہے، ہمیں پسند ہے، یہ رنگ یہ پرچم ہمیں پسند ہے، اس لئے کہ یہی حسنؓ اور حسینؓ کی فتح ہے، جب تک یہ پرچم لگے رہیں گے، لیکن جو سبز پرچموں کی مخالفت کرے، جو عید میلاد النبیؐ کی مخالفت کرے کیا وہ مسلمان ہے؟، ہم تو اُسے مسلمان نہیں مانتے، تو



اس میں تو پھر شیعہ سنی سب کو ایک ہو کر یہ سوچنا چاہئے، کہ یہ تیسرا فرقہ کون ہے، ظاہر ہے کہ شیعہ سنی سب اہل بیت کا احترام کرتے ہیں، اور اُسی حوالے سے رسولؐ کا جشن ہو رہا ہے، اور ہوتا ہے تو ہم احترام کرتے ہیں، دو راتیں ایک رات یہ گزر چکی، سمجھئے کہ ختم ہو گئی، اور کل کی ایک آخری رات، اور اُس کے بعد الوداعی جلوس ایام عزاکا، اور پہلی ربیع الاول سے رسولؐ کا جشن شروع ہو جاتا ہے، یعنی نانا اور نواسے دونوں کا جلوس یوں گھل مل رہا ہوتا ہے، یعنی نانا گلے لگا کے نواسے کو کہہ رہے ہوتے ہیں، بیٹا تم توفیق بن کے آ رہے ہو، مدینے میں تم توفیق کر کے آ رہے ہو، تم نے تو ہمارے دین کو زندہ کر دیا، قیامت تک تو ہمیں اچھا لگتا ہے، کہ اُسی شاہراہ سے علم جا رہے ہیں، اور یہ آخری جلوس جو ہوتا ہے، جو پچاس برس سے نکل رہا ہے، یہیں سے ۸ ربیع الاول کو برآمد ہوتا ہے اللہ جزائے خیر دے، سید مسیب علی زیدی مرحوم کو، جو اس جلوس کے بانی ہیں، اور ان کے بچے اور ان کے بیٹے، ان کے پوتے اُسی طرح اہتمام کے ساتھ اس عشرے کو بھی کر رہے ہیں، اور جلوس بھی نکالتے ہیں، تو جب سے یہ جلوس نکل رہا ہے، اس کا نام ہے خاموش جلوس عماری، اور یہ آپ تہذیبی لوگ ہیں، اور جہاں تک آواز جائے، جتنی شہر کی ماتمی انجمنیں ہیں، اُن کے ذمہ داران تک یہ پیغام پہنچنا چاہئے، کہ عاشور کا جلوس اور ہے، اور چہلم کا جلوس اور ہے، اور یہ الوداعی جلوس اور ہے، محرم کے جو جلوس ہوتے ہیں، اس میں تابوت بھی ہوتا ہے، اُس میں جھولا بھی ہوتا ہے، اُس میں علم بھی ہوتا ہے، اُس میں ذوالجناح بھی ہوتا ہے، یہ عاشور کا جلوس ہے، یہ الوداعی جلوس کیا ہے، یہ یادگار ہے جب جناب زینبؑ مدینے میں آئیں، یہ اُس آمد کا جلوس ہے، بیویوں کی عماری آئی ہے، ایک عماری پہ جناب زینبؑ ہیں، ایک پہ جناب اُم ربابؑ ہیں، ایک پہ اُم لیلیٰؑ ہیں، ایک پہ جناب اُم کلثومؑ ہیں، صرف عماریاں آئی ہیں، سیاہ



پرسے پڑے ہوئے، اب اس عماری کے ساتھ نہ ذوالجناح آیا ہے، نہ جھولا آیا ہے، نہ تابوت آیا ہے، مدینے میں یہ سب کچھ نہیں آیا ہے، اور نہ اس میں کوئی نعرے بازی ہے، نعرہ حیدری خوشی کا نعرہ ہے، اللہ اکبر میدانِ جنگ کا نعرہ ہے، اور یہ جلوس جو ہے اس میں کوئی نعرہ ہی نہیں تھا، اس میں کیا نعرہ لگے، کہ اس میں ایک ہی نعرہ تھا، ہائے میرا بھائی حسین، ایک ہی نعرہ بہنیں لگا رہی تھیں، ہمارا بھائی مارا گیا، اے شہر مدینہ میں لٹ کے آئی ہوں، اس لئے اس جلوس میں نعرے بازی نہیں ہوتی، اس کو خاموش جلوس کہتے ہیں، چونکہ شہزادیوں کا جلوس ہے، اس لئے اسے احترام سے لے جاتے ہیں، آج بھی کہہ رہا ہوں، میں کل بھی کہوں گا، اور پھر پرسوں بھی یہی بات دہراؤں گا، یہی بات بار بار مصائب سے پہلے دہراؤں گا، کہ میرا یہ پیغام سب تک پہنچے، کہ جلوس کے آداب کو قائم رکھیں۔ ایک لاؤڈ سپیکر بانیاں جلوس کی طرف سے ہوتا ہے، اس میں وہ سلام اور مرغیے پڑھے جاتے ہیں، جو مدینہ واپسی کے ہیں، تعزیت کے ہیں، جو پرسے کے ہیں۔ اسی کے ساتھ پورا مجمع چلتا ہے جس طرح زینبؓ کی واپسی کی شان ہونی چاہئے، آپ سوغوار بن کے جائیں، کسی سے کوئی جھگڑا نہیں، کسی سے کوئی اختلاف نہیں، الوداعی خاموش جلوس ہے، صرف یہ یاد کر رہے ہیں، کہ مدینے میں بیبیاں کیسے آئی تھیں، کیا عالم تھا بعد کربلا، کیسے استقبال ہوا، تصور کیجئے یہ جلوس اسی لئے ہے، اب یہ رات تو گزر گئی، اور اب کل کی رات اور ہے، اب ایک تصور کیجئے، آپ سب گھر کے مرد مارے گئے، گھر میں سناٹے پڑے ہیں، مدینے کے گھر اُجڑے پڑے ہیں، ارے مرد تو مارے گئے، لیکن بچے بھی مارے گئے، ابھی آپ ابوطالبؓ کے بیٹے عقیل کا حال سن رہے تھے اور اب حضرت عقیل کے لئے رسول اللہؐ کی چاہت بھی سینئے، ایک دن جناب امیر نے سرور کو نین سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ عقیل کو بہت چاہتے ہیں؟



حضرت نے فرمایا! ”ہاں بخدا میں اس سے دوستوں سے محبت کرتا ہوں، ایک تو اس کی اپنی اچھائی کی بنا پر اور دوسرے اس لئے کہ چچا ابوطالب اس کو بہت چاہتے تھے اور پھر اس لئے بھی کہ ان کا بیٹا مسلم بن عقیل آپ کے فرزند ارجمند حسین بن علیؑ کی دوستی کی خاطر شہید ہوگا۔ مومنوں کی آنکھیں اس کے لئے اشکبار ہوں گی، مقرب فرشتے اس پر درود و سلام بھیجیں گے۔ اس کے بعد رسول خداؐ گریہ فرمانے لگے یہاں تک کہ آنسو آپ کے سینہ مبارک پر موتیوں کی طرح گر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا بخدا میں اپنے اللہ سے اس سلوک کی شکایت کروں گا جو میرے بعد میرے خاندان والوں کے ساتھ کیا جائے گا۔“

عقیل بن ابی طالب ان کا نامور بیٹا مسلم بن عقیل، اب تو ایام عزائم ہو رہے ہیں، دو محرم کو ہم اُن کا حال پڑھتے ہیں، یا نو ذی الحجہ کو جب تابوت اُٹھتا ہے حضرت مسلمؑ کا تب میں ان کی شہادت پڑھتا ہوں، سفیر ہیں حسینؑ کے، عقیل کا نام روشن کیا، مسلمؑ نے، سفارت کا عہدہ لے کر شہادت دے کر بتایا، کہ میرے بابا عقیل دشمنوں کی طرف نہیں تھے، اور عقیلؑ کے بارہ بیٹے حسینؑ پر سے قربان ہو گئے، جعفر بن عقیلؑ موسیٰ بن عقیلؑ، یہ سب کربلا کے شہداء ہیں، اُس میں ایک ہیں عبدالرحمن بن عقیلؑ، اور یہ حضرت علیؑ کی بیٹی رملہ بنت علیؑ کے شوہر ہیں، جیسے جناب مسلمؑ کی شادی حضرت علیؑ کی بیٹی رقیہؑ سے ہوئی، اسی طرح عقیلؑ کے تمام بیٹوں کی شادیاں حضرت علیؑ کی بیٹیوں سے ہوئیں۔ عبدالرحمن بن عقیلؑ جو کہ عقیلؑ کے بیٹے ہیں، اور علیؑ کے داماد ہیں، تو اب جو عبدالرحمن کا بیٹا ہوگا، وہ عقیلؑ کا پوتا اور علیؑ کا نواسہ ہوگا اور بچے کی عمر تیرہ چودہ سال ہے، نام ہے اُس کا قاسم، علیؑ کو نانا کہتا ہے، عقیلؑ کو دادا کہتا ہے، اور عبدالرحمنؑ کا بیٹا ہے، ایک دن کو نے میں شور ہوا، کہ عبدالرحمنؑ بن عقیلؑ کا قاتل پکڑا گیا، اور اسے مختار کے دربار میں لایا گیا،



اور اس نے کربلا میں عقیلؑ کے بیٹے کو شہید کر دیا، مختارؑ کے سامنے اس کو باندھ کے لایا گیا، مختارؑ نے اس کو سر سے پیر تک دیکھا، کہا تو نے ابوطالبؑ کے پوتے کو قتل کیا، عقیلؑ کے بیٹے کو قتل کیا، علیؑ کے داماد کو تو نے قتل کیا، اُس نے اقرار کیا، جلا دو حکم دیا، کہ اس کے ہاتھ پیر کاٹے جائیں، زیتون کے کھولتے تیل میں اس کے اعضاء پھینکے جائیں، اسے آگ میں جلایا جائے، کہ ایک بار ایک غلام آگے بڑھا، اور اُس نے کہا، امیر دارالامارہ کے دروازے پر ایک خوبصورت سا بچہ کھڑا ہے، اور وہ کہہ رہا ہے کہ ہمیں امیر مختارؑ سے ملو دو، ہم مدینے سے آئے ہیں، بس یہ سننا تھا کہ مختارؑ نے کہا، کہ اُس بچے کو جلدی لاؤ، بنی ہاشم میں سے کوئی بچہ معلوم ہوتا ہے، ورنہ اس طرح وہ پیغام ہمیں نہ بھجواتا، اُسے جلدی لاؤ، شہزادے کو لایا گیا، اب جو مختارؑ نے دیکھا، تو تخت سے اُٹھ کر کھڑے ہو گئے، چہرے، حُسن اور شان کو دیکھا، کہا شہزادے آپ کا نام کیا ہے، کہا میں قاسم ہوں، کس کے بیٹے، کہا جس کا قاتل آج تم نے پکڑ کے بلایا ہے، میں عبدالرحمن کا بیٹا ہوں، عقیلؑ کا پوتا، کہا شہزادے کیسے آنا ہوا، کہا ہمیں ابھی اطلاع ملی ہے، کہ ہمارے بابا کے قاتل کو تمہارے دربار میں لایا گیا ہے، ہم صرف اس لئے آئے ہیں، تاکہ ہم اپنے باپ کے قاتل سے خود انتقام لیں، کہا یہ تو بتائیے کہ آپ مدینے سے کب آئے کہا مدینے سے تو ہم کافی عرصے پہلے چلے تھے، کہا آپ اکیلے آئے ہیں، ننگے پیر ہیں نعلین آپ کے پیروں میں نہیں، سر پہ آپ کے ٹوپی نہیں، سر پہ خاک پڑی ہے، شہزادے نے کہا مختار کیا پوچھتے ہو، اب سر پہ ٹوپی کیسی، نعلین کیسی، تمہیں معلوم نہیں گھر اجڑ گئے، اب پہننے کے کپڑے نہیں ہیں، رہنے کو گھر نہیں ہے مختارؑ نے کہا اتنی سی عمر میں آپ مدینے سے یہاں اکیلے آ گئے، کہا اکیلے نہیں آیا ہوں، کہا کس کے ساتھ، کہا میری ماں بہنیں بھی ہیں، آج کی تقریر جناب عقیلؑ کی نظر کر رہا ہوں، ابوطالبؑ کی نظر کر



رہا ہوں کہا شہزادے ماں کہاں ہے آپ کی، بہن کہاں ہے آپ کی، اب ماں کون ہوئی قاسم کی، علی کی بیٹی، یاد رکھنا علی کی بیٹی رملہ بنت علی، مختار نے کہا کہاں ہیں آپ کی ماں، کہا دروازے پہ کھڑی ہیں، میری ماں میری بہن میرے ساتھ آئی ہیں، دارالامارہ کے دروازے پہ مختار نے ایک بار سر پہ ہاتھ مارا، کہا علی کی بیٹی آئی ہے، اُٹھ کے کھڑے ہو گئے مختار، کہا سب لوگ کھڑے ہو جاؤ، علی کی بیٹی باہر کھڑی ہے، محل کے دروازے پر سن لو، اور ردو، ایک بار مختار اُٹھے سارے غلاموں کو بلایا، کہا قاتمیں لگاؤ، پردے ڈالو، علی کی بیٹی آرہی ہے، سب لوگ باہر نکل جاؤ علی کی بیٹی کو پردے میں لاؤ، مختار ارے یہی دربار تھا، ابن زیاد کا، اور زینب کھلے سر، جزاک اللہ، خوب گریہ کیا آپ نے، جزاک اللہ چاہنے والا ہو، قاتمیں لگائی گئیں، پردے لگائے گئے، مختار دوڑتا ہوا ننگے پیر دارالامارہ کے دروازے پر پہنچا، اب میری طرف دیکھنا، جیسے جیسے پردے اور چادروں میں بیسیوں کو آگے لایا جاتا، کنیریں چادریں باندھے ہوئے تھیں، اور چادروں کے پیچھے پیمیاں چل رہی تھیں، اور مختار ویسے ویسے ہر زمین کے قدم پر خاک اُٹھا کے، سر پہ ڈالتا جاتا، زمین کو چومتا جاتا تھا، علی کی بیٹی آئیں، ارے زینب تو شہزادی ہیں، یہ زینب کی بہن آرہی ہیں تو یہ اہتمام ہو رہا ہے، اللہ اکبر، اور جب بی بی زینب کوفے میں آئیں، جب بی بی زینب شام میں آئیں، کس طرح آمد ہے، میں کیسے بتاؤں، میرے بھائی بابر بار بار فرمائش کر رہے ہیں، اور کل میں فرمائش پوری کروں گا، کہ زینب کی یہ منزلیں گوفہ سے شام تک کیسے کٹیں، میں ایک ایک منزل کا نام بتاؤں گا، اور یہ بتاؤں گا، کہ کس منزل پہ کیا ہوا، اہل حرم کے ساتھ، آج تو بس یہی سن لو، کہ بی بی زینب شام میں کس طرح پہنچیں، کیا قیامت ہوئی، ذرا سوچو تو سہی، بی بی کی پرانی ضریح ایک دن کے لئے رضویہ کے امام باڑے میں آگئی تو ہزاروں لاکھوں کا مجمع ہو



گیا، ذرا سوچو کہ رضویہ میں بی بی کی ضرت آجائے، تو لوگوں نے اپنے کو بیٹ لیا، ضرت پہ گر گئے، اتنا مجمع ہوا، اب سوچو جو ضرت دیکھ لے، اور جو تابوت کو چھو لے، کیا مرتبہ ہے اس گھرانے کا اللہ اکبر، لیکن آج جب تم شام میں داخل ہو گے، تو اس شہر کو زینبیہ کہتے ہیں، جہاں بی بی ہیں، اُس جگہ کا نام زینبیہ ہے، یہاں کھلے سر آئی تھیں زینبؓ یہاں، قیدی بن کے آئی تھیں، زینبؓ ادھر آپ ہوائی اڈے پر اتریں، پاسپورٹ آفیسر اُس نے ہاتھ میں لیا، اور پوچھا کیوں آئے ہو، آپ نے کہا زیارت کے لئے، جواب یہی ملے گا، سیدہ زینبؓ کی زیارت کے لئے آئے ہو، اب پاسپورٹ نہیں دیکھے گا آپ کا، دیکھے گا اچھا بی بی رقیہؓ کی زیارت کو آئے ہو، بی بی سیکندہؓ کی زیارت کے لئے آئے ہو، پتہ چلا شام پہ حکومت ہے آج اسیروں کی، اب دمشق میں یزید کا نام و نشان نہیں ہے، زینبؓ وہاں راج کر رہی ہیں، اللہ اکبر، لبنان سے لوگ آتے ہیں، عراق سے لوگ آتے ہیں، کویت سے آتے ہیں، عرب سے آتے ہیں، ایران سے آتے ہیں، لیکن بی بی کے روضے کے اندر جیسے ہی آپ داخل ہو گئے، دروازے پر چادریں لٹکی ہیں، کالی کالی، کالے رنگ کے برقعے اور چادریں لٹکی ہیں، کوئی بھی بے پردہ اگر عورت آجائے، تو وہ آ کے اُس چادر کو لیتی ہے، پوری چادر اوڑھتی ہے، اور پھر اندر جاتی ہے، یعنی بغیر چادر اوڑھے دنیا کی کوئی بھی عورت زینبؓ کے مزار پر نہیں جاسکتی ایک چادر چھنی زمانے کو چادریں پہنا گئیں، زینبؓ پردے کو باقی کر گئیں، اللہ اکبر ہماری شہزادی زینبؓ کی زیارت کیجئے، چومئے سونے کی ضرت ہے، قیامت کے اشعار لکھے ہیں، جناب زینبؓ کی مدح میں، فارسی میں، ذرا سا چہرے کو اونچا کیجئے، اور جالی میں تابوت پہ نظر ڈالئے، تو سر ہانے ہیرے جواہرات کا بہت بڑا تاج رکھا ہے، زینبؓ کے تابوت کے سر ہانے ایک تاج رکھا ہے، تاج تو بادشاہوں کو ملتا ہے، نجف میں مولا



علیؑ کے ہاں صرف مولا علیؑ کے تابوت پہ تاج رکھا ہے، اور کسی کے ہاں تاج نہیں ہے، لیکن جناب زینبؓ کے ہاں تاج کیوں رکھا ہے، اس لئے تاج رکھا ہے کہ یزید کا تاج چھین لیا، بڑا تاج دار بنا بیٹھا تھا، آج کہاں ہے یزید کا تاج، زینبؓ نے بساط اُلٹ کے رکھ دی یزید کی، فاتح شام بن گئیں، فاتح کوفہ بن گئیں، اور یہ بھی پتہ ہے زینبؓ دوبارہ شام گئیں کیوں، پھر مدینے آ کے دمشق واپس گئیں، کبھی سوچا ہے آپ لوگوں نے، اس پہ آپ کو روٹنا آیا، جتنی بیبیاں مدینے آئیں، پھر مدینے میں ہی مر گئیں، جنت البقیع میں دفن ہو گئیں، یہ بی بی زینبؓ دوبارہ شام کیوں واپس گئیں، وعدہ تھا، کوئی جب قید خانے سے چلے گئیں، کہا سیکڑا کیلے نہیں رہے گی، آئے گی پھوپھی رہے گی تیرے ساتھ، بچی سے محبت ہے، سیکڑے ہم آئیں گے، وعدہ کیا تھا تو واپس گئیں، اور بس اُسی درخت کے نیچے ایک بار یاد آیا، یہیں تو بھائی کا سر لٹکایا گیا تھا شاخ میں، سید سجادؑ نے وہیں قبر بنائی وہی زینبیہ ہے، جہاں زینبؓ آرام کر رہی ہیں، چاروں طرف زائرین کے لئے اہتمام ہے، ایسا لگتا ہے یہاں زینبؓ کی حکومت ہے، زائرین صبح اور شام اپنے ہوٹلوں سے نکل کے اُسی راستے پہ چل رہے ہوتے ہیں، اور دروازے پہ کھڑے بی بی کی زیارت پڑھ رہے ہوتے ہیں، مجلسیں ہو رہی ہیں، ماتم ہوتا ہے روضے کے اندر، ہر قافلہ آتا ہے اور ماتم کرتا ہے، لبنان والے آتے ہیں، وہ ماتم کرتے ہیں، کویت والے، عرب والے، سب آ کے ماتم کرتے ہیں، پاکستانی جاتے ہیں، وہ بھی ماتم کرتے ہیں، نوحہ پڑھا جاتا ہے، یعنی عزا داری کی بانی زینبؓ اور وہاں اُسی طرح ماتم ہو رہا ہے، کیا فخر کا مقام ہے کہ آج بی بی آرام سے ہیں لیکن وہی دمشق تھا، وہی اکٹھ ہجری صفر کی پہلی تاریخ تھی، کارواں شام میں داخل ہو رہا تھا، اور ایسے میں یزید دربار کو سمجوا رہا تھا، ہو گئی تقریر، چونکہ الوداعی رات سے ہم قریب ہو گئے، اس لئے ہم نے



وقت لیا دل نہیں چاہ رہا ہے، کہ یہ راتیں رخصت ہو جائیں، دل سے پوچھو، کیا دل چاہ رہا ہے، کہ الوداعی رات آجائے، کل ہی تو ہے آخری رات، جب الوداع کہو گے عزاداروں کو، اسیروں کو سواریاں داخل ہو رہی تھیں بار بار راستہ بدلا گیا، صبح کو آمد ہوئی تھی، پورا دن گزر گیا اور دربار تک پہنچنا نہ ہوا، رات آگئی، یہ پورا دن کیسے راستے میں لگ گیا، اتنا لمبا راستہ نہیں تھا، اتنا مجمع تھا کہ اونٹ آہستہ آہستہ چلائے جا رہے تھے، پورے دن تماشہ دیکھا گیا اسیروں کا، رات ہو گئی، بازار شام سما ہوا تھا، اور ناقے گزر رہے تھے، اب جب تم جاؤ گے، اور دربار یزید کو دیکھو گے، باب الساعت کو، باب الساعت کیوں کہتے ہیں، اس لئے کہ وہاں پر ٹھہرنا پڑا اہل بیت کو، کئی گھنٹے ٹھہرنا پڑا، اس لئے اسے باب الساعت کہتے ہیں، یعنی جہاں انتظار کرنا پڑا اہل بیت کو، اندر داخلہ ملنے کے لئے، وہ بڑا دروازہ ہے، جب اُس سے باہر آؤ گے، تو ایک بڑا میدان ہے اُس میدان کے بعد شام کا بازار شروع ہو جائے گا، جب میں گیا تو پاکستان کے جو سفیر ہیں، یحییٰ نقوی شام میں، انہیں بڑی معلومات ہیں وہاں کے بارے میں، چونکہ وہاں کئی برس سے رہے ہیں، تو اُن سے ہم نے پوچھا، کہ یہ باب الساعت کے سامنے جو بڑا میدان ہے، اس کے بارے میں شام کی تاریخ کیا کہتی ہے، کہا یہ تو وہ قیامت خیز جگہ ہے، کہ جب اسیروں کو شام کے بازار سے لائے، تو یہیں یہ اہل بیت کو زمین پہ اتار دیا، اور اسی میدان میں لاکھوں کا مجمع تھا، اور جب اسیروں کو اتار کے زمین پہ بیٹھا دیا گیا، تو چاروں طرف سے تمام شام کے لوگ کوئی پتھر مارتا تھا، کوئی مٹی پھینکتا تھا، کوئی ہنستا تھا، زینبؓ اور چاروں طرف تماشا کی، قیامت خیز ہے وہ میدان، بہت رونا آتا ہے وہاں، دل اُلٹ اُلٹ جاتا ہے، کیا اندر کا منظر ہے، اور کیا باہر کا منظر، اللہ اکبر بس اب یہ میدان ہے، اور یہ باب الساعت ہے، مدینے میں جناب سید سجاد تشریف فرما



تھے، راوی نے یہ کہا، یہ بتائیے سب سے زیادہ مصیبتیں کہاں پڑیں، کہا الشّام الشّام
الشّام اور یہ کہہ کے رونے لگے، چیخ مار کے رونے لگے کہو یا حسینؑ یا حسینؑ ہائے زینبؑ،
ہائے زینبؑ یا حسینؑ یا حسینؑ پُر سے کا یہی طریقہ ہے، پُر سہ دو، الوداع یا حسینؑ
یا حسینؑ الوداع یا حسینؑ!



jabinabbas@yahoo.com



نویں مجلس

تربیتِ ابوطالبؑ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تمام تعریفیں اللہ کے لئے درود و سلام محمد و آلِ محمد کے لئے

الوداعی عشرے کی نویں تقریر عزنا خانہ قصر مسیب میں ”عظمتِ ابوطالب“ کے موضوع پر آپ حضرات سماعت فرما رہے ہیں۔ (صلوٰۃ) یہ موضوع عظمتِ ابوطالب، دراصل میں یہ چاہتا تھا، تاریخ میں، قرآن میں، حدیث میں، کیا عظمت ہے، ابوطالبؑ کی، کیا فضائل ہیں، نوجوان نسل، اُن چیزوں سے واقف ہو، اس لئے اس موضوع کا انتخاب کیا گیا، نویں تقریر آپ حضرات سماعت فرما رہے ہیں، مسلسل آٹھ روز سے ہم ابوطالبؑ پر گفتگو کر رہے ہیں، چونکہ محسنِ اسلام ہیں، اور سر پرستِ رسالت ہیں، ابوالائمہؑ ہیں گویا امامت کے حضرت آدمؑ ہیں، بڑی عظمتیں ہیں، تصوف میں جو صوفیاء کرام ہیں، وہ حضرت ابوطالبؑ کو خواجہ ابوطالبؑ کہتے ہیں، بڑا احترام کرتے ہیں، اس لئے کہ اگر ابوطالبؑ کا احترام نہ ہو، تو تصوف ختم ہو جاتا ہے، اس لئے کہ تصوف کے حقیقی معنی ہیں، کہ سادات کے مزاروں پر جا کر عرس کرنا، اُن پر نذر نیاز کرنا، جو بھی صوفی ہوگا، سید ہوگا، وہ نسلِ ابوطالبؑ میں ہوگا، تو اس لئے ابوطالبؑ کا احترام اس



فرقے میں بہت زیادہ ہے، اور جو عقیدت رکھتے ہیں، سرکارِ دو عالم سے، اور ان کو نور سمجھتے ہیں مسلمانوں میں، کہنے کو تو بہتر فرقے کہے جاتے ہیں، اور نکتی ہے میں سمجھتا ہوں، کہ یا تو بہتر ہو چکے، یا بہتر ہزار فرقے ہو چکے، اس لئے کہ غلوؤں غلوؤں میں نظریات کے اعتبار سے، لوگوں نے اپنے ذاتی مذہب بنائے ہیں، اپنی پسند کا اسلام بنا لیا ہے لوگوں نے، تو بہت سے فرقے ہو گئے ہیں، اب کس کے کیا عقائد ہیں، کہاں کوئی تلاش کرتا پھرے، اور مسلسل سوادِ مبینے سے یہ بات کہہ رہا تھا، کہ یہ امت مسلمہ جو ہے یہ مسلمان جھوٹ بہت بولتے ہیں، شدت سے جھوٹ لکھتے ہیں، اور جھوٹ پڑھتے ہیں، اخباروں میں، کتابوں میں، میڈیا پر، تمام مقامات پر جھوٹ ہی جھوٹ چل رہا ہے، اس پر زیادہ غور و خوض کرنے کی ضرورت نہیں ہے، بس یہ ہے کہ زندگی گزر جائے، انسان کی تلاش کرتے ہوئے، کہ اس جھوٹ میں کج کہاں کہاں ہے، ذکرِ حسینؑ اس لئے نعت ہے، کہ یہاں کج کی عادت پڑ جاتی ہے، کج کو کھٹنا، کج کو پڑھنا، کج کو بولنا، کج کی بات کرنا، عادت پڑ جاتی ہے، اور ان باتوں سے نوجوانوں کو، بچوں کو، بزرگوں کو، بے شمار پرچے آئے، کہ کوکب نورانیؑ ٹی وی پر کہہ رہے تھے، کہ امام حسینؑ مدینے سے نکلے، مکے آئے چھ مہینے رہے، یزید نے کچھ نہیں کہا، امام حسینؑ کو یہ تو کوئے کے شیعہ تھے، جنہوں نے خط لکھ کے بلایا امام حسینؑ کو، اور انہیں نے قتل کر دیا، ورنہ یزید کی امام حسینؑ سے دشمنی نہیں تھی، یہ پرانی باتیں ہیں، جو بات سب محفوظ ہیں، ان چیزوں کو آپؐ نظر انداز کر دیا کریں تو بہتر ہے، کیونکہ اس میں سچائی تو نہیں ہے، یہ سب بے کار ہے، جہاں عقل نہ ہو، سچائی نہ ہو، مطالعہ نہ ہو، علمی معلومات نہ ہوں، تو ان کی بات وزن نہیں رکھتی، ابھی ایک صاحب کا فون آیا، جو زیارت میں ہمارے ساتھ تھے، انہوں نے کہا کہ جنگ میں مضمون آیا ہے، ایک حدیث کے حوالے سے، کہ دجال سے



پہلے تیس دجال، اور آئیں گے، اور جنگ میں بائیس کے نام لکھے گئے ہیں، تو بارہویں نمبر پر مختار کا نام بھی ہے، کہ وہ بھی ایک دجال تھے، یہ کل کے جنگ اخبار میں چھپا ہے، تو یہ سب باتیں جو ہیں وہ قابل توجہ ہی نہیں ہیں، تو ان کے جوابات دیئے کا فائدہ کیا، مزا تو یہ ہے، کہ کوکب نورانی میاں کو یہاں لے کر تو آئیے، اور پھر ان سے کہئے، کہ جو آپ نے ٹی وی پر کہا ہے، وہ یہاں آ کر منبر پر کہئے، پھر اصل جواب لیجئے، اب دیکھئے آپ نے جھوٹ بول دیا، کہ عوام تو بے وقوف ہیں، اور جہاں یہ یقین ہو، کہ ہمارا جھوٹ کھل جائے گا، تو آدمی جھوٹ نہیں بولتا، وہ اس یقین کے ساتھ جھوٹ بولتا ہے، کہ یہ جھوٹ ہمارا قبول کر لیا جائے گا، اس لئے کہ معاشرہ ہی جھوٹوں کا ہے، ورنہ بات ذرائع ابلاغ پر آ کیسے جاتی ہے، ان کو یقین ہے، کہ یہ سب قبول کر لیں گے، عقلیں تو ان کے پاس ہیں نہیں، بھیڑ بکریاں ہیں، جانور ہیں، کیا ہیں، جو بھی یہ کہہ دیں، سب ٹھیک ہے، اب سامنے کی بات ہے، کہ پہلے تو آپ نے یہ بتا دی، کہ اکٹھ ہجری میں شیعہ تھے، پنجاب یونیورسٹی کا انسائیکلو پیڈیا یہ لکھ رہا ہے، کہ شیعہ مذہب بعد کر بلا بنا، اب وہ سچے ہیں، یا یہ سچے ہیں، اب اگر کوکب نورانی سچے ہیں، تو شیعہ مذہب پہلے سے تھا، شیعہ تھے تو تب ہی تو امام حسینؑ کو شیعوں نے قتل کیا، خط لکھ کے بلایا، اور مار ڈالا، اب کوکب صاحب یہ بتائیے، کہ وجہ کیا تھی مارنے کی۔ آیا شیعوں نے امام حسینؑ کو کس وجہ سے مارا، بھی کوئی وجہ نہیں ہے، کیا وجہ بلایا اور بلا کے مار ڈالا، آپ کے ذہن میں کوئی بات آرہی ہے، کہ شیعوں میں، اور امام حسینؑ میں لڑائی کیا تھی، ایک جھوٹ یہاں پر کھل گیا، یعنی لڑائی کی وجہ نہیں معلوم، کوفے میں سب شیعہ تھے، انہوں نے بلایا، اور راستے میں مار ڈالا، تو مدینے میں کون لوگ رہتے تھے، مکہ میں کون لوگ رہتے تھے، شام اور حجاز میں کون لوگ رہتے تھے، بصرے میں کون لوگ رہتے تھے، ان شہروں میں کون



سے مذاہب کے لوگ رہتے تھے، پوری مملکت اسلامی میں صرف کونے میں شیعہ رہتے تھے، اور سب کا مذہب کیا تھا، بتا کے دیکھیں تو میں جانوں، اگر کہہ دیں، کہ جماعت والے تھے، کوئی تو نام لیں گے، تو پھر یہ سوال پیدا ہوگا، کہ شیعہ تو تھوڑے سے تھے، کون والے آپ تھے زیادہ، تو پھر آپ نے بچایا کیوں نہیں، تو اگر بروقت نہیں پہنچ سکے، تو بعد میں جن لوگوں نے امام حسینؑ کو قتل کیا تھا، انہیں قتل کر دیتے، کہ کیوں مارا تم نے امام حسینؑ کو، ہم تمہیں نہیں چھوڑیں گے، تو اُن شیعوں کو چھوڑا کیوں، تو وہ کون تھے، بھی کون تھے وہ لوگ جنہوں نے امام حسینؑ کو قتل کیا، کسی کا نام حرمہ تھا، کسی کا نام شیط ابن ربیع تھا، کسی کا حصین بن نمیر تھا، کسی کا نام حجاج تھا، کسی کا نام شمر تھا، کسی کا نام عمر ابن سعد تھا، کسی کا نام طفیل ابن بنسہ تھا، یہ سارے نام اٹھا کر دیکھ لیجئے شیعوں کے، یہاں یہ نام ہی نہیں ہوتے، بھی قسم کھا کر بتائیں، شیعوں میں صدام نام رکھا جاتا ہے، اُسامہ نام رکھا جاتا ہے، عمر سعد نام رکھا جاتا ہے، یہ سب نام نہیں رکھے جاتے شیعوں میں، تو یہ سب لوگ تھے کون، شیعوں نے امام حسینؑ کو قتل کر دیا، مختار نے قاتلان حسینؑ کو پکڑ کے قتل کر دیا، تو اب مختار سے خوش ہو جائیں، کہ مختار شیعوں کو قتل کر رہا تھا، تو اب مختار سے کیوں ناراض ہیں، مختار کو دجال کیوں کہہ رہے ہیں، کوئی ایسی تکلیف مختار نے پہنچائی ہے، تو اب کہہ دوں کہ جن کی آپ پرورش کر رہے تھے، انہوں نے حسینؑ کو قتل کیا، اور وہ قاتل سقیفہ سے پرورش پا رہے تھے، آپ کیا جانیں دین اسلام کیا ہے، آپ نے جدید اسلام لیا ہوا ہے، یعنی جس دور میں جیسے اسلام کا نمونہ رائج ہوا، ویسا اسلام قبول کر لیا، یعنی تمہارے اسلام کے نمونے بنے ہوئے رکھے ہیں، یہاں چودہ صدیاں گزر گئیں، وہی اسلام چل رہا ہے، جو ابوطالب نے دیا تھا، وہی اسلام جس پہ اپنے بیٹوں کو پالا، اب کہہ دوں عظیم جملہ، جس اسلام پر ابوطالبؑ نے محمدؐ کو پالا، کوئی تاریخ کا ایک



جملہ دکھائیے، ابوطالب کے کسی بیٹے کے بارے میں، میں نے جعفر طیار پر کتاب لکھی ہے، اور یہ میری پہلی کتاب ہے، جو کہ اردو، فارسی اور عربی میں چھپی ہے، مسلمان علی سے ناراض ہیں، کچھ مجھے نہیں معلوم کس مسئلے پر ابوطالب سے ناراض ہیں، کچھ عقل سے ناراض ہیں، کچھ حضور سے ناراض ہیں، واحد شخصیت ابوطالب کے گھر میں جعفر ہیں، جن سے ناراضگی کی کوئی وجہ مجھے نہ ملی، یہ بات حیرت انگیز ہے، ایسی ہے جعفر کی شخصیت، کہ ایک بھی حدیث ابو ہریرہ نقلی نہ بنا سکے، ایک بھی نہیں ملی، بہت ڈھونڈا جعفر کے متعلق، کہ کوئی اختلافی حدیث مل جائے، نہیں ملی کیوں نہیں ملی، اس لئے نہیں ملی، کہ جعفر نے مڑ کر کسی کی طرف دیکھا ہی نہیں، سب اسلام لاتے رہے، لاتے رہے، لاتے رہے، پہلا دن تھا، جب ابوطالب نے جعفر سے کہا تھا، جاؤ نماز پڑھ رہے ہیں محمدؐ، تو تم بھی وہی کرو جو تمہارا بھائی علیؑ کر رہا ہے، وہ دن پھر جعفر کی کوئی نماز قضا نہیں ہوئی۔ اب منزل وہ آئی، کہ جب کعبے میں سجدے ہوتے تھے، تو کافر چاروں طرف سے گھیر لیتے، اور سجدہ نہیں کرنے دیتے تھے، اپنی ٹھوکروں، اور نیزوں سے اتا مارتے تھے، کہ نماز نہیں پڑھنے دیتے تھے، جعفرؑ نے رسول اللہ سے کہا، یا رسول اللہ یہ ہمیں نماز نہیں پڑھنے دیتے، یہ کافر ہمیں نماز نہیں پڑھنے دیتے، جواب سنیں کہا جعفرؑ اللہ نے اتنی وسیع زمین بنائی ہے، کہ ساری زمین سجدہ گاہ ہے، اگر ایک جگہ روکا جائے تو دوسری جگہ چلے جاؤ، اب سمجھ میں آیا کہ یہ ہجرت کیوں ہوتی ہے، حسینؑ نے بتایا، کہ ہجرت سجدوں کے لئے ہوتی ہے، اگر حسینؑ کو مدینے میں سجدہ کرنے دیا جاتا، تو حسینؑ مکتے نہ جاتے، اور مکتے میں سجدے سے نہ روکا جاتا، تو کربلا نہ جاتے، اور کربلا میں جا کے کہا، یہاں کون سجدے سے روکے گا، میں قیامت تک سجدے میں ہوں، ہجرت اور سجدہ، کہا جعفرؑ چھوڑ دو اس سر زمین کو، اگر یہ تمہیں سجدے سے روک رہے ہیں، کہا میں نماز نہیں



چھوڑ سکتا، کہا وطن تو چھوڑ سکتے ہو، چھوڑ دو چلے جاؤ، جعفرؑ تم بھی جاؤ، اور مظلوم مسلمانوں کو بھی لے جاؤ بیس سال کی عمر ہے، بعثت کا ساتواں سال ہے، ابھی نبوت گھنٹوں پر چل رہی ہے، چھوٹی سی ہے، ابتدا ہے شباب نہیں آیا، ابھی تو ابوطالبؑ پال رہے ہیں، اسلام کو ابھی پالنے میں ہے، اسلام، ارے بھائی جو رسولؐ کو پالے امام کو پالے، اُس نے کیا کیا، پالا جب محمدؐ کو پالا، تو محمدؐ کے سینے میں قرآن تھا، تو قرآن کو کبھی پالا، پورا دین بچے کی طرح ابوطالبؑ کی گود میں پلا، بزرگ ایسا تھا، کہ اسلام میں شفقتیں دے گیا، کہ اب تک اسلام میں شفقتیں بھری ہیں، جبکہ لوگ شفقت کو مٹا کر دہشت گردی کا مذہب بنانا چاہتے ہیں، فاطمہ بنت اسدؑ کی ممتا ہے اسلام میں، پیار ہے اسلام میں، آپ اسے جبر کا دین مت بنائیں، سختیوں کا دین مت بنائیں، یہ عدل کا دین ہے، نہ کہ ظلم کا دین ہے، ابوطالبؑ نے کسی پر بھی ظلم نہیں کیا، عدل کے ساتھ مکے میں رہے، نبیؐ کو پالا، اور ابوطالبؑ کے سائے میں اسلام پروان چڑھتا رہا، ساتواں برس ہے، اور جعفرؑ سے کہہ رہے ہیں، تم بھی جاؤ، اور جتنے لوگ نمازی ہیں، عورت، بچے، مرد، جو جانا چاہیں، پچاسی آدمی جعفرؑ کے ساتھ جانے کو تیار ہو گئے، کہا نکل جاؤ مکے سے، کہا دیکھو جعفرؑ اب ان سب کے سر پرست تم ہو، ابوطالبؑ کا بیس برس کا بیٹا، اور پچاسی آدمی، اس میں بڑے بڑے نام آتے ہیں، یہ پہلی ہجرت ہے، یہ مدینے ہجرت سے پہلے اسلام کی ہجرت ہے، ملک حبش کی طرف دریائے راستے سے، یمن سے ہوتے ہوئے، کشتیوں کے ذریعے، جعفرؑ سب کو لے کر نکل گئے، ادھر جعفرؑ چلے، ادھر ابوطالبؑ نے ایک نیا قصیدہ کہا، قصیدے کا عنوان تھا، حبش کے بادشاہ نجاشی کے نام، اور اُس میں لکھا، دیکھئے میں بچوں کو سمجھا دوں، کہ اس زمانے میں قصیدے کا کیا مطلب تھا، قصیدے کا مطلب تھا، روزنامہ اخبار، رسالہ، ٹی وی، ریڈیو، ذرائع ابلاغ، ادھر زبان



سے نکلا، گلی گلی کے بچے کو یاد ہو گیا، ایک دوسرے سے سنا، ایک ملک سے دوسرے، دوسرے سے تیسرے، چوتھے ملک میں، ہفتے بھر میں قصیدہ پہنچ جاتا تھا، اور لوگ پڑھ کر سمجھ جاتے تھے، پیغام کیا دیا گیا، جب اخبار نہیں ہوتے تھے، یہی طریقہ رائج تھا۔

قصیدہ رائج ہوتا تھا، دور دور سے لوگ قصیدہ لاتے تھے، اور کعبے میں لٹکا دیتے تھے، لوگ اس کو رائج کرتے تھے، وہ لوگوں کو زبانی یاد ہو جاتا تھا، اس میں جو باتیں ہوتیں، اسی پر عمل درآمد ہوتا تھا، نجاشی کے نام ابوطالب کا پیغام تھا کہ ہم نے اپنے بیٹے جعفر کو بھیجا ہے، حبش کی طرف جانے میرے بیٹے سے نجاشی نے کیا سلوک کیا، بات پہنچ گئی، امیر عرب، رئیس عرب، رئیس بلطحا، نے قصیدہ کہا نجاشی کے لئے، پوچھ رہے ہیں، عرب کا بادشاہ مجھ سے پوچھ رہا ہے، کہ میرا بیٹا تیری طرف آیا ہے، تو میرے بیٹے کے ساتھ تو نے کیا سلوک کیا، تو اب وہ کیا سلوک کرے گا، نجاشی شاہ حبش خوشی سے سرشار ہو گیا، کہ اُن کے لب پر میرا نام آیا، عیسائی تھا بادشاہ، کس کے خاندان میں سے تھا، حضرت بلقیس کے خاندان میں سے تھا، ملک سبا کی ملکہ جن کی شادی حضرت سلیمان سے ہوئی، ان کے خاندان سے تھا، سلطنت بہت دن سے جاری تھی، حبش کا وہ علاقہ جسے یوگنڈا وغیرہ کہتے ہیں، پورے افریقہ میں اسلام پھیل چکا، کس کی وجہ سے، ابوطالب کے بیٹے جعفر کی وجہ سے، کالے افریقن کلمہ پڑھ کے مسلمان ہوئے، کس کی وجہ سے، ابوطالب کی وجہ سے، بیٹا ایسا پالا، کہ اسلام وہاں پھیل گیا، براعظم افریقہ تک، اس میں کوئی شریک نہیں ہے، کہتے رہے بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

دشت تو دشت دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے

بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

ظلمات کہتے ہیں اندھروں کو، تو آپ کے گھوڑے اندھروں میں دوڑے ہیں،



ابوطالب کے گھوڑے روشنیوں میں دوڑے ہیں، اب بھی نہیں سمجھے، ارے اندھیروں کا اسلام اور ہے، روشنیوں کا اسلام اور ہے، وَالْعَدِیَّتِ صَبْحًا ۝ فَالْمُورِیَّتِ قَدْحًا ۝ فَالْمُغِیْرَتِ صَبْحًا ۝ صبح کے دوڑتے ہوئے گھوڑوں کی قسم، صبح کا اسلام اور ہے، رات کا اسلام اور ہے، روشنی کا اسلام اور ہے، اندھیروں کا اسلام اور ہے، یہاں آفتاب طلوع ہوتا ہے، تو اسلام کا بھی آفتاب طلوع ہوتا ہے۔ ابوطالبؑ کا حسین ترین بیٹا، لامباقد، چوڑا سینہ، خوبصورت چہرہ، سفید لباس، کمر میں پٹکا بندھا ہوا، عمامہ سفید، قبائلی، عمامے سے زلفیں بل کھاتی ہوئی کاندھے تک آتی ہوئیں، چلتے ہیں تو لگتا ہے، نگاہیں اٹھتیں ہیں، اور گرتی ہیں، لوگ دیکھتے ہیں تو حیران ہو جاتے ہیں، ابو ہریرہ نے اور عبداللہ ابن عمرؓ نے جعفرؓ کی شان میں حدیثیں بیان کی ہیں، صحیح بخاری و صحیح مسلم نے، ترمذی نے لکھا کہ رسول اللہؐ سے اتنا مشابہ تھے، کہ مدینے کے بازار میں، اگر جعفرؓ سودا خرید رہے ہوتے، تو پیچھے سے لوگ دیکھتے، قریب آتے کہ رسولؐ کھڑے ہیں، تو سلام کرتے کہ السلام علیک یا رسول اللہؐ، پلٹ کے کہتے، کہ میں رسولؐ نہیں ہوں، میں جعفرؓ ہوں، عبداللہ ابن عمرؓ نے روایت کی ہے مسلم میں، اور بخاری میں، کہ ہم نے دو چیزوں میں جعفرؓ سے افضل پورے عرب میں کسی کو نہیں دیکھا، دیکھئے امریکہ اور یورپ میں کالجوں اسکولوں، اور یونیورسٹیوں میں یہ طریقہ رائج ہے، کہ پورے سال کا ایک ریکارڈ بنتا ہے، کہ پروفیسروں اور لیکچراروں کا، کہ پورے سال جو یہ رہے، تو ان کا لباس کیا تھا، یعنی لباس کیسا پہنتے ہیں، رنگ بھی دیکھا جاتا ہے، اور پھر دیکھا جاتا ہے، کہ کس طرح پہنا ہوا ہے، تب نمبر دیئے جاتے ہیں، سال بھر کے بعد اعلان ہوتا ہے، بہترین لباس پہننے والے کو انعام ملتا ہے، اب پاکستان میں بھی تھوڑا تھوڑا رائج ہو رہا ہے۔ یہاں ہر چیز فیشن بن جاتی ہے، اُس کا نام ماڈلنگ ہو گیا،



دو کاندھوں پر پورے کپڑے دے دیئے، کہ تصویریں کھنچواؤ، کپڑے واپس لے لئے، پھر ننگے گھرواپس آ گئے، خوب تصویریں چھپ گئیں، یہ کپڑے آپ کے ہیں، کہا ہاں تھوڑی دیر کے لئے ملے تھے، لکھا تمام حدیث کی کتابوں میں، بہ اعتبار جامعہ زمینی، جب لباس پہن کر جعفرؑ آتے، تو جعفرؑ سے بہتر عرب میں کسی کے جسم پر لباس نہیں، چچا، یہ چودہ سو برس پرانی باتیں ہیں، دوسری حدیث شہسواری سے متعلق ہے، یہ بھی ایک فن تھا، اب وہ فن تبدیل ہو گیا ہے، گاڑیوں میں، اب کار ہے، پرانی یا نئی، اس کو اپنی سیٹ پر بیٹھنا آتا ہے، یا نہیں جس وقت وہ چلا رہا ہوتا ہے، تو اُس کے بھی نمبر ہوتے ہیں، کہ یہ سیٹ پر اچھا بھی لگ رہا ہے، یا نہیں، یا سامنے والا دیکھ رہا ہے، کہ آدمی نظر ہی نہیں آ رہا ہے، صرف سر ہی نظر آ رہا ہے، یا ایسے بیٹھے ہوئے ہیں، کہ صرف پیچھے ہی کو جا رہے ہیں، بھائی اس میں بھی نمبر لگ ہے، یعنی جو آپ سواری استعمال کر رہے ہیں اُس سواری پر آپ اچھے بھی لگ رہے ہیں یا نہیں، لوگ سواریاں تو ایک سے ایک لے لیتے ہیں، یہ انہیں پتہ نہیں، کہ ہم اس سواری کے لائق ہیں یا نہیں، اس معاملے میں صرف بنی ہاشم مشہور تھے، ان کی سواریاں بھی مشہور تھیں، اور ان کا بیٹھنا بھی مشہور تھا، تاریخ نے محفوظ کیا، کہ علیؑ جب مرتجز پر بیٹھتے تھے تو شان ظاہر ہوتی تھی، حسینؑ جب ذوالجناح پر بیٹھتے تھے تو جاہ و حشم ظاہر ہوتا تھا، علی اکبرؑ جب عقاب پر بیٹھتے، تو لگتا تھا گھوڑے پر رسول اللہؐ آ گئے، اگر پڑھنا ہے، تو میرا نیس کو پڑھو، یعنی گھوڑا نخر سے خود کہے کہ

ناز اس پہ ہے کہ بار امامت اُٹھائے ہوں

غدر بڑھ جاتا تھا رہواروں کا، کہ ہماری پشت پر کون ہے، تو لکھا مورخین نے سواری پہ نشست کے اعتبار سے، جعفرؑ سے بہتر جوان عرب میں نظر نہیں آیا، اب آپ پوچھیں گے، کتنے بہادر تھے، تو اب اس کا اندازہ کرنے کے لئے، قدرت نے ان کی

شجاعت کے آثار رکھ دیئے، ترکی کے استنبول میوزیم میں جائے، تو تلوار رکھی ہے جعفر طیار کی، ڈھائی گز کی تلوار تو لوگ کہتے تھے، اٹھاتے کیسے ہونگے، تو جب اتنی لمبی چوڑی تلوار، تو اٹھانے والا کیسا ہوگا، اور ایسی بڑی جعفر کی شمشیر کے پاس، ایک حضرت کی چھوٹی سی چھری بھی رکھی ہے، یہ ہیں جعفر ابوطالبؑ کے بیٹے، شجاع بیٹا بہادر بیٹا، قصیدہ لکھا ابوطالبؑ نے، کہ کیا سلوک کیا نجاشی نے میرے بیٹے کے ساتھ، اب آزمائش ہے، نجاشی کے لئے اس لئے کہ نجاشی حضرت عیسیٰؑ کو مانتا ہے، اور پورا ملک عیسائی لیکن صبح سویرے جوانی کے عالم میں، باغات و جنگلات میں، نکل جاتا ہے، بڑے خوبصورت باغات، اور جنگلات وہاں ہوتے ہیں، دنیا کے بہترین پرندے وہاں پائے جاتے ہیں، یہ سب آپ کو معلوم ہونا چاہیے، ایک ایک پھول کو پکڑ کے کہتا ہے، تیرا بنانے والا بہت بڑا صنّاع ہے، میں تلاش میں ہوں، کہ تو کہاں ہے، اور میں ایک دن، تجھے ڈھونڈ کر رہوں گا، گویا تو حید کی تلاش میں تھا، اب ابوطالبؑ کا قصیدہ، جانے نجاشی نے میرے بیٹے کے ساتھ کیا سلوک کیا، جب ابوطالبؑ کا قصیدہ پہنچا تو نجاشی پر تو حید کا ایک راستہ کھل رہا ہے، اور ابوطالبؑ کے قصیدے کو سمجھ رہا ہے، ادھر سے پچاسی آدمی لے کر جعفر حبش پہنچے، اور پیچھے سے کافروں نے عمرو عاص، اور ولید وغیرہ کو بھیجا، کہ سب کو گرفتار کر کے لے آؤ، اور بادشاہ نجاشی سے کہو، کہ یہ ہمارے بھاگے ہوئے، لوگ ہیں ان کو واپس کر دو۔ دربار میں یہ لوگ پہنچ گئے، اور نجاشی سے شکایت کی، کہ یہ سب مکے کے بھگوڑے ہیں، اور انہوں نے ہمارے ساتھ بے ایمانی کی ہے، بے وفائی کی ہے، غداری کی ہے، ان کو ہمارے حوالے کر دو، ہم ان کو سزا دیں گے۔ اب نجاشی ہے اور یہ لوگ ہیں، کسی کے نمائندے بنے ہوئے پہنچے ہیں، ایسے میں نجاشی کو پتہ چلا، کہ مکے سے ایک دم ہمارے ملک میں، اتنے لوگ آ گئے ہیں، کہا سب کو دربار میں بلاؤ،



سب کو بلایا گیا، سب سے آگے جعفر تھے، جعفر نے سب کی نمائندگی کی، گفتگو ہوئی، کہا کہ ہم اپنے نبی کے حکم پر چلتے ہیں، ہمارے نبی کا یہ نام ہے، اُس پر کتاب نازل ہوئی، ہم سب، پورا عرب گمنامی اور گمراہی میں پڑا ہوا تھا، شرابیں پیتے تھے، بچوں کو زندہ گاڑ دیتے تھے، نکاح نہیں کرتے تھے، آپس میں جنگ و جدال کرتے تھے، اُس نبی نے آکر ان سارے لوگوں کو مسلمان کیا، کلمہ پڑھایا، سچ بولنا سکھایا، برائی سے دور کیا، یہ پورا خطبہ ہے، بڑا طویل خطبہ ہے، جو کہ نجاشی کے سامنے جعفر نے پڑھا ہے، اور اُس کے بعد نجاشی کا دربارِ رخاست ہو گیا، اب کافروں کے نمائندوں نے سازش یہ کی، کہ جو آج کل کی سیاست ہے، جو کانا پھوسی ہوتی ہے، جھک کے کان میں بھرا جاتا ہے، انہوں نے کہا، کہ ان سے پوچھو، کہ حضرت عیسیٰ کے بارے میں ان کا عقیدہ کیا ہے، اب کافروں کو تو پتہ تھا، کہ تثلیث کا مذہب ہے عیسائی، خدا روح القدس اور مریم میں ہے، تینوں ملیں تو خدا بنتا ہے، اور اسلام کہہ رہا ہے خدا ایک ہے، عیسیٰ خدا کے بندے ہیں، جب جعفر جواب دیں گے، تو معاملہ اور ہو جائے گا، بادشاہ سے اختلاف ہوگا، بادشاہ کا مزاج بگڑے گا، بحث ہو جائے گی، مناظرہ ہو جائے گا، پھر ان میں لڑائی ہوگی، ہم کامیاب ہو جائیں گے، جعفر کو مزاد لوادیں گے، انہیں قتل کروادیں گے، یا گرفتار کر لیں گے، مسئلہ عقیدے کا ہے، عقیدے پہ لڑوادو، حضرت ام سلمہؓ بھی اس قافلے میں ہیں، اور ابھی رسول اللہ سے شادی نہیں ہوئی ہے، ان کی وہ کہتی ہیں رات بھر ہم لوگ سوئے نہیں، کہ یہ مسئلہ ایسا ہے، کہ صبح ہم لوگوں کا حشر کیا ہوگا، ہم لوگ یہاں سے نکالے جائیں گے، کافروں کے ہاتھ لگیں گے، اور ہم کہیں کے نہ رہیں گے، لیکن صبح کو کپڑے بدل کر تیار ہو کر، جعفرؓ دربار میں سب کو لے کر پہنچے، تو جعفرؓ کی، داخلے کی، دربار میں شان یہ تھی، کہ پورے دربار کے حبشی اٹھ کے کھڑے ہو گئے، انہوں نے



حسن کہاں دیکھا تھا، جیسی تھے نا، تخت پر نجاشی تھا، سامنے سارے مشیر تھے، عمر عاص نے جھک کر پھر کہا، جعفرؓ کے لئے، کہا ان سے پوچھیں یہ حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں کیا کہتے ہیں، تو وہ خطبہ جعفر طیارؓ کا جو میں نے اپنی کتاب میں لکھا، تو فصاحت خاندان بنی ہاشم پر، بلاغت ابوطالبؓ پر، میں جھومنے لگتا ہوں، نجاشی نے سوال کیا، جعفرؓ پہلے یہ بتاؤ کہ تم عیسیٰؑ مسیح کے بارے میں کیا کہتے ہو، اور تمہارے دین اسلام کا کیا عقیدہ ہے، عیسیٰؑ کے بارے میں، اُمّ سلمیٰؓ کہتی ہیں، کہ ہم سب خوف زدہ تھے، کہ اب کیا ہوگا، اور اس کے بعد کیا ہوگا، آپ اس کا نفسیاتی طور پر تصور نہیں کر سکتے، اُس جگہ پر جا کر دیکھیں، کیا آفت مچی ہوئی ہے، کہ جہاں مسلمانوں کو خطرات ہیں، پھر محسوس کیجئے، اور اُس لمحے سے جو بچا لائے، مسلمانوں کو یہ بچا سی مسلمان نہیں ہیں، بلکہ بچا سی ملک ہیں، جو جعفرؓ کے ساتھ ہیں، اور قیامت تک سارے اسلامی ملکوں کے مسلمانوں کو ابوطالبؓ کا بیٹا ابھی بچائے گا، یہ آسان سی بات نہیں ہے، اسلام کی ابتدا چھوٹی سی نظر آتی ہے، آج کہاں تک ہے اسلام، یہ جعفرؓ کا پھیلایا ہوا اسلام کہاں تک ہے، پورے یمن سے لے کر افریقہ تک، یہ سب جعفرؓ کے قدم کی برکت ہے، جعفرؓ نے کہا نجاشی سن لے، کہ ہم عیسیٰؑ کے بارے میں کیا کہتے ہیں، اللہ اکبر عیسیٰؑ اللہ کا ایک کلمہ تھے، قرآن میں یہی ہے، کہ ہم اُسے اپنا کلمہ بنادیں گے، اور اللہ نے اُس کلمہ کو کنواری مریمؑ پر القا کیا تھا، اس طرح کوئی عیسیٰؑ نبی کی ولادت سنادے، یعنی القا کیا تھا، عیسیٰؑ مریمؑ پر وحی بن کے آئے تھے، اسی لیے روح اللہ کہتے ہیں، ایک بار کہا قرآن میں سے عیسیٰؑ اور مریمؑ کے بارے میں کچھ سناؤ، تو عیسیٰؑ اور مریمؑ کے بارے میں سورہ مریمؑ نہ آتا تو آج کیا ہوتا، انیسواں سورہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کہہ کے جعفرؓ نے حروف مقطعات پڑھنا شروع کئے کھیا عَصَ، جیسے جیسے تلاوت کرتے جاتے، نجاشی روتا جاتا تھا، آنسو بہتے جاتے تھے،



پورا دربار دربار تھا، اور جب سورے کی تلاوت رُکی، تو ایک بار نجاشی تخت سے اتر، اور تخت کے سامنے ایک تنکا پڑا تھا، اُس تنکے کو اُٹھایا، اور دربار سے مخاطب ہوا، کہا سنو اے میری قوم کے تمام عیسائیو! جو کچھ جعفرؑ نے کہا، بیعتی کے بارے میں، اور جو کچھ انجیل میں ہے، دونوں میں اس تنکے کے برابر فرق نہیں ہے، اللہ اکبر، اب یہ ایک راز ہے کہ سورہ مریمؑ کو نجاشی سن کر دیا کیوں، اس لئے کہ اس سورے میں کربلا کا واقعہ بیان ہوا ہے، اُس میں چونکہ تاثیر ہے، کربلا کی ”ک“ سے کربلا ”ھ“ سے شہادتِ حسینؑ ”ی“ سے یزیدؑ ”ع“ سے عطشِ حسینؑ ”ص“ سے صبرِ حسینؑ، اُس میں چونکہ تاثیر ہے، کربلا کی، سورہ مریمؑ میں، اس لئے نجاشی رونے لگا، اب یہ راز ہیں، رازوں پہ میں تقریریں رمضان میں کرتا ہوں، اس وقت موقع نہیں، اک بار حکم دیا، نجاشی نے جاؤ، ان کے لئے کالونیاں بنا دو، مکانات بنا دو، یہ یہیں رہیں گے، اور جب تک چاہے رہیں، یہ یہاں سے نکالے نہیں جائیں گے، یہ سننا تھا، کہ سب آپس میں گلے ملنے لگے، مکانات بنے، ان نئے مکانوں میں مسلمان آئے، چودہ برس نجاشی کے ملک میں مسلمان رہے، یہیں چودہ برسوں میں مسلمانوں کی نسلیں بڑھیں، جعفرؑ کے یہاں پہلا بیٹا پیدا ہوا حبش میں، نام رکھا عبد اللہ، دوسرا بیٹا پیدا ہوا نام رکھا عون، تیسرا بیٹا پیدا ہوا نام رکھا حمزہ، جب نجاشی کے یہاں پہلا بیٹا پیدا ہوا، تو جعفرؑ نے پوچھا، تم نے کیا نام رکھا، کہا حمزہ، بچے ہوئے پھر بڑے ہوئے، چودہ برس کے بعد جعفرؑ نے نجاشی سے کہا، ہم اپنے وطن واپس جانا چاہتے ہیں، یہ دوسری ہجرت ہے، مکے سے حبش اور حبش سے مدینے، اس لئے جعفرؑ کو کہتے ہیں، کہ جعفرؑ وہ ہیں جنہوں نے دونیزوں سے لڑائی کی، دو کھواروں سے جہاد کیا، جنہوں نے دو جہاد کئے، جنہوں نے دو ہجرتیں کیں، جنہوں نے دو جگہ نماز پڑھی، جعفرؑ وہ ہیں جنہوں نے دو قبلوں کے سامنے نماز پڑھی، اور جعفرؑ وہ ہیں



جن کے عدد بھی دو ہیں، جعفر کے معنی ہیں جنت میں ایک نہر، جس کا پانی شہد سے زیادہ شیریں، جیسے سلسبیل، جیسے کوثر، ویسے ہی نہر جعفر ہے، جعفر ابوطالب کا بھلا بیٹا، تیسرا بیٹا، طالب، پھر عقیل، جعفر، چودہ برس کے بعد کہا، ہم جانا چاہتے ہیں، کہا تیاری سے جاییے نجاشی نے، نبی کے لئے تحائف میں چادریں دیں، زریں دیں، نیزے دیئے، افریقہ میں نیزے آتے تھے، ہندوستان سے نیزہ خطی اور نیزہ ہندی کہتے ہیں، چونکہ بانس سوائے ہندوستان کے، اور کہیں نہیں ہوتا تھا، اور ویسا بانس کہ جس کا آپ نیزہ بنائیں، یا علم بنائیں، وہ بانس ہر جگہ پیدا نہیں ہوتا، جہاں پانی کا بہاؤ نہیں ہوگا، بانس کبھی آگے نہیں بڑھے گا، یہ دیکھئے، زاہد نقوی صاحب بیٹھے ہیں یہ ہمارے گاؤں مصطفیٰ آباد کے ہیں، مصطفیٰ آباد میں ان کے باغ میں ایک طرف بانس کے درخت لگے ہوئے تھے، ان کا بہت بڑا باغ تھا، اس میں لیموں، امرود بھی تھے، آم بھی تھے، آملہ بھی تھا، تقریباً ہر پھل آپ کو اس باغ میں مل جائے گا، ہر فصل آپ کو مل جائے گی، شریف بھی تھا، کروندے بھی تھے، اور کیا سرسبز و شاداب باغ تھا، ایک طرف کنارے جہاں پانی کی نہر بہتی تھی، وہاں بانس کے درخت لگے ہوئے تھے، آپ کو پتہ ہے، یہ بانس کیوں لگائے گئے تھے، یعنی ان کو بانسوں کی کیا ضرورت، علم کے لئے لگے ہوئے تھے، جب چھڑ بڑی ہوتی تھی، تو وہ کاٹی جاتی تھی زمین پر رکھ کر لوہے کی کیلوں سے ڈوری سے باندھ کے سیدھی کی جاتی تھی، پھر تیل کی پالش ہوتی تھی تاکہ علم سجائے جائیں، تو یہ نیزے ہندی، وہاں سے آتے تھے، عرب والے اس پر عاشق تھے، بانس کی ضرورت، بار بار پڑتی تھی، تو نجاشی نے کئی سو نیزے، کئی سو گھوڑے دیئے، اور کہا یہ حضور کی خدمت میں پیش کرتا، اور کہتا کہ اگر ہوسکا، تو ہم آپ کی خدمت میں ضرور آئیں گے، دیکھئے حضور کو کتنا یقین ہے، کہ دور کا صحابی کیسا ہوتا ہے، تو جب نجاشی کی



موت کی خبر آئی، تو حضورؐ کو بہت دکھ ہوا، اور حضورؐ نے اُس کے جنازے کی نماز پڑھی چونکہ جبریلؑ نے جنازے کو سامنے رکھا، تو نبیؐ نے پڑھی، اوروں کو دکھائی نہیں دیا، جنازہ نجاشی کا، لہذا وہاں سے مسلمانوں نے نماز غائبانہ پکڑ لی۔ آج بڑی تیاری سے آپؐ نوں تقریر سننے آئے ہیں، میں سمجھ رہا ہوں، کل کی تقریر دوپہر کی ہوگی۔

جعفرؑ چلے مدینے پہنچے، مدینے میں آئے، تو مدینے میں سنا تھا پوچھا، کیا بات ہے کیا حضورؐ مدینے میں نہیں ہیں، پورا مدینہ لشکر بن کر نبیؐ کے ساتھ گیا ہے، کہا کہاں لڑائی ہے، کہا خیبر کی لڑائی ہو رہی ہے، تو جعفرؑ گھوڑے سے نہ اترے، کہا جس شہر میں محمدؐ نہ ہوں، ہمیں وہ شہر اچھا نہیں لگتا، پورے کارواں کا رخ موڑ دیا، کہا وہیں چلیں گے، جہاں محمدؐ ہیں، جہاں نبیؐ ہیں، اور یہاں خیبر میں منزل وہ تھی، علیؑ حارث کو، عمنتر کو مرحب کو، یاسر کو، سب کے سرکاٹ کے در خیبر کو بل بنا کے فوج کو قلعے میں اتار کے، لڑائی فتح کر کے، ذوالفقار ہاتھ میں لئے ہوئے، لہو پیکتا ہوا بقول استاد قمر جلالوی کے

مرحب کا قتل بھی کوئی خیبر میں قتل تھا

پھینکا تھا ذوالفقار کا صدقہ اتار کے

اور آمد آمد تھی علیؑ کی، اور نبیؐ خیبر کے در پر، علیؑ کے انتظار میں، کہ فاتح خیبر آ رہا ہے، اتنی دیر میں کسی غلام نے بڑھ کر نبیؐ سے کہا، جعفرؑ ابن ابی طالب آ رہے ہیں، ادھر سے کسی نے کہا، جعفرؑ آ رہے ہیں، ادھر سے کسی نے کہا، حیدرؑ آ رہے ہیں، توجہ کیجئے گا، میں فضائل کی کسی منزل تک لا رہا ہوں۔ یہ کوئی آسان نہیں ہے، سات ہجری میں خیبر کا فتح کرنا، یہی تو سب سے بڑا مسلمانوں کے لئے خطرہ تھا، اور اس جنگ کو علیؑ نے فتح کیا ہے، اب یہاں پر ایک ہی طرف توجہ ہے، مشکل ترین خبر ہے، کتنی مشکل منزل ہے، کہ سب کا دھیان علیؑ کی طرف ہے، اور ایسے میں خبر نبیؐ تک آئے، کہ جعفرؑ آ رہے ہیں، تو



خبر حیدر کی پہلے پائی، ادھر پوچھتے، کہ کہاں ہیں علی، لیکن ادھر مڑے، کہ کہاں تک پہنچے جعفرؑ، یہ آسان منزل نہیں ہے، اور اس منزل سے میں آپ کو آسانی سے گزاروں گا، اور صحیح بخاری اور مسلم کی ایک حدیث پڑھوں گا، اس موقعہ کی، جو کہ سنی شیعہ سب نے متفق ہو کر لکھی ہے رسول اللہؐ نے کہا کہاں تک پہنچے ہیں جعفرؑ، کسی نے کہا بس آیا چاہتے ہیں، ایک بار حضورؐ نے کہا، کہ اس سے پہلے کہ جعفرؑ آئیں، ہم آگے بڑھ کر استقبال کرتے ہیں، چودہ برس کا بچہڑا بھائی، اب یہ بتاؤ، کہ یہ محبت کس رشتے سے ہے، میں بیچ میں ابوطالبؑ، میں یا نہیں، نبیؐ آگے بڑھے، آواز دی جعفرؑ کو دیکھ کر، جعفرؑ گھوڑے سے نہیں اترنا، جام فرس کو تھاما، لئے ہوئے خیمے تک آئے، چودہ برس کا بچہڑا بھائی گلے سے جعفرؑ کو لپٹا لیا، خوشی کے آنسو تھے، بہت روئے دونوں بھائی، بس جعفرؑ کو لپٹائے ہوئے تھے، کہ آمد ہوئی فاتح خیبر کی، ادھر جعفرؑ کے گلے میں ایک ہاتھ ڈالا تھا، دوسرا ہاتھ علیؑ کے گلے میں، ایک ہاتھ اس بھائی کے گلے میں، دوسرا ہاتھ دوسرے بھائی کے گلے میں، تاریخ نے لکھا کہ نبیؐ نے کبھی جعفرؑ کو دیکھا، کبھی حیدرؑ کو دیکھا، آج جعفرؑ کی عمر کیا ہے، چونتیس برس، اور علیؑ کی عمر کیا ہے، چوبیس برس، ایک بھائی چوبیس کا، ایک بھائی چونتیس کا، حسن اپنے شباب پر ہے، جب چالیس میں نبوت آتی ہے، کامل تو جوانی چالیس میں ہوتی ہے، یہ ابھی چونتیس، اور چوبیس کے ہیں، تو شباب کا کیا عالم ہے، ایک ہاتھ جعفرؑ کے دوش پر، اور ایک ہاتھ علیؑ کے دوش پر، اور اب حدیث بیان ہوئی رسول اللہؐ نے فرمایا مجھے نہیں معلوم کہ آیا مجھے جعفرؑ کے آنے کی زیادہ خوشی ہوئی، یا علیؑ کے خیبر فتح کرنے کی خوشی زیادہ ہوئی ہے،“ جیلے میں دینے چاہ رہا ہوں، آج کے مسائل کیا ہیں، مسلمانوں سے کون الجھے ہوئے ہیں، دو قومیں عیسائی اور یہودی، ابوطالبؑ کے دو بیٹے، نبی فرط مسرت میں ہیں، ایک نے یہودیت کو، ایک نے



عیسائیت کو فتح کیا، ابوطالبؑ کے ایک بیٹے نے عیسائیوں کو کلمہ پڑھایا، اور ایک بیٹے نے یہودیوں کو کلمہ پڑھایا، وہی کلمہ تو چلا آ رہا ہے، ورنہ چودہ سو برس میں مسلمان ثابت کریں، کہ کتنے عیسائیوں کو کلمہ پڑھایا، کتنے یہودی مسلمان کئے، کاش اُس دور کا مصور مرانہ ہوتا، تو ہم اُس سے پوچھتے، کہ یہ بتا کہ خیبر کی فتح کے دن، محمدؐ کے خمین چہرے کے ساتھ، دو خوبصورت بازوؤں میں لئے ہوئے دو جوان اچھے لگ رہے تھے، یادو بڑھے اچھے لگتے ہیں، ابوطالبؑ ابوطالبؑ، اللہ اکبر۔

ایک جملہ آیا ہے، ابھی ابھی کہیں تو عرض کر دوں، ارے جتنوں نے کلمہ پڑھا، سب بڑھے تھے، جوان تو بنی ہاشم کے علاوہ تھے ہی نہیں، ایک جملہ اور آیا، نبیؐ پر وحی کر کے کہا، کہ جنت میں سارے بوڑھے جوان ہو کر جائیں گے، جنت میں کوئی بوڑھا نہیں جائے گا، یہ اس لئے رکھا، کہ اُمت کو سوائے اُن کے، کوئی جوان ہی نہیں ملا تھا۔ لافٹیٰ الٰہی، علیؑ نہیں ہے کوئی جوان، آٹھ ہجری جمادی الاول، مکہ میں جعفرؑ ساتھ، جعفرؑ کی زوجہ اسماء بنت عمیسؑ، کئی رشتے ہیں جعفرؑ سے نبیؐ کے، سگے چچا زاد بھائی، نبیؐ کی زوجہ میمونہ، حمزہؑ کی زوجہ سلمیٰ اور جعفرؑ کی زوجہ اسماء تینوں سگی بہنیں ہیں، کون کون حضورؐ کی زوجہ ام المومنین، حضرت میمونہ، جعفرؑ کی زوجہ اسماء بنت عمیسؑ، اور حمزہؑ کی زوجہ سلمیٰ بنت عمیسؑ، یہ تینوں سگی بہنیں، اور حمزہؑ کی بیٹی عمارہ، اسی عمرۃ القضاء میں حضورؐ کے ساتھ آئیں، اور جب فیصلہ ہوا، کہ کون پرورش کرے، تو حضورؐ نے فیصلہ کیا، جعفرؑ کے گھر میں اس بچی کی خالہ ہے، جعفرؑ کے گھر میں یہ بچی پرورش پائے گی، یعنی جہاں بھی فضیلت کا موقع آیا، جعفرؑ کو فضیلت ملی، اور جب جنگ موتہ چھڑی، جمادی الاول آٹھ ہجری میں لشکر تیار ہوا، کہ رومیوں سے لڑائی ہوگی، جب آپؐ اردن میں داخل ہو گئے، تو عمان دار الحکومت ہے اردن کا، اس سے ڈھائی گھنٹہ کے فاصلے پر عمان شہر آئے گا،



اور عمان شہر کے بعد ہم موتہ آئیں گے، اور موتہ سے اُس میدان سے ہوتے ہوئے، جہاں یہ لڑائی ہوئی، جب ہم آگے بڑھیں گے، تو سرائے مزار، ایک جگہ ہے، جہاں بہت عالیشان روضہ ہے، جو کہ جعفر طیار کا ہے، جس کو مرحوم شاہ حسین نے انتہائی عظیم الشان بنوایا، اور اتفاق سے جب میں نے کتاب لکھی، یہ بوہری حضرات، جو کہ ہماری مجلسوں میں آتے ہیں، ان کے قائد ہیں، ان کا بوہری جماعت خانہ ہے، انہوں نے بہت ہی اچھی طرح بنوائی، چاندی کی، اور اُس میں سونے کی آیات، اور تقریباً تین ہزار یا قوت سرخ جڑوائے، اور بہت ہی طویل ہے، یعنی بہت بڑی ہے، اُس طرح کی ہم نے زیارت یہاں کی تھی، چونکہ سفیر اردن آئے ہوئے تھے، یہاں کا گورنر بھی موجود تھا، تو میں نے وہ کتاب اُس دن سفیر اردن کو پیش کی تھی، کہ آپ طرح لے کر اردن جا رہے ہیں، اور یہ پہلی کتاب ہے، حضرت جعفر طیار پر، اسے وہاں روضے پر چڑھا دیجئے گا، سال نہیں گزرا، کہ میرا بلا وہ وہاں سے آ گیا، اور ہم لوگ عراق، شام ہوتے ہوئے، اردن پہنچے، ناصر رضا اور ان کے بچے، یہ سب ساتھ تھے، ایک تو اردن ملک ہی خوبصورت ہے، پُر فضا مقام ہے، اور جب اُن وادیوں سے گزر کر موتہ پہنچے، تو وہاں حکومت نے موتہ یونیورسٹی بڑی طویل یونیورسٹی تعمیر کروائی ہے، میدان میں اور درمیان میں ایک ستون ہے، اُس پر ایک سنگ مرمر کی لوح لگی ہے، اُس پہ تمام شہدائے موتہ کے نام، آٹھ ہجری میں جو لڑائی ہوئی، سب کے نام لکھے ہوئے ہیں، اور روضہ حضرت جعفر طیار کا سفید پتھروں سے تعمیر ہوا ہے۔ سیر یہاں چڑھ کے اندر جاتے ہیں، پھر ایک بہت بڑا صحن آتا ہے، کئی دالان آتے ہیں، اور جب اندر جاتے ہیں، تو ایک بہت بڑا فریم ہے، عربی میں اُس پر پوری سوانح حیات جعفر کی لکھی ہوئی ہے، اور جب لشکر حضورؐ نے بھیجا، تو یہ کہہ کے بھیجا، کہ اگر جعفر طیار شہید ہو جائیں، تو زید بن



حارثہ سردار ہوگا، اور اگر وہ شہید ہو جائیں، تو عبد اللہ ابن رواحہ سردار لشکر ہوں گے، تو ایک نجوی بیٹھا ہوا تھا، یہودی اُس نے کہا، سنو یہ سب مارے جائیں گے، اگر نبی یہ کہہ دیتے ہیں، کہ ان کے بعد یہ سردار، ان کے بعد یہ سردار، تو سمجھ لو پھر وہ نہیں بچیں گے، اور وہ اس انتظار میں بیٹھا رہا، کہ کب خبر آئے، اور نبی کی صداقت ظاہر ہو، یہ خبر سن کر پھر میں مدینے جاؤں گا، اُدھر موتہ میں لڑائی چھڑی، مولانا روم نے اپنی مثنوی میں اس منظر کو کھینچا ہے، کہ جعفرؑ نے جس وقت حملہ کیا، رومیوں پر، گھوڑے سے اتر گئے، پیدل جنگ کرتے ہوئے، دونوں ہاتھوں سے تلوار چلائی، دو تلواریں ایک ایک ہاتھ میں رومی بادشاہ نے، جب جعفرؑ کو لڑتے ہوئے دیکھا، اور اپنے محل کی طرف آتے ہوئے دیکھا، تو اُس نے اپنے وزیرِ اعظم سے کہا، کہ تم دیکھ رہے ہو، اس آنے والے کو اس طرح آ رہا ہے، کہ اگر یہ میرے محل کے قریب آ گیا تو محل کو الٹ دے گا، اور عبد اللہ ابن عمر اس لڑائی میں تھے، وہ کہتے ہیں، کہ بعد شہادت جعفرؑ ہم نے زخم گئے، تو نوے زخم جسم پر تھے، اور حیرت انگیز بات یہ ہے، کہ ہم نے دیکھا کہ سارے زخم اگلے حصہ پر تھے، پشت پر کوئی زخم نہیں تھا، اور جو روحانیت کے قائل ہیں، انہوں نے لکھا، کہ جب جعفرؑ لڑ رہے تھے، علم ہاتھ میں تھا، تو جعفرؑ کا ایک ہاتھ کتنا تو جعفرؑ نے علم کو دوسرے ہاتھ میں لیا، اور آگے بڑھے، تو دوسرا ہاتھ بھی قطع ہوا، تو یہ پہلا شہید ہے اسلام میں، کہ جس کے بازو شہید ہوئے، میدان جنگ میں، اور اس کے بعد جعفرؑ جب زخمی ہو کر، گرے تو دشمنوں نے نیزے کی آئی پہ لاشے کو اٹھالیا، یعنی کئی سولوگوں نے جعفرؑ کے لاشے کو نیزے کی آئی، یعنی نوک پر اٹھالیا، وہی وقت ہے، کہ اللہ نے نہیں چاہا، کہ جعفرؑ کو نیزے کی نوکوں کی اذیت ہو، اس لئے جس طرح ۴: ۱۱ کو اللہ نے آسمان پر اٹھالیا، اسی طرح جعفرؑ کو زندہ اللہ نے آسمان پر اٹھالیا، اب یہ وہ وقت ہے کہ حضورؐ گھر سے نکلے، اور عبا



زمین پر خط دے رہی تھی، منبر پر گئے، اور کہا لڑائی میں دیکھ رہا ہوں، موتہ میں لوزید بن حارثہ مارے گئے، لو عبد اللہ بن رواحہ مارے گئے، لو جعفر کا ایک ہاتھ کٹا، اب یہ جعفر کا دوسرا ہاتھ کٹا، لودہ علم گرا، اب وہ نبوی کہتا ہے، جو میں نے سوچا تھا، وہ سچ ہوا اور رسول اللہ نے اک بار کہا، تمہیں پتہ ہے، جعفر کے ساتھ کیا ہوا، لاشے کو نیزوں کی نوک پر اٹھایا گیا، لیکن اللہ نے جعفر کو زندہ جنت میں اٹھالیا، اور اس کے بعد یہ کہتے ہوئے منبر سے اترے، کہ تمہیں پتہ ہے میں دیکھ رہا ہوں، کہ اللہ نے ابھی ابھی جعفر کو زمرہ کے دو پر عطا کئے ہیں، اور جعفر جنت میں فرشتوں کے ساتھ پرواز کر رہے ہیں، ابھی تک تو جعفر بن ابی طالب تھے، آج کے بعد خطاب ہوا جعفر طیار، اب ہوئے جعفر طیار، پروں والا، یعنی پرواز کرنے والا، طیر سے ہے، اور اس حدیث کو سب نے لکھا، صحیح مسلم، بخاری، تمام مسلمان مورخوں نے لکھا، کہ آپ کو زمرہ کے دو پر عطا کئے گئے، حضور منبر سے اترے، اور سیدھے جعفر کے گھر گئے، میرے بیٹے کی کئی دن سے فرمائش تھی، کہ ام البنین کا حال پڑھیں، ابھی پڑھتا ہوں، اس لئے کہ آج الوداع ہے، الوداعی رات ہے، اپنے مہمان کو شان سے رخصت کریں، رسول اللہ منبر سے اترے، جعفر کے گھر آئے، اسماء بنت عمیس جعفر طیار کی زوجہ آنا گوندھ رہی تھیں، حضور نے آتے ہی بچوں کو آواز دی، عبد اللہ، عون، محمد بن جعفر یہ سب امام حسین، اور امام حسن کے ہم سن ہیں، بچوں کو بلایا، گود میں بٹھایا، اور بچوں کے سر پر ہاتھ پھیرنا شروع کیا، کبھی سینے سے لگایا، کبھی پیار کیا، اور آنکھ میں آنسو تھے، اسماء بنت عمیس کام چھوڑ کر کھڑی ہو گئیں، ہاتھ میں آنا بھرا ہوا تھا، قریب آ کر پوچھا میرے والی وراثت کی خبر تو ہے؟ جعفر خیریت سے ہیں؟ رسول نے فرمایا اسماء! آج سے میں ان بچوں کا باپ ہوں، کہا تو جلدی سے بتائیے کیا جعفر مارے گئے، کہا ہاں اسماء جعفر شہید ہو گئے، اللہ



نے جعفر کو دوزمرد کے پردیئے ہیں، دونوں ہاتھ قطع ہو گئے جعفر کے، بس ایک چیخ ماری اسماء نے، اور صحن خانہ میں گر گئیں، حضور اٹھے، اور سیدھے اپنی بیٹی جناب فاطمہ کے پاس آئے، اور کہا بیٹا تین دن تک اسماء کے گھر میں چولہا نہ جلے، دونوں وقت کا کھانا لے کر بچوں کا تم جانا، یہ رسم اسلام میں یہاں سے شروع ہوئی، خدا نہ کرے، جس گھر میں میت ہو، تین دن چولہا نہیں جلتا، رشتہ دار کھانا لاتے ہیں، یہ ایک رسم ہے، جعفر کی وجہ سے ایک اخلاقی رسم ہے، کہ وارث کیا پکائیں گے، دل میں اک آگ سی لگی ہوئی ہے، بچے کیا کھائیں گے، اس لئے زبردستی لوگ پکا کے لاتے ہیں، بیوہ کو دلاسا دیتے ہیں، بچوں سے شفقت کرتے ہیں، کھانا کھلاتے ہیں، جناب سیدہ نے جیسے ہی سنا، کہ جعفر مارے گئے، تو اپنے گھر سے لے کر، جعفر کے گھر تک چادر اوڑھے ہوئے روتی ہوئی چلیں، اور یہ کہتی ہوئی چلیں، ہائے میرا بچا مارا گیا، واعتماہ، ہائے میرا بچا، ہائے میرا بچا مارا گیا، اور صحن خانہ میں روتی ہوئی داخل ہوئیں، اور اسماء سے لپٹ گئیں، تعزیت کے لئے، جناب سیدہ تین دن تک اسماء کے ساتھ رہیں، بچوں کے ساتھ رہیں، پورا مدینہ اُمنڈ آیا، مہاجرین و انصار کی خواتین تعزیت کے لئے آ گئیں، ہاں رسول اللہ کا زمانہ ہے، شہید کے ہاتھ کٹے ہیں، علمدار تھا، لشکر کا سردار تھا، پردیس میں مارا گیا، کوئی مددگار نہ تھا، علم کی حفاظت میں ہاتھ کٹ گئے، بچوں کو گود میں لیا گیا، سب کو کھانا کھلایا گیا، پانی پلایا گیا، مگر ہائے کر بلا کا علمدار سب کو معلوم ہے، علمدار مارا گیا، جب خون میں بھرا علم آیا، تو سب کو معلوم ہو گیا، کہ عباس مارے گئے، سیکہ کو بھی پتہ چل گیا، میرا بچا مارا گیا، زینب کو بھی معلوم ہو گیا، بھائی میرا مارا گیا، لبابہ کو معلوم ہو گیا، کہ سہاگ میرا بچہ مارا گیا، مگر مدینے میں ماں کو کچھ نہیں معلوم، آج صرف اتنا پڑھنا ہے، کہ عباس کی ماں پر کیا گزری، دو مہینے سات دن ہو گئے، آپ کو مجلسوں میں جاتے



ہوئے، آخری رات ہے، اور کل کا الوداعی یومِ غم ہے، تو ہم یہ چاہتے ہیں، کہ سب کو خدا حافظ کہیں، لیکن ہمارے پاس لفظ نہیں، اسیروں کو الوداع کہیں! شہیدوں کو الوداع کہیں، جتنا چاہیں گریہ کریں۔

اے زینبِ دُگیر خدا حافظ و ناصر

شہزادی غلام آئے ہیں در پر پئے رخصت بہتر ہو تو دم لینے کی مل جائے اجازت
اے خواہر شبیر خدا حافظ و ناصر اے بولتی شمشیر خدا حافظ و ناصر
قرآن کی تفسیر خدا حافظ و ناصر اے زینبِ دُگیر خدا حافظ و ناصر
ہم باقی ہیں شبیر کہ باقی ہے ترا غم
ہم بھی نہ رہیں گے نہ رہا گر ترا ماتم

اے دین کی توقیر خدا حافظ و ناصر اے کعبے کی تنویر خدا حافظ و ناصر
اس قوم کی تقدیر خدا حافظ و ناصر کچھ دیر کو شبیر خدا حافظ و ناصر
اے زینبِ دُگیر خدا حافظ و ناصر

اے عابد یکس حرمِ شاہ کے سالار گونجے گی ابد تک تری زنجیر کی جھنکار
اے قیدی آزاد خدا حافظ و ناصر اے گریہ فولاد خدا حافظ و ناصر
اے گونجی فریاد خدا حافظ و ناصر اے سید سجاد خدا حافظ و ناصر
اے زینبِ دُگیر خدا حافظ و ناصر

عباس تیری یاد ہے وابستہ علم سے پھر بھی نہ ادا حق وفا ہو سکا ہم سے
اے ثانی کراڑ خدا حافظ و ناصر بے مثل وفادار خدا حافظ و ناصر
شبیر کی تلوار خدا حافظ و ناصر عباس علمدار خدا حافظ و ناصر
اے زینبِ دُگیر خدا حافظ و ناصر



ہم شکلِ نبیؐ تجھ پہ ندامتِ دل و جاں سے آتی ہے تیری یاد ہر آوازِ اذال سے
سرکار کی تصویرِ خدا حافظ و ناصر ایمان کی تکبیرِ خدا حافظ و ناصر
ہر صبح کی تنویرِ خدا حافظ و ناصر اے اکبرِ دلگیرِ خدا حافظ و ناصر
اے زینبِ دلگیرِ خدا حافظ و ناصر

روتا ہے ترے ضبط پہ خود حرمِ کا تیر ناقابلِ تردید ہے اب عصمتِ شبیر
اے ہدیہِ شبیرِ خدا حافظ و ناصر اے عزم کی تصویرِ خدا حافظ و ناصر
اے بنتے ہوئے تیرِ خدا حافظ و ناصر اے اصغرِ بے شیرِ خدا حافظ و ناصر
اے زینبِ دلگیرِ خدا حافظ و ناصر

بہت گریہ کیا آپ نے، لیکن یہ نہیں کہوں گا، کہ حق ادا ہو گیا، مگر شان سے الوداع
کہا، بس یہ ہے، کہ مولا ہم شرمندہ بہت ہیں، غریب لوگ ہیں، مولا آپ تو بادشاہ ہیں،
جاتے جاتے مولا سب کو دعا دیتے تھے، یہ سب سلامت رہیں، ان کے بچے سلامت
رہیں، گھر آباد رہیں، ارے اُم البنین کا گھر اُجڑ گیا، چار بیٹے تھے، جوان چاروں کربلا
میں مارے گئے، حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا، کہ اگر روتے روتے آنسوڑک
جائیں، تو اپنے کسی قریبی عزیز کی موت یاد کرو، یہ ہمارے اسد بھائی بیٹھے ہیں ان کا
ستا کیس برس کا خوبصورت بھائی مر گیا ابھی چہلم نہیں ہوا، یہ اپنے بھائی کو بھی رو رہے
ہیں، حسین کے بھائی کو بھی رو رہے ہیں، وہ یاد کرو کہ انسان پہ غم کیسے آتا ہے، اور ماں
اُم البنین کے چار جوان بیٹے، ماتم کرتی ہوئی ماں اُم البنین جنت البقیع میں، زہرا کی قبر
پر آئی، اسے فاطمہ زہراؑ میرے چاروں بچے مارے گئے، مگر میں حسین کا ماتم کروں گی۔
یا حسین یا حسین یا حسین۔





دسویں مجلس

شرفِ ابوطالبؑ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تمام تعریفیں اللہ کے لئے درود و سلام محمد و آلِ محمد کے لئے

الوداعی عشرے کی دسویں الوداعی مجلس عزّ اخاتہ قصر مینب میں ”عظمتِ ابوطالب“ کے موضوع پر آپ حضرات سماعت فرما رہے ہیں۔ (صلوٰۃ) جو حضرات مسلسل دس روز تک، شریکِ مجلس رہے، ظاہر ہے کہ اُن کو اندازہ ہوگا، کہ ہم نے محسنِ اسلام کی زندگی کے مختلف ادوار اور ان کی خدمات کے سلسلے میں گفتگو کی، اور ایک دستاویز محفوظ ہوگئی، کیسٹوں میں۔ بعض تقریریں ڈیڑھ گھنٹے کی تھیں، بعض دو گھنٹے کی تھیں، اس لحاظ سے تقریباً پندرہ سولہ گھنٹے، ابوطالبؑ پر ہم نے، اور آپ نے یہ ذکر کیا، کسی بھی عام ہستی پر بولنے کے لئے سوچنا پڑتا ہے، لیکن جو ہستی اللہ اور رسولؐ سے وابستہ ہو جائے، اور جو ولایت کو بھی گود میں پالے، جس کا کلمہ پورا ہو، ابوطالبؑ کا کلمہ لوگ کہتے ہیں، ابوطالبؑ نے کلمہ کیوں نہیں پڑھا، میں کہتا ہوں، جو کلمے کو پال رہا ہو، تو مسلمانوں کی سمجھ میں یہ بات کیوں نہیں آتی، کہ لا الہ الا تو اُس کی پیشانی پر لکھا تھا، محمد رسول اللہ کو اُس نے گود میں پالا، علیاً ولی اللہ کو اُس نے گود میں پالا، اب کون سے کلمے کی بات، آپ کرتے ہیں۔ کس کلمے کی بات آپ کرتے ہیں۔ (نعرہ حیدری!)



کلام پاک میں جتنے بھی سورے اور آیات ابوطالب کی شان میں موجود ہیں، وہ سب میں پڑھ چکا، عشرے کے درمیان، قرآن سے، حدیث سے، تاریخ سے، منطق سے، یعنی جتنے بھی علم کلام کے پہلو ہو سکتے تھے، ہر رخ سے ہم نے ابوطالب پر گفتگو کی ہے، اور میں سمجھتا ہوں، یہ عشرہ ایسا ہے، کہ جنہوں نے سنا ہے، اگر اُسے دوبارہ سنیں گے، تو لطف اور دوبالا ہو جائے گا، بہت سے ایسے پہلو ہوتے ہیں، کہ جو سماعت کے درمیان مجلس میں نظر انداز ہو جاتے ہیں، لیکن جب آپ دوبارہ سنیں گے، تو اور پہلو آپ کے سامنے آئیں گے، آج کی حد تک ایک اور کلام پاک کا سورہ ہے، سورہ بروج آغاز ہے، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوجِ مجھے قسم ہے برجوں والے آسمان کی۔ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُودِ مجھ کو قسم ہے اُس دن کی، جب وہ آئے گا، جو موعود ہے۔ وَشَٰهِدٍ ۭ وَمَشْهُودٍ قسم ہے، مجھ کو اُس کی جس کی گواہی دی گئی، قسم ہے مجھ کو، اُس کی جس نے گواہی دی۔ بِالْمُؤْمِنِينَ شُہوداً یہ تین لفظ ہیں، سورے میں شاہد مشہود، شہود، تینوں لفظ ایک ہی سلسلے کے ہیں، شاہد وہ جو گواہی دے رہا ہو، مشہود وہ جس کی گواہی دی جا رہی ہے۔ شہود ظاہر ہے کہ مؤمنین ہیں، تین لفظ ہیں مرزا غالب نے ایک غزل میں تینوں لفظ جمع کر دیئے کہتے ہیں۔

اصل شہود و شاہد و مشہود ایک ہے

حیراں ہوں پھر مشاہدہ ہے کس حساب میں

حیراں ہوں، تو یہاں گواہی دینے والا کون تھا، گواہی کس کی دی گئی، ظاہر ہے کہ اُمت اس سے بری ہے، ان چیزوں میں شامل نہیں ہے، دل چاہے اُمت کا تو شہود میں شامل ہو جائے، یا مشاہدے میں شامل ہو جائے، اس لئے کہ اُمت نہ مشہود ہے، نہ شاہد ہے، جسے اللہ نے شاہد بنایا، وہ شاہد رہا، جسے مشہود بنایا، وہ مشہود رہا، وَالسَّمَاءِ



ذَاتِ الْبُرُوجِ مجھ کو اُس آسمان کی قسم، جس میں برج ہوں، برج بارہ ہیں، آپ ہم سے زیادہ واقف ہیں، ان چیزوں کے بارے میں پڑھتے رہتے ہو گئے، بارہ برج ہیں اور ذات البروج، اس شاہراہ کو کہتے ہیں جس سیدھ میں یہ سارے برج ہیں، نام آپ کو معلوم ہے، برج حمل ہے، ثور ہے، جوزا ہے، میزان ہے، قوس ہے، جدی ہے، دلو ہے، سنبلہ ہے، عقرب ہے، سرطان ہے، اسد ہے، پہلا حمل ہے، آخری حوت ہے، یہ بارہ ہیں اللہ ان بارہ کی قسم کھا رہا ہے، بارہ کی قسم کھا رہا ہے، لیکن اس طرح، کہ مجھے اُس آسمان کی قسم، کہ جس میں بارہ برج ہیں، جس میں یہ بارہ برج ہیں، اب قسم جو کھائی جا رہی ہے، کس بات پر، کہ آفتاب جب چلتا ہے تو ان بارہ برجوں سے گزرتا ہے، پہلے برج حمل میں آتا ہے، اور اُس کے بعد ایک ایک کر کے، ہر برج میں ایک مہینے رہتا ہے برج حمل میں ایک مہینے رہا، برج اسد میں ایک مہینے رہا، سنبلہ میں اس طرح حوت میں اور پھر حوت کے بعد پھر حمل میں، جب برج حمل میں آفتاب آتا ہے، تو پہلا دن جو آفتاب کے برج میں آنے کا ہے، وہ اکیس مارچ ہوتا ہے، ہمارے آپ کے تقویم کے مہینے، پہلی تاریخ سے شروع ہوتے ہیں، لیکن آسمانی مہینہ اکیس سے اکیس ہوتا ہے، اور برج حمل میں اکیس مارچ سے اکیس اپریل تک رہے گا، اُس کے بعد پھر دوسرے برج میں آئے گا، پھر تیسرے میں آئے گا، پھر چوتھے میں، اور جیسے جیسے ایک ایک برج سے گزرتا جاتا ہے، موسم بدلتے جاتے ہیں، رُت بدلتی جاتی ہے، پھل پکتے جاتے ہیں، زمین پہ اُس کے اثرات ہوتے ہیں، جس برج میں آئے گا، اُس کا اثر ہوگا، اور پھر واپس حوت سے جو آخری برج ہے، پھر برج حمل میں آئے گا، تو پھر اُس دن اکیس مارچ ہوگا، یعنی نور روز کا دن ہوگا، دیکھئے یہ قرآنی علم ہے، یہ جنتری کا علم نہیں ہے، یہ قرآن میں ہے، برجوں والے آسمان کی قسم، تو ایک آسمان ہے، جس میں



بارہ برج ہیں، ایک آسمان ہے، جس میں بارہ برج ہیں، اور آفتاب اُسی آسمان میں بارہ برجوں میں ہوتا ہوا چل رہا ہے، اس طرح بارہ مہینے بنتے ہیں، ایک سال میں بارہ مہینے آفتاب بناتا ہے، تو سوال یہ ہے، کہ اللہ جو قسم کھا رہا ہے، آسمان کی وہ کون ہے، یہ بارہ برج کون ہیں، یہ آفتاب کون ہے، آسمان ابوطالب ہیں، بارہ برج بارہ امام ہیں، آفتاب رسول اللہ ہیں، مجھے اُس آسمان کی قسم، جس میں بارہ برج ہیں، بارہ ہی بیٹے تو ابوطالب کے ہیں، اب آفتاب آیا اکیس مارچ کو، اور اُسے کہتے ہیں برج شرف، اور یہ شرف کا لفظ آپ کو معلوم ہے، شرف اور اشرف ہر جگہ استعمال نہیں ہوتا، ہر ایک کے ساتھ استعمال نہیں ہوتا، اور جو لفظ جہاں رکھ دیا، وہیں رکھ دیا، اُس کو ہٹا نہیں سکتے، اگر مکہ کے لئے کہا، مکہ معظمہ مکہ مکرمہ مکہ بلا کے لئے، لفظ رکھا کر بلائے معلیٰ، مدینے کے لئے لفظ رکھا مدینہ منورہ، مشہد کے لئے لفظ رکھا مشہد مقدس، لیکن جب نجف پہنچے، کہا نجف اشرف، (نعرہ حیدری)

برج شرف میں آتا ہے، جب بالکل نصف النہار پہنچے ہو، بتاؤ اسی عشرے میں، کہ آفتاب کی پانچ حالتیں ہیں، طلوع کرتا ہے، طلوع ہوا، پہلی منزل، دوسری منزل، عروج، تیسری منزل نصف النہار، زوال، غروب، نصف النہار، نصف النہار کا مطلب یہ ہے، کہ اکیس مارچ کو جب آفتاب برج حمل میں آئے گا، جیسے ہی نصف النہار پر آئے گا، تو دن اور رات دونوں برابر ہو جائیں گے، اکیس مارچ سے دن برابر ہونے لگتے ہیں، پھر دن بڑھنے لگتا ہے، یہاں تک، کہ جون میں آکر دن بڑا ہوتا ہے، رات چھوٹی ہوتی ہے، اور دسمبر تک آتے آتے، رات بڑی ہوتی ہے، دن چھوٹا ہوتا ہے، لیکن اکیس مارچ وہ ہے، کہ عدل کے مقام پر رات اور دن برابر ہوتے ہیں، آفتاب جب نصف النہار پر آیا، برج شرف میں ہوا، جب برج شرف میں آیا، تو آفتاب



رسالت نے آفتاب امامت کو ہاتھ پراٹھایا، مَنْ كُنْتُ مَوْلَاً تَهْتَبْهُ يَهُ أَتَاهَا مَنْ كُنْتُ مَوْلَاً فَهَذَا عَلِيٌّ مَوْلَاً مَنْ كُنْتُ مَوْلَاً اب اس میں کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے، چاند کا حساب اپنا ہے، سورج کا حساب اپنا ہے، سورج چل رہا ہے، برجوں میں، اور چاند چکر لگا رہا ہے آفتاب کے گرد، چاند جودن بنا رہا ہے، اُس حساب سے اٹھارہ ذی الحجہ ہے، آفتاب جودن بنا رہا ہے، اُس حساب سے اکیس مارچ ہے، اس میں کیا تھا، اگر یہ کہہ دیا جاتا، کہ نوروز کے معنی یہ ہیں جشنِ خلافتِ علیؑ ہے یہ کہنے میں کیا حرج ہے۔ (نعرہ حیدری) علیؑ کے ذکر میں بخل پیغمبرؐ کو پسند نہیں ہے، زیادہ سے زیادہ ذکر کرو، جتنے پہلو نکل سکیں، اتنے پہلو سامنے رکھیے، چونکہ اکیس مارچ وہ دن ہے، کہ موسمِ بہار کا پہلا دن ہے، جتنے پھل پکتے ہیں، اس لئے نذر رکھی گئی، علیؑ کی فصل کا پہلا میوہ کھاؤ، تو علیؑ کے نام سے (نعرہ حیدری) توجہ ہے نا آپ کی؟ قرآن کا مطالعہ کیجئے، مگر رچ کے کیجئے تفسیر بھی پڑھئے، جب اللہ کے حکم سے کوئی نبی بولنے لگتا ہے، تو ذرہ ذرہ جو آواز ہوتا ہے، ساکت ہو جاتی ہے کائنات، کعبہ بن کے تیار ہوا، اللہ نے کہا، چھت پہ چڑھ کے ابراہیمؑ پکارو، آؤ حج کے لئے آؤ، ابراہیمؑ نے کہا، یہاں تو کوئی بھی نہیں ہے، کہا تم آواز دو گے، ذرہ ذرہ سنے گا، جو آج یہ آواز سنے گا، قیامت تک وہی حج کیلئے آئے گا، جب نبی پکارتا ہے، ذرہ ذرہ ساکت ہوتا ہے، یہ تو نبیِ نطہٗ آخر دے رہا تھا، توجہ توجہ آخری جملہ سن لو! اُس کے بعد جتنی چاہے وِلا ظاہر کرنا، آخری نبی بول رہا تھا، آخری نبی بول رہا تھا، ذرہ ذرہ چپ تھا، اگر آواز مانتا ہے کہ نبی کی آواز آرہی ہے، تو اکیس مارچ کو پانی میں گلاب کا پھول رکھو، چلتے چلتے رُکے گا وہی وقت تھا من کنت مولا۔ (نعرہ حیدری) کیا پریشانی ہے قرآن کے ساتھ تفسیر بھی پڑھنا چاہئے، اور تاریخ کا مطالعہ ضروری ہے، یہ چاند کے مہینوں کا حساب بارہ مہینے، اور یہ بھی سن



لیجئے محرم کا پہلا مہینہ سال کا نہیں ہوا، کرتا تھا، ذی الحجہ سے سال شروع ہوتا تھا، اور ذی الحجہ پر ختم ہوتا تھا، یہ کئی صدیوں کے بعد محرم پہلا مہینہ قرار پایا، اور یہ جو مہینے بنے ہجری کے، ہجری تو ہجرت کے بعد شروع ہوئی، یہ اب یوں سنتے جانیے حضورؐ، حضورؐ کے والد عبد اللہؑ، عبد اللہؑ کے والد عبد المطلبؑ، عبد المطلبؑ کے والد ہاشمؑ، ہاشمؑ کے والد عبد منافؑ، عبد منافؑ کے والد قصیؑ، قصیؑ کے والد کلابؑ، کلابؑ نے سب سے پہلے مہینے ایجاد کئے، حضورؐ اور علیؑ کے پردادا نے یہ مہینے ایجاد کئے، چار مہینے محترم رکھے، احترام کے مہینے، جس میں جنگ نہیں ہوگی، ہر مہینے کا نام سوچ کر رکھا، فصل اور رت کے اعتبار سے رکھا، جب ریت گرم ہوتی تھی، جلنے لگتی تھی ہجری، تو ہجری کو جب گرم کرتی ہے دھوپ، تو اسے عربی میں رمضان کہتے ہیں، محرم کے معنی احترام ہیں اور جب موسم زرد ہوتا ہے، خزاں کا تو عربی میں زرد رنگ کو صفر کہتے ہیں، صفر جب دھوپ زرد ہوتی تھی، اس مہینے کو صفر کہا، جب فصل پکتی تھی، اسے ربیع الاول کہا، اب فصل پکی، تو ربیع کا دوسرا مہینہ آیا، جب برف جمی تو جمادی الاول جمادی کے معنی ہیں جمنہ، دو مہینے برف جمی جمادی الاول جمادی الثانی، اور جنت میں ایک نہر بہتی ہے، جس کا پانی تسنیم و کوثر کی طرح ہے، اس کو رجب کہتے ہیں، رجب کے معنی ترجیب ہے، ترجیب کے معنی احترام ہے، اب یہ کلاب نام رکھ رہے ہیں، یہ ابوطالب کے پردادا ہیں، ابوطالب کے اجداد کے احسان گناؤں، رجب اور اس کے بعد جب مہینہ آتا، تو نئی چٹیاں نکلتیں، پتی نکلنے سے پہلے کلیاں پھوٹی ہیں، شاخ میں یعنی کو نیل پھوٹنا جب کلیاں پھوٹی ہیں، تو لوگ کہتے ہیں، کہ کلیاں پھوٹنے لگیں یعنی کو نیل پھوٹنے لگیں، اب پتے آئیں گے، اب پھل آئیں گے، اب پھول آئیں گے، تو کلیوں کے پھوٹنے کو موسم بہار میں شعبان کہتے ہیں، نبیؐ کے گھر میں کلیاں پھوٹیں اسی مہینے میں،



عربی میں شالا کہتے ہیں، شال شال کہتے ہیں اونٹوں کا کیف میں آنا، اس موسم میں اونٹ کیف میں آتے ہیں، اس لئے اُس مہینے کا نام شوال رکھا، اور چونکہ بھیج کا مہینہ تھا، اس لئے ذی الحجہ نام رکھا تو یہ کلاب نے نام رکھے ہیں، احسان ہے ابوطالب کے پردادا کا، لیکن کلاب سے پہلے کیا ہے، کلاب سے پہلے مرہ ہیں، مرہ سے پہلے کعب ہیں، کعب سے پہلے لوی ہیں، لوی سے پہلے غالب ہیں، غالب سے پہلے فہر ہیں، فہر سے پہلے مالک ہیں، مالک سے پہلے نصر ہیں، نصر سے پہلے کنانہ ہیں، کنانہ سے پہلے خزیمہ ہیں، خزیمہ سے پہلے مدرکہ ہیں، اُن سے پہلے الیاس ہیں، اُن سے پہلے مضر ہیں، اُن سے پہلے نزار ہیں، اُن سے پہلے معد ہیں، اُن سے پہلے عدنان ہیں، اُن سے پہلے عود ہیں، اُن سے پہلے البع ہیں، اُن سے پہلے ہمسع ہیں، اُن سے پہلے سلامان ہیں، اُن سے پہلے نابت ہیں، اُن سے پہلے حمل ہیں، اُن سے پہلے قیدار ہیں، اُن سے پہلے اسماعیل ہیں، اُن سے پہلے ابراہیم ہیں۔ تو اُن سے پہلے مہینے کیا تھے، تو یہی مہینے سورج والے تھے، آدھ تک جائے، کیلنڈر یہی تھا، چاند کی تاریخیں کلاب نے رکھیں، اُس سے پہلے مہینے چلتے تھے، سورج والے نام بدلتے رہے، جنوری فروری مارچ اپریل، بادشاہوں کے نام پر ان مہینوں کے نام رکھے گئے، لیکن تھا حساب شمسی، جب شمسی حساب تھا تو جب حساب لگایا گیا صدیوں کا تو پتہ چلا اکیس مارچ اہم ہے، آدھ کی تو یہ اس دن قبول ہوئی۔ نورخ کی کشتی خشکی پر ٹھہری، کعبے کی بنیاد رکھی گئی، اکیس کو کعبہ کامل ہوا، اکیس مارچ کو عصائے موسیٰ اتر دھا بنا، اکیس مارچ کو جناب جبرائیل نے مُردے جلانے، اور حکم ملا پانی چھڑک دواں مُردوں پر، زندہ ہو جائیں گے، اس لئے نوروز کے موقع پر نذر کا پانی چھڑکا جاتا ہے، اب جہاں مُردے زندہ ہی نہیں ہو رہے، ان کو کیا پتہ نوروز کیا ہے، ایک پورے ملک ایران کا قومی تہوار ہے، کسی کا تو



احترام کیجئے، ابھی کسی کا تو احترام کیجئے، بغیر مطالعہ کے یہ باتیں سمجھ میں نہیں آئیں گی۔
وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوجِ مجھ کو قسم ہے اُس آسمان کی، جس میں یہ برج ہیں، جس میں
آفتاب چل رہا ہے اور ہر سال اکیس تاریخ آ رہی ہے، نوروز یعنی نیا دن، کیا پریشانی ہو
گئی، ہر نئے دن کو کہیں گے، اور اگر قرآن سندر کھ دے ہر نئے دن پر، تو وہ دن مقرر ہو
جائے گا، قرآن میں الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَاتَّمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي
وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا دین کامل ہو، نوروز کے دن، نعمتیں تمام ہوئیں نوروز
کے دن، تو کیا اُس دن نعمتوں پر نذر بھی نہ ہو۔ (نعرہ حیدری!)

گواہی دی گئی، جس کی گواہی دی گئی، ایک گواہی دینے والا تھا، اُسی کا نام تو غدیر
ہے، ایک گواہی دے رہا تھا، ایک کی گواہی دی جا رہی تھی، جس کی گواہی دی جا رہی تھی،
وہ بلند تھا، وَشَهِيدٌ مَّشْهُودٌ ایک شاہد ہے، ایک مشہود ہے، قرآن سے پوچھئے،
قرآن سے پوچھو، گواہی دی یہ دن بہت بڑا دن تھا، اسلام کے لئے، کوئی تو انگریزی
تاریخ رہی ہوگی، اٹھارہ ذی الحجہ کو تو تحقیق کر لیجئے، کوئی تاریخ تھی، کیا حرج ہے، ابھی
محببتیں ہیں، لوگ محرم مناتے ہیں، محرم کی دس تاریخ کو عاشور مناتے ہیں اور پنجاب کی
بستیوں میں چلے جائیے تو ہندی مہینوں سے جیٹھ کے حساب سے عاشور مناتے ہیں،
اسی طرح غدیر انگریزی حساب سے ۲۱ مارچ کو بھی منا سکتے ہیں، یعنی ہر بار آئے گا، نہ
وہ دن تقویم کے حساب سے، آپ تو صرف دس محرم کو عاشور مناتے ہیں، انگریزی
تاریخ بھی ہے وہ کیوں بھلا دی گئی، ہندی مہینہ کہاں گیا، وہ کتنے خوش قسمت ہیں، اور
کتنے اچھے لوگ ہیں، کہ جب بھی عاشور سال میں آئے، ہر طریقے سے منایا جائے اسی
طرح جب بھی غدیر سال میں آئے، اس میں کیا حرج ہے، بار بار غدیر کو یاد کرو، بار
بار غدیر کو یاد کرو، انگریزی حساب سے کبھی آئے گی، اور کبھی چاند کے حساب سے آئے



گی، اور ایک دن آئے گا، جب دونوں تاریخیں پھر ایک ہو جائیں گی، جس دن امام مہدی کو آنا ہوگا، پھر اس دن ہم پوچھیں گے، آج کیا تاریخ ہے، مارچ کی، کیا تاریخ ہے..... (نعرہ حیدری!) پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، انبیاء کے دو سلسلے ہیں، انبیاء کے دو سلسلے ہیں، اور دونوں سلسلے حضرت ابراہیم سے نکلتے ہیں، اللہ نے حضرت ابراہیم کو دو بیٹے دیئے، ایک سارہ سے، ایک جناب ہاجرہ سے، جناب سارہ سے، جو بیٹا ہوا، وہ اسحاق ہے، جناب ہاجرہ سے، جو بیٹا ہوا، وہ اسماعیل ہے، اسماعیل کی نسل میں، سرکار دو عالم آئے، اور اسحاق کی نسل میں یعقوب آئے، اسحاق کے بیٹے یعقوب ہیں، یعقوب کے دوسرے جزواں بھائی عیسو ہیں، یعقوب کا بیٹا یوسف ہے، جبکہ بارہ بیٹے ہیں، اور لاوی جو سب سے بڑے ہیں، اُن کی نسل میں موسیٰ و ہارون آئے، اُنہی کی نسل میں داؤد اور سلیمان آئے، اسی نسل میں زکریا آئے، اسی نسل میں شموئیل آئے، اسی نسل میں طالوت آئے، اسی نسل میں یحییٰ آئے، اسی نسل میں عمران آئے، اسی نسل میں مریم آئیں، اسی نسل میں عیسیٰ آئے، اور یوں زکا، سلسلہ یوں زکا، یہ بنی اسرائیل کا سلسلہ تھا، ستر ہزار انبیاء اسحاق کی نسل میں آئے، جو انبیاء بنی اسرائیل کہلاتے ہیں، قرآن نے کہا، کچھ کے نام ہم نے لئے، کچھ کے نام ہم نے نہیں لئے، اور آدم سے سلسلہ نسل انسانی، جب شروع ہوا، تو ہر نبی نے اپنے بیٹے سے جاتے جاتے، یہ کہا کہ خیال رکھنا، ایک آخری نبی آنے والا ہے، توجہ کیجئے گا، میں اپنی تقریر کے آخری رخ تک پہنچ گیا، ہر نبی اپنے بیٹے سے یہ کہتا تھا، کہ آخری نبی آئے گا، اُسے ہمارا سلام بھی کہنا، اور کچھ چیزیں ہم رکھے جاتے ہیں، وہ اُس تک پہنچا دینا، انجیل پڑھئے، توریت پڑھئے، زبور پڑھئے، صحف ابراہیم پڑھئے، صحف ادریس پڑھئے، صحف الیاس پڑھئے، سب میں آپ کو یہ ملے گا، محمد آنے والے ہیں، احمد آنے والے ہیں، تیاری ہے، اُن

کے آنے کی۔ اُن تک سلام پہنچانا، آدمؑ نے اپنے بیٹے شیثؑ سے کہا، شیثؑ نے اپنے بیٹے انوشؑ سے کہا، انوشؑ نے اپنے بیٹے قینانؑ سے کہا، قینانؑ نے اپنے بیٹے مہلاکلؑ سے کہا، مہلاکلؑ نے اپنے بیٹے الیازؑ سے کہا، الیازؑ نے اپنے بیٹے اورلیسؑ سے کہا، اورلیسؑ نے اپنے بیٹے متوشؑ سے کہا، متوشؑ نے اپنے بیٹے ملکؑ سے کہا، ملکؑ نے اپنے بیٹے نوحؑ سے کہا، نوحؑ نے اپنے بیٹے سامؑ سے کہا، سامؑ نے اپنے بیٹے ارفخندؑ سے کہا، ارفخندؑ نے اپنے بیٹے شالخؑ سے کہا، شالخؑ نے اپنے بیٹے عابرؑ سے کہا، عابرؑ نے اپنے بیٹے قانعؑ سے کہا، قانعؑ نے اپنے بیٹے ارغوؑ سے کہا، ارغوؑ نے اپنے بیٹے شاروغؑ سے کہا، شاروغؑ نے اپنے بیٹے ناحورؑ سے کہا، ناحورؑ نے اپنے بیٹے تارخؑ سے کہا، تارخؑ نے اپنے بیٹے ابراہیمؑ سے کہا، ابراہیمؑ نے اسماعیلؑ سے کہا اور دوسرے بیٹے اسحاقؑ سے کہا، اسحاقؑ نے یعقوبؑ سے کہا، یعقوبؑ نے یوسفؑ سے کہا پھر یہ تابوتِ سکینہ حضرت موسیٰؑ کو ملا۔ اب وہ چیزیں کیا تھیں، جیسے جیسے نبی بڑھتے جاتے، جیسے جیسے نبی بڑھتے جاتے، ایک ایک چیز ایک چیز رکھتے جاتے، یہ آخری نبیؑ کی ہے، کوئی اپنا عمامہ دیتا، کوئی اپنی انگلی دیتا، کوئی اپنا عصا دیتا، کوئی اپنا کرتا دیتا، کوئی کمر کا پکا دیتا، کوئی نعلین رکھتا، جس کے پاس جو تبرک تھا، جو بھجوانا چاہتا وہ دے دیتا، یہاں تک کہ وہ چیزیں جمع ہوتی چلی گئیں، جب موسیٰؑ پیدا ہوئے، تو اللہ نے مادرِ موسیٰؑ پر وحی کی، وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّ مُوسَىٰ ہم نے مادرِ موسیٰؑ پر وحی کی، کہ صندوق میں رکھ دو، موسیٰؑ کو وہ صندوق پاکیزہ تھا، جب موسیٰؑ کو اُس صندوق میں رکھا گیا، وہ صندوق اور تبرک ہو گیا، بعد میں اُسی صندوق میں یہ سارے تبرکات جمع کر کے رکھ دیئے گئے، قرآن نے اُس صندوق کا ذکر کیا، اِنَّ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تِلْكَ اَشْخٰصَةٌ كُنْتُمْ فِيْهَا رٰسُوْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّتُهُ مِّمَّا تَرٰكُ الْ مُوسٰى وَالْ هٰرُوْنُ تَحْمِلُ الْمَلٰٓئِكَةُ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لٰاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ



کُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ ہم نے تابوتِ سکینہ میں سارے باقیاتِ تبرکات رکھ دیئے، تاکہ اُس تک پہنچیں، آلِ موسیٰ و آلِ ہارون کو وراثت کیا، تابوتِ سکینہ کا۔ دوسواڑ تالیس آیات کا نشان، سورہ بقرہ اُس کا نام رکھا گیا، تابوتِ سکینہ، قرآن میں سکینہ سکون دینے والا صندوق، عربی میں قرآن میں تابوت کہتے ہیں صندوق کو، صندوق کی لکڑی سے وہ صندوق بنا تھا، جس سے خوشبو آتی تھی، ڈھائی ہاتھ لمبا تھا، ڈیڑھ ہاتھ چوڑا تھا، اور ڈیڑھ ہاتھ اونچا تھا، ناپ سمجھ میں آگئی، اس میں تبرکات تھے، اس میں آدم کا لباس تھا، اس میں نوح کا لباس تھا، اس میں اور لیس کا لباس تھا، اور لیس کا عمامہ بھی تھا، کمر کا پٹکا بھی تھا، اسی میں سلیمان کی انگٹھی بھی تھی اسی میں وہ کرتا تھا جس کو ابراہیم پہنے ہوئے تھے جب آگ میں پھینکے گئے، اُس کرتے کی خاصیت یہ تھی کہ آگ کو گلزار بنائے، اس میں وہ کرتا بھی تھا جو یوسف پہنے تھے جب کنویں میں پھینکے گئے، انبیاء کے تبرکات اس صندوق میں تھے، قرآن کہہ رہا ہے، اور ہر نبی یہ کہہ رہا ہے، کہ یہ تابوتِ سکینہ محمدؐ تک جانا ہے، یہاں تک کہ موسیٰ کو حکم ملا، کہ جب بھی میدانِ جنگ میں جاؤ، توفیق اُس وقت پاؤ گے، جب یہ صندوق آگے آگے چلے گا، تو اس کا اہتمام حکمِ الہی سے یہ ہوا کہ ایک زرتاج شامیانہ بنا۔ جو سونے کے تاروں سے بنایا گیا اور اُسے چار ڈنڈے سونے کے تھے، اُس شامیانے کے نیچے اُس صندوق کو کاندھے پر اٹھایا جاتا، پیچھے پیچھے لشکر چلتا آگے آگے تابوت، تابوت آگے چلتا لشکر پیچھے چلتا اور میدانِ جنگ میں اُس شامیانے کو لگا کر اُس کے نیچے تابوت رکھا جاتا اور موسیٰ کہتے اب جنگ کرو اس تابوت کی وجہ سے تم فتح پاؤ گے، یاد رکھو تابوت نہ ہو تو قوموں کو فتح نہیں ملتی۔ اب پتہ چلا کیوں ہار رہے ہیں مسلمان، تابوت کو چھوڑا ہوا ہے، قرآن ہے قرآن تابوتِ سکینہ، یہاں تک کہ بعدِ موسیٰ بنی اسرائیل کے بچے تابوت کی بے حرمتی کرنے لگے، اللہ نے



فرشتوں سے کہا، کہ اب تابوت کی بے ادبی ہو رہی ہے، تابوت کے ساتھ مذاق ہو رہا ہے، اس لئے اُس کو آسمان پر لاؤ، تابوت کو فرشتے آسمان پر اٹھالے گئے، بنی اسرائیل پریشان ہو گئے، ذلیل ہو گئے، ملک نہ رہا، سلطنت نہ رہی، جنگلوں میں بھٹکنے لگے، یہاں تک کہ بنی اسرائیل نے شموئیل نبی سے یہ کہا، ہمارے لئے ایک بادشاہ بناؤ، کہا بادشاہ ہم بناتے ہیں، لیکن اُس کو ماننا پڑے گا، کہا ہم بادشاہ بناتے ہیں، طاقت کو تمہارا بادشاہ بناتے ہیں، قوم نے کہا اس کے پاس تابوت نہیں ہے، اللہ نے حکم دیا کہ طاقت کے پاس صندوق لے جاؤ، تاکہ وہ تابوت کو دکھا کر کہیں میں تابوت کا مالک ہوں، جب تابوت آیا، تو قوم ایمان لائی، تابوت پھر غائب ہو گیا، اب تاریخوں میں پڑھے اظہار کیہ سے توریت کی لوحیں آ کر مہدی نکالیں گے، تب یہودی کلمہ پڑھیں گے، کسی کو نہیں معلوم موسیٰ کی توریت کہاں ہے، اظہار کیہ کی پہاڑیوں میں چھپی ہوئی ہے، اور صرف مہدی کو معلوم ہے، اب بتاؤ قرآن میں تابوت کیسے ہے، تو ہے کہاں؟ کہاں ہے تابوت، ہے زمین پہ، تھا کہاں غائب ہو گیا تابوت، تابوت چلا، اور بنی اسرائیل سے جب بنی اسرائیل کی بیٹی کو جب بنی اسٹیل بیاہ کر لائے تو تابوت کیسے جہیز میں آیا، حضرت اسٹیل کے بیٹے قیدار نے حمل سے کہا، حمل نے ثابت سے کہا، ثابت نے سلامان سے کہا، سلامان نے ہمیع سے کہا، ہمیع نے الیع سے کہا، الیع نے عود سے کہا، عود نے عدنان سے کہا، عدنان نے معد سے کہا، معد نے نزار سے کہا، نزار نے مضر سے کہا، مضر نے الیاس سے کہا، الیاس نے مد رکہ سے کہا، مد رکہ نے خزیمہ سے کہا، خزیمہ نے کنانہ سے کہا، کنانہ نے نصر سے کہا، نصر نے مالک سے کہا، مالک نے فہر سے کہا، فہر نے غالب سے کہا، غالب نے لوی سے کہا، لوی نے کعب سے کہا، کعب نے مرہ سے کہا، مرہ نے کلاب سے کہا، کلاب نے قصی سے کہا، قصی نے



عبد مناف سے کہا، عبد مناف نے ہاشم سے کہا، ہاشم نے عبد المطلب سے کہا، عبد المطلب نے ابوطالب سے کہا، ابوطالب یہ صندوق ہے، اس کا نام تابوت سکینہ ہے اس میں تمام انبیاء کے تبرکات موجود ہیں، اب تابوت سکینہ کا تنہا وارث، تنہا مالک ابوطالب تھا، کیا پوچھتے ہو، کون ہے ابوطالب سنو کون ہے ابوطالب، ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کی وصیتوں کا امین ہے ابوطالب، لیکن واہ رے ابوطالب کا بیٹا علی، جو انگوٹھی سلیمان کے ملک کے برابر تھی حالت رکوع میں زکوٰۃ میں دے دی، فقیر نے کہا کچھ دے دو، علی وہ ہے جو زکوٰۃ میں ملک سلیمان دیتا ہے۔ (نعرہ حیدری).....

(زکوٰۃ دو تو ایسے دو، جزاک اللہ جزاک اللہ، حسن صغیر اللہ تمہیں سلامت رکھے، تمہارے گھر کو آباد رکھے، کیا دلوائے علی ہے تمہاری، اور کیا پورے مجمعے کی دلا ہے)، اب وہ دن تو آئے، وہ دن آیا، اور وہ دن وہ تھا، کہ وہ تجارت کا سامان لئے شام سے آتے تھے، اور خدیجہ کنیز سے کہہ رہی تھیں، پردے ڈال دو، ہم آرام کو جاتے ہیں، پردے ڈالے گئے، خدیجہ حجرہ خاص میں چلیں، جبکہ کنیزیں نکلے لے کر ساتھ ساتھ چل رہی تھیں کچھ کنیزیں چادر کے گوشے کو اٹھائے ہوئے چل رہی تھیں، جب خدیجہ خواب گاہ میں پہنچیں، کہا دھوپ بہت تیز آ رہی ہے، میں نے کہا تھا، کہ پردے ڈال دیئے جائیں، پردے کیوں نہیں ڈالے گئے، کنیزیں ادب سے آگے بڑھیں، کہا ملکیت العرب پردے تو ڈال دیئے گئے، کہا پھر یہ دھوپ کہاں سے آتی ہے، کنیز نے پردے کو ہٹایا، کہا بی بی یہ دھوپ نہیں ہے، وہ یتیم عبد اللہ قافلہ لے کر آ رہا ہے، یہ اس کے چہرے کا نور ہے، جس سے آپ کا قصر منور ہو رہا ہے، بھئی یہ سننا تھا، ایک بار خدیجہ نے کہا، جیسے ہی محمد آئیں، اُن کو ہمارے محل میں لایا جائے، نفیس پردے محل و دنیا کے گرنے لگے، ایک پردہ دوسرا پردہ سات پردے گرتے جاتے تھے، اور جب محمد بڑھتے



جاتے تھے، کنیزیں پردوں کو ہٹاتی جاتی تھیں، جب آخری پردہ آیا، وہاں کرسی رکھی تھی، محمد تشریف فرما ہوئے، پردے کے پیچھے سے آواز آئی، کنیز آپ پر سلام کرتی ہے، خدیجہ آپ پر سلام کرتی ہے، پوچھنا صرف یہ ہے، کہ جو کچھ آپ نے کمایا ہے، اس قافلے سے، اس رقم کا آپ کیا کریں گے۔ سرکارِ دو عالم نے فرمایا اس رقم کے بارے میں میرے چچا ابوطالب یہ کہتے ہیں، جملہ سن لو محمد کی کوئی بات بغیر ابوطالب شروع نہیں ہوتی، تو اسلام ابوطالب کے بغیر کیسے شروع ہو سکتا ہے، میرے چچا ابوطالب کہتے ہیں اس رقم کے دو حصے کروں گا، آدھی رقم سے کچھ اونٹ خرید کر تمہیں دوں گا، تاکہ تم اپنی ذاتی تجارت کرو اور آدھی رقم سے کسی شریف عرب کے اشرف ترین خاندان کی بیٹی سے تمہارا عقد کریں گے ملکہ العرب حضرت خدیجہ نے کہا اگر میں کسی اشرف خاندان کی اشرف ترین پاک و پاکیزہ اور طاہرہ کا پتہ دوں، آپ عقد کریں گے سرکارِ دو عالم نے کہا آپ نام بتائیں، میں پہلے اپنے چچا سے سے پوچھوں گا۔ یہ جملہ اگر آپ اجازت دیں، تو میں کہہ دوں، اگر اجازت دو تو چپکے سے کہہ کر بڑھ جاؤں، ایک ہی عقد تو ابوطالب کی اجازت سے ہوا، اگلا جملہ کہہ دوں، چونکہ اذن ابوطالب کا تھا، اس لئے تو اولاد ہوئی، سلامت رہی، نسل چلی۔ (نعرہ حیدری) میں اپنے چچا سے پوچھوں گا، آپ اُس خاندان کا پتہ دیجئے، آپ اُس خاندان کی بیٹی کا نام بتائیے خدیجہ سے جواب ملا، پردے کے پیچھے کنیز حاضر ہے، آپ سے عقد کرنے کے لئے تیار ہے، چہرے پہ سرفنی آئی، کہا جی ہم چچا سے عرض کریں گے، گئے جا کے ابوطالب سے کہا، کہ آج ملکہ العرب نے مجھے شادی کا پیغام دیا ہے، یاد رکھئے شادی کا پیغام ہمیشہ بیٹا دیتا ہے، یہ اسلام کی پہلی شادی ہے، کہ اُدھر سے پیغام آیا، اگر محمد کی طرف سے پیغام آتا، تو تاریخ اسلام لکھتی دولت کی لالچ میں پیغام دیا۔ جملہ سن لو قیمتی جملہ کہہ رہا



ہوں، دولت نے نبوت کو پیغام دیا، اب یہ بھی جملہ سن لو، اللہ نے خدیجہؓ کے احترام و عزت کو بڑھا دیا، اسلام میں اب طریقہ یہی ہو گیا نکاح کا۔ ایجاب و قبول معلوم ہے، نکاح میں دو چیزیں ہوتی ہیں، حجتہ الاسلام پروفیسر ظل صادق صاحب قبلہ، آیت اللہ شیرازی کے وکیل تشریف فرما ہیں، علم فقہ سے اچھی طرح واقف ہیں، علمائے کرام ہی تو نکاح پڑھاتے ہیں نا، تو کیا ہے طریقہ نکاح کا، ایک ہے ایجاب، ایک ہے قبول، کدھر سے نکاح کی ابتدا ہوتی ہے، لڑکے والے کی طرف سے یا لڑکی والے کی طرف سے، بارات لے کے لڑکا آتا ہے، لیکن مولوی پہلے لڑکی کے پاس جاتا ہے، وہ اجازت دے دے، تب واپس آ کر کہے گا، لڑکے کے مولوی سے اجازت مل گئی، لڑکی سے، اب قبول کر لو، تو عقد پڑھا جائے گا، اگر وہ منع کر دے تو نکاح نہیں ہو سکتا، خدیجہؓ کی وجہ سے حق عقد لڑکی کو دیا، لڑکا انتظار میں بیٹھا ہے، لڑکی کی ایک ہاں پر عقد ہوتا ہے، یہ خدیجہؓ کا احترام بڑھایا اسلام نے کیونکہ نکاح کا آغاز خدیجہؓ سے ہوا تھا، تو اب قیامت تک اسلام میں آغاز لڑکی کی طرف سے ہوگا، پہلے مولوی وہاں جائے، وہ اجازت دے دے، کیا احترام بڑھایا اسلام نے نکاح کا، طریقہ خدیجہؓ کے پیغام سے لیا، سنت یوں بنتی ہے، صرف سنت رسولؐ نہیں سنت رسول میں سنت خدیجہؓ بھی ہے، سنت علیؓ بھی ہے، سنت زہراؓ بھی ہے، اکیلی سنت نہیں ہے، کہہ دوں جملہ رسولؐ کے خاندان نے مل جل کے اسلام بنایا، سب کو شامل کرو اور یہ جملہ کہہ دوں امت نے اسلام نہیں بنایا، امت کو تو ماننا تھا، بنائیں گے، وہ مانو گے تم (نعرۂ حیدری) دین بنائیں گے وہ، پہلی نماز کس نے پڑھی، خدیجہؓ نے، اور علیؓ نے جعفر طیارؓ نے، نماز اکیلی نہیں، خدیجہؓ نے پڑھی، اس لئے عورت پر بھی واجب، علیؓ نے پڑھی اس لئے بچوں پر بھی واجب، جعفرؓ نے پڑھی اس لئے جوانوں پر بھی واجب، ابوطالبؓ نے پڑھی، اس لئے بوڑھوں پر بھی



واجب، فقہ کو سمجھو، دین اسلام اور شریعت کو سمجھو، جہالت کی باتیں نہ کرو، قوم جھوٹ زیادہ نہ بولا کرے، سچ بولے، سچ بولے، اللہ توفیق دے، کہ اجداد نبی کے لئے اولاد نبی کے لئے سچ بولا جائے، سچ بولنا بڑا مشکل کام ہے، سچ بولنا بڑا مشکل کام ہے، اس لئے دعا کرنا چاہئے، پروردگار سچائی کی راہ پر چلا، یہ صراطِ مستقیم سچائی کی راہ ہے، سچ بولنے کی عادت پڑتی ہے صراطِ مستقیم پر چلنے سے، رسول اللہ نے ابوطالب سے کہا چچا خدیجہؓ نے پیغام دیا ہے، ابوطالب نے کہا اچھا، پھر چھوٹی بہن صفیہ کو بلایا ابوطالب نے، صفیہ میرے قریب آؤ، حمزہ کی سگی بہن، ابوطالب کی بہن، جناب صفیہ کو بلایا ابولہب نے، کہا ہو ہی نہیں سکتا، اب جملہ سننے گا، کفر کا جملہ کافر کا جملہ سنئے، ابولہب نے کہا، کیسے ہو سکتا ہے، کہ اتنے مفلس آدمی کو ملکیت العرب پیغام دے شادی کا، اس لئے کہ عرب کے اور دنیا کے بڑے بڑے رئیسوں نے، خدیجہ کو پیغام دیا، مگر سب کو خدیجہ نے منع کر دیا، ادھر قرآن میں سورہ النضحیٰ میں ایک ہی جگہ دونوں آیتیں رکھی ہیں۔

اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاَوٰى ۝ هُمْ نَاصِرُوْكَ دِيًا وَوَجَدَكَ عَاثِلًا
فَاَغْنٰىكَ تَمَّ مَفْلَسٌ تَحۡمِیۡمٌ
سورے میں وَالْضُّحٰی ۝ وَالۡلَّیْلِ اِذَا سَجٰی کیا سجا ہوا سورہ ہے، اُس میں ابوطالب بھی ہیں، اُس میں خدیجہ بھی ہیں، جیسے ہی ابولہب نے کہا، ابوطالب نے کہا، صفیہ آپ جاییں ناقہ تیار ہوا، عمار کی یہ صفیہ بیٹھیں، خدیجہ کے قصر کی طرف چلیں، ظاہر ہے کہ بنی ہاشم کی شہزادی جاری تھی، رئیس عرب کی بیٹی جاری تھی، تاجدارِ عرب کی بیٹی جا رہی تھی، رئیس مکہ کی بہن جاری تھی، اس لئے اہتمام تھا، اور سواری جب چلی، خدیجہ کو معلوم ہوا، کہ سواری آ رہی ہے، عبدالمطلب کی بیٹی آ رہی ہے، ابوطالب کی بہن آ رہی ہے، ایک بار حجرے سے باہر چلیں، کہ میں استقبال کروں گی، ایک بار پانچے میں پیر



الجھا، جیسے ہی الجھا، بے اختیار ایک جملہ زبان سے، نکلا اللہ محمدؐ کے دشمن کو کبھی سر ہنر و شاداب نہ کرنا، اللہ کو جملہ پسند آیا، اُسی کو سورہ کوثر بنا دیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ اِنَّا اَعْطٰیْنٰکَ الْکُوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِربِّکَ وَانْحَرِ ۝ اِنَّ شَانِئَکَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝ کوثر اور ابتر کے الفاظ خدیجہؓ کے منہ سے پہلے نکلے، اللہ نے آیات بنا کے قرآن میں رکھ دیا، قرآن یوں ہی بنا، کچھ ابوطالبؓ بولے، کچھ خدیجہؓ بولیں، کچھ زہراؓ بولیں، کچھ علیؓ بولے، کچھ حسنؓ بولے، کچھ حسینؓ بولے، قرآن بن گیا، ان کا عمل قرآن بننا چلا، ان کا لہجہ قرآن بننا چلا، آپ قرآن کو الگ کر کے کہاں لے جائیں گے، یہ جو کچھ بول رہے تھے، وہی لغت عرب بن گئی، وہی قرآن بن گیا، اللہ کو ان کی زبان پسند تھی، ایسی میٹھی زبان کسی کی ہو تو جو اللہ کو پسند آجائے، صفیہؓ نے کہا خدیجہؓ سے کہ آپ نے رشتہ دیا ہے، کہا بے شک رشتہ دیا ہے، صفیہؓ نے کہا آپ نے رشتہ دیا، اب بنی ہاشم آئیں گے، بارات لے کر آئیں گے، حضرت خدیجہؓ کی طرف سے ورقہ آئے جو چچا زاد بھائی ہیں خدیجہؓ کے، اسد حضرت خدیجہؓ کے چچا ہیں، بارات کی تیاری ہوئی، تاریخ طے ہوئی، ادھر محمدؐ کو دولہا بنانے کی تیاریاں ہوئیں، حمزہؓ بھی آئے، زبیرؓ بھی آئے، عباسؓ ابن عبدالمطلبؓ بھی آئے، جعفرؓ بھی آئے عقیلؓ بھی آئے، طالبؓ بھی آئے، لودولہا سجنے لگا، دولہا سجنے لگا، آج تابوتِ سکینہؑ کھلا دارش ابوطالبؓ دولہا بن رہا تھا، اَنْ یَّاتِیَکُمُ التَّابُوتُ فِیْهِ سَکِیْنَةٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَبَقِیَّةٌ مِّمَّا تَرَکَ الْمُؤَسٰی وَالْهٰرُوْنُ تَحْمِلُہُ الْمَلٰٓئِکَةُ۔ اُسی صندوق میں، تو سکینہؑ تھا، سکون تھا ابوطالبؓ نے ادریسؓ کا عمامہ نکالا، محمدؐ کے سر پر رکھا، الیاسؓ کا پنکا کمر میں باندھا، عصائے موسیٰؑ ہاتھ میں دیا، سلیمانؑ کی انگٹھی پہنائی، ابراہیمؑ کا پیرا بن پہنایا، یوسفؑ کا کرتا پہنایا، اللہ اکبر یعقوبؓ کی نعلین



پہنائی، دولہا حج گیا، یہ دولہا تھا یا سکون تھا ابوطالب کا، بارات چلی بقعر نور بنا تھا، خدیجہ کا قصر مصر سے بلائے گئے تھے، ملازم جنہوں نے قصر کو سجایا تھا، پردے ڈالے گئے تھے، ہر پردے پہ آفتاب و مہتاب کی تصاویر بنی ہوئی تھیں، روشنیوں سے گھر جگمگا رہا تھا، اور ایک تخت تھا زمر کا، جس پہ دولہا کو بٹھایا گیا، اب عقد شروع ہوگا، پہلے خدیجہ کے وکیل اسد بنے، جو چچا تھے خطبے کا جواب ابوطالب نے دیا، آپ سن چکے کہ لڑکی اجازت دے دے تو عقد لڑکے والے کا مولوی پڑھتا ہے، اس وقت کون مولوی ہے، جو ابوطالب کے سامنے آ سکے، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِی سے خطبہ، ابوطالب شروع ہوا نکاح پڑھا ابوطالب نے، ابوطالب نے نکاح پڑھایا، ابوطالب خدیجہ بنت خویلد، ابن عبد العزیٰ ابن قصی کو بیاہ کر اپنے گھر لائے، بہو بنا کر خوش تھے، جیسے ہی ابوطالب کے گھر میں ابوطالب کی پہلی بہو اتری، پانچ بہویں آئیں گی اس گھر میں، پہلی خدیجہ آخری فاطمہ، ماں بھی ابوطالب کی بہو بیٹی بھی، ابوطالب کی بہو گود میں پالا ہے، بھتیجا ہے بیٹا کہتے ہیں، خدیجہ اس گھر میں آئیں، خدیجہ اس گھر میں آئیں، اور قرآن دیکھ رہا تھا، محفوظ کر رہا تھا، اور قرآن نے آواز دی لَوْحٌ مَحْفُوظٌ پر۔ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّکُمْ تَتُكَذِّبْنَ ۝ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ یَلْتَقِیْنِ ۚ ہم نے علم و نور کے دو دریاؤں کو ملا دیا خدیجہ آئیں یہ خدیجہ آئیں بہو بن کر اور دو ہجری میں زہرا اس ہی گھر میں زہرا بہو بن کر آئیں تو سورہ رحمن نے آواز دی جب علم و نور کے دو دریا ملتے ہیں تو یَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ اس میں سے دو موتی نکلتے ہیں ایک سبز ہوتا ہے ایک سرخ ہوتا ہے ایک حسن ہیں ایک حسین ہیں۔ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّکُمْ تَتُكَذِّبْنَ کہاں تک رب کی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے، دیکھا جھوٹ بولنے والوں کو دیکھا۔ سورہ رحمن میں کہا جھوٹے ہیں جھوٹے ہیں ایک بار نہیں کہا، یہ آیت بار بار دوہرائی گئی، ہر دو آیتوں کے بعد جھٹلا



رہے ہو، اللہ کو جھٹلا رہے ہو، آیات کو جھٹلا رہے ہو، تو پھر شکایت کیا، تو قرآن کو ہی جھٹلا دے، تو کیا شکایت اور قرآن نے اعلان کیا، کون ہیں یہ جھوٹے لوگ، سورہ رحمن کس سے بات کر رہا ہے، نعمتوں کو جھٹلا رہے ہو، کون لوگ نعمتوں کو جھٹلا رہے ہیں، یہ تو چلے کہ نعمت کیا ہے، نعمت روٹی ہے، نعمت کھانا ہے، نعمت دودھ ہے، پانی ہے پھل ہیں، کیا چیزیں نعمت ہیں، کوئی بھی نہیں ٹھکرا رہا ہے، پانی بھی سب پی رہے ہیں، کھانا بھی سب کھا رہے ہیں، روٹی بھی سب کھا رہے ہیں، ذیل روٹی بھی سب کھا رہے ہیں، پھل بھی سب کھا رہے ہیں، نان بھی کھا رہے ہیں، شیرمال بھی کھا رہے ہیں، دودھ بھی پنی رہے ہیں گوشت بھی کھا رہے ہیں، پوری گائے بھی کھا رہے ہیں اونٹ بھی پورا کھا رہے ہیں، بھیڑیں بھی کھا رہے ہیں، بکریاں بھی کھا رہے ہیں، بچھڑے بھی کھا رہے ہیں، ارے جو جوں رہا ہے کھائے جارہے ہیں، کھائے جارہے ہیں، کہاں نعمتیں ٹھکرا رہے تو تو نے کہا کیوں کہ یہ نعمتوں کو جھٹلا رہے ہیں تو پھر اور چیز ہے جسے جھٹلایا گیا وہ کیا ہے ولایت علیؑ، نعمت کو جھٹلاؤ نہیں نعمتوں کو جھٹلاؤ نہیں وہ نعمتیں کیا ہیں، وہ ولایت علیؑ ہے، وہ امامت علیؑ ہے، امامت حسنؑ ہے، امامت حسینؑ ہے، اب ماننے میں کیا ہے، چودہ سو سال پہلے، یہ پریشانیاں تھیں، وہ بھی تھے، یہ بھی تھے، کیا کرتے آنکھوں کی شرم تھی، نہ مانتے تو کیا ہوتا، اب تو کوئی بھی نہیں ہے، اب کس بات کی شرم ہے، کس بات کی شرم ہے، اور اگر سقیفہ والوں نے یہ کہا ہے، ہم کو نہیں مانو گے، تو ہم تمہیں جہنم میں ڈالیں گے، تو حدیث دکھاؤ ارے دکھاؤ نا کہیں لکھا ہے، کس کتاب میں لکھا ہے، کہ اپنے آپ کو منوانے والے یہ کہہ کے گئے ہوں، اگر ہم کو نہیں مانو گے، تو جہنم میں جاؤ گے، رسول اللہ اُس کو جہنم میں ڈال دینگے، تو رسول اللہ نے تو یہی کہا، جو علیؑ کو نہیں مانے گا، وہ جہنم میں جائے گا، ایک حدیث ہے، ایک حدیث ہے اور اسی کو بار بار نبیؐ نے



کہا، لاؤ ایک حدیث لاؤ، پورا اسلام مل کر بیٹھ جائے، چھالیس اسلامی ملک اپنے کتب خانے لائیں، بغداد کے تو جل گئے، اور جگہوں کے تو ہونگے، ساری کتابیں تو نہیں جل گئیں، کتابیں ہیں، کسی کتاب میں دکھاؤ، کہ نبیؐ نے یہ کہا ہو، ان کو نہیں مانو گے تو جہنم میں جاؤ گے، ان کو نہیں مانو گے تو جہنم میں جاؤ گے۔ دکھاؤ یہاں لاؤ ایک حدیث ہے، عالم اسلام میں ایک حدیث گونج رہی ہے، اگر پوری دنیا ولایتِ علیؑ پر متفق ہو جاتی، تو اللہ جہنم کو نہ بناتا، کہا سلمانؓ نے مولا علیؑ سے کچھ رموزِ رسالت بتائیے، کہا جاؤ ہماری طرف سے جاؤ اذن ہے، نبیؐ سے جا کر کہو، کہ ستر ہزار رازِ شبِ معراج اللہ نے آپ کو بتائے، اُس میں سے ایک راز سلمانؓ فارسی کو دے دیجئے، سلمانؓ گئے، کہا اللہ نے شبِ معراج آپ کو ستر ہزار راز بتائے، اُن رازوں میں سے ایک راز، سلمانؓ کو ہدیہ کیجئے۔ کہا علیؑ کے پاس سے آ رہے ہو، کہا ہاں رسول اللہؐ مسکرائے اور کہا، لو سلمانؓ ستر ہزار میں سے ایک راز تمہیں بتائے دیتے ہیں، سب کو بتا دینا، یہ راز میرے بعد، راز یہ ہے، کہ اللہ نے شبِ معراج مجھ سے یہ راز بھی بیان کیا، کہ پوری دنیا میں، اگر تمام انسان اپنے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی علیؑ کی محبت رکھیں گے، تو ہم اُس کو جہنم میں نہیں جانے دیں گے، رائی کا دانہ۔ (نعرہ حیدری) تو رائی کا دانا جتنا بڑا ہوتا ہے، دیکھا ہے اتنی بڑی محبت دل میں علیؑ کی رکھنا مشکل ہے، ورنہ جنت کس کو پیاری نہیں۔ مشکل کام یہ ہے علیؑ سے محبت کرنا، مرحبا، مرحبا جو چودہ صدیوں سے، اس شان سے علیؑ سے محبت کر رہے ہیں، علیؑ سے محبت کرنے والوں کے گھروں کو اللہ آباد رکھے، اُن کے بچوں کو پروان چڑھائے، کیا ہے دلائے علیؑ، اُسی سے پوچھو جو سرشار ہے، دلائے علیؑ میں، محبتِ علیؑ میں، بس کوئی مسئلہ ہوا، ایسا کہ عدالت میں مقدمہ تھا، اور اس الوداعی عشرے کے بانی اور آج کے جلوسِ پُچپ تعزیہ کے بانی مسیتب علی زیدی



کو گواہی دینی تھی، حج نے پوچھا آپ کے یہاں جلوس میں نعرے لگے، مسیب صاحب نے عدالت میں بیان دیا، نعرہ ہمارے یہاں ایک ہی لگتا ہے، اور وہ نعرہ حیدری ہے، اور اس نعرے کو ہم روک نہیں سکتے، اور یہ نعرہ جب بھی دیا جائے گا، اور ابھرے گا۔ مسیب علی زیدی کا بیان جنگ اخبار میں چھپا، ہمارا ایک ہی نعرہ ہے، نعرہ حیدری لیکن مجلس کا، نعرہ خوشی کا نعرہ اور یہ جلوس جو مسیب علی زیدی نکال چکے، اور آج اُس کو پچاس برس پورے ہو رہے ہیں، اور اُسی راستے سے مارٹن روڈ، انتہائی احترام سے جاتا ہے، یہ جلوس اُس جلوس کی یاد ہے جو مختصر سا جلوس لٹ کر کر بلا، کوفہ اور شام سے مدینے پہنچا تھا، اس میں کوئی نعرہ نہیں تھا، یہ خاموش جلوس تھا، خاموشی سے چند عماریاں مدینے میں داخل ہوئیں، شام ہو رہی تھی، دھند کا سا تھا، سرمئی شام ظاہر ہو رہی تھی، مدھم مدھم دن تھا، عماریاں جیسے ہی مدینے کی سرحد میں داخل ہوئیں، علی کی چھوٹی بیٹی ام کلثوم نے عماری کا پردہ ہٹایا، الوداع ہو گئی، الوداعی جلوس نکلے گا، دن تمام ہوا، دن ڈھل چکا، شام قریب ہے، مہمان رخصت ہو رہا ہے، الوداع کہتا ہے، الوداع کہتا ہے، تھکے نہیں ہو، مہمان کو رخصت کرتے وقت تھکنا کیسا، کوئی ایک الوداع تو ہڈی کہتا ہے، کر بلا کے بہتر مہمان ہوئے تھے، گھر آباد تھے، کیسے بچے ہوئے گھر میں، کیسی روشنیاں ہیں، کیسے چراغ جل رہے ہیں، کیسا جھولار کھا ہے، کیسے علم ہیں، کیسے فقیے ہیں، ارے ابھی تو ہڈی دیر کے بعد سب اُجڑ جائے گا، بس تصور کرو، اجڑا گھر کیسا ہوتا ہے، اللہ کسی کو اجڑا گھر نہ دکھائے، پڑھوں گا میں پڑھوں گا، بہت سی فرمائشیں ہیں، ہمارے دوست صفدر صاحب ہیں، حسن صغیر صاحب ہیں، ان کے چہرے دیکھتا ہوں، بھائی پتن بیٹھے ہوئے ہیں، دیکھئے اتنی عدالت کے باوجود زابد نقوی صاحب ڈائریکٹر ریڈیو پاکستان، دس دن سے مسلسل آئے طبیعت ٹھیک نہیں، مگر گرمی میں بیٹھے ہیں، ایسے سارے



بزرگ ہم دیکھ رہے ہیں، کوئی گرمی کی پروا نہیں، بچوں جوانوں کا کیا ذکر، ان کے پاس تو ماشاء اللہ ولائے علی کی طاقت ہے، خیال تو بزرگوں کا ہے، کہ دھوپ میں باہر کھڑے ہوئے ہیں، میں دیکھ رہا ہوں، ادھر بھی دھوپ آ رہی ہے، لیکن کتنی دیر کی دھوپ برداشت کرو گے، ایک گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ، ارے جس کا لاشہ دھوپ میں پڑا تھا اور چادر زینب کے پاس نہیں تھی، دھوپ میں لاشہ تھا۔ جزاک اللہ، کیا گریہ ہے، کیا مجلس پہ نور ہے، ہم بھی روئیں، آپ بھی رویئے، ہمیں پتہ ہے، دیکھیں یہ خواتین یہاں سے وہاں تک، مہمان کو رخصت کرنے آئی ہیں، کئی ہزار خواتین یہاں سے وہاں تک مہمان کو رخصت کرنے آئی ہیں، کئی ہزار خواتین ہیں، پردے کے پیچھے، ادھر بھی بیٹھی ہیں، باہر سڑک پہ مومنین بیٹھے ہیں، رضویہ کے آخری چوراہے تک مومنین مجلس سن رہے ہیں، مجھے پتہ ہے، سب گریہ کر رہے ہیں، جو جہاں بیٹھا ہے، اُس کے آنسو بہہ رہے ہیں، میں جلدی نہیں کروں گا، جلدی سے مہمان کو رخصت نہیں کروں گا، اے حسین جلدی نہیں جانے دیں گے، دامن پکڑو، مجھ سے پوچھو، کہ کیسے دامن پکڑو، اس طرح دامن پکڑو، جس طرح سیکینٹہ نے دامن پکڑا تھا جب خیمے سے حسین نکل رہے تھے، جزاک اللہ، جزاک اللہ، جو سلامت رہو اللہ تمہاری ساری دعائیں قبول کرے، تمہارے سروں پہ جناب زہرا کی چادر کا سایہ ہو، زینب کی چادر تولت گئی، جناب سیدہ کی چادر، چادر کساء کا سایہ ہو، سنتے جاؤ میں وہیں ہوں، اُم کلثوم شہزادی نے عمار کی کا پردہ ہٹایا، اور ایک بار نوہ پڑھا، اے شہر مدینہ، اے نانا کے شہر، ہم جب گئے تھے، تجھ سے جدا ہو کر، تو گودیوں میں بچے تھے، مانگیں آباد تھیں، اب جو آئے گودیاں خالی ہو گئیں، مانگ اُجڑ گئی، مانگیں اُجڑ گئیں، بیبیاں بیوہ ہو گئیں، گودیوں میں بچے نہیں آئے اور جملہ یہ کہانا نانا کے شہر ہمارے آنے کو قبول نہ کر۔ ہمارے آنے کو قبول نہ کر، کچھ جملوں کی



میں تشریح کروں گا، آپ یہ سنتے آئے ہیں نا بچپن سے، کہ سید سجادؑ نے کہا، کہ ہم ایک دم سے مدینہ میں نہیں جائیں گے، بیرون مدینہ خیمے لگائے جائیں، وجہ معلوم ہے وجہ سنو گے، آج تک کسی سے وجہ نہ سنی ہے تم نے، وجہ بھی سن لو تو سید سجادؑ جانتے تھے، اٹھائیس رجب کو جب ہم نکلے تھے، اکبرؑ تھے، قاسمؑ تھے، عونؑ و محمدؑ تھے، عباسؑ تھے، ارے چھوٹا سا قافلہ جائے گا، لوگ پریشان ہو جائیں گے، کیلجے پھٹ جائیں گے، اتنا بڑا جلوس گیا تھا، ٹھہرو ٹھہرو یہیں ٹھہرو، پہلے خبر جائے، پھر ہم چلیں گے، پھر ہم جائیں گے، خیمے لگ گئے، ایک کرسی بیرون خیام رکھی گئی، کالی چادر گلے میں ڈال کے سید سجادؑ اُس کرسی پہ تشریف فرما ہوئے، بشیر بن جزم قافلہ لے کر آیا تھا، اُس کو بلایا، کہا تیرا باپ شاعر تھا، شعر کہتا تھا، تجھے شعر کہنے آتے ہیں، کہا ہاں کچھ شعر کہہ لیتا ہوں، کہا یہ علم لو، یہ سیاہ علم لو، اور یہ چادر کالی گلے میں ڈالو، گھوڑے پہ بیٹھو، اور صدر مقام پر مدینہ میں جاؤ، اور جا کر پرچم دکھا کر اعلان کرو اور کہنا اہل مدینہ، اٹھائیس رجب کو جو قافلہ حسینؑ کا گیا تھا، واپس آ گیا، جاؤ اعلان کر دو، جاؤ اعلان کر دو، بشیر چلا علم ہاتھ میں لیا، گلے میں چادر ڈالی، گھوڑے پہ بیٹھا، صدر مقام پر آیا، اور ایک بار پکارنا شروع کیا، اہل مدینہ مدینہ لٹ گیا، اہل مدینہ مدینہ اُڑ گیا، جب یہ آواز گونجی، گھروں کے دروازے کھلنے لگے، گھروں کے دروازے کھلنے لگے، لوگ جوق در جوق چلے، عورت مرد بچے مدرسے بند ہو گئے، بچے دوڑتے چلے، مسجدیں خالی ہو گئیں، لوگ دوڑتے چلے، گھر خالی ہو گئے، مجمع بڑھتا جاتا تھا، اور بشیر اعلان کرتا جاتا تھا، ایک بار مدینہ کے نوجوان کمر میں تلواریں لگائے آگے بڑھے، کہا بشیر ہمارا شہزادہ علی اکبرؑ آ گیا، ہمارا شہزادہ علی اکبرؑ آ گیا، بشیر نے کہا چلو مسجد میں چلو، تب پتہ چلے گا، کون آیا کون نہیں آیا، ایک بار بچے مدرسوں کے آگے بڑھے، دوڑتے ہوئے آئے کہا، بشیر ہمارے دونوں شہزادے



عون و محمد آ گئے، بس یہ شور تھا کہ محمد حنفیہ کی آنکھ کھلی، حسین کے بھائی زینب کے بھائی، آنکھ کھلی، کہا شور کیسا ہے، گریہ کیسا ہے، غلاموں نے کہا، طبیعت ٹھیک نہیں، اصل بات نہ بتائیں غلاموں نے کہا آپ کے بھائی آ گئے، آپ کے بھائی آئے ہیں حسین آئے ہیں، محمد حنفیہ نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے، میرا بھائی آ جائے، میں بیمار پڑا ہوں، میرا بھائی با اخلاق ہے، وہ عیادت کو کیوں نہیں آیا، اور اگر وہ نہیں آئے، ہم چلیں گے، ہمیں اٹھاؤ، ہمیں اٹھاؤ، غلاموں سے کہا بازو پکڑ لو، غلاموں نے بازو پکڑے، باہر لے کے آئے، جیسے ہی شاہراہ پر آئے، دور سے نظر پڑی، کالے کالے علم نظر آئے، سیاہ علم دیکھ کر ایک بار سینہ پکڑ کر کہا ہائے بنی امیہ نے میرے بھائی کو مار ڈالا۔ میرا حسین مارا گیا، زمین پہ بیٹھ گئے، محمد حنفیہ زمین پر بیٹھ گئے، بے ہوش ہو گئے، ہوش آیا، کہا کہ لے چلو کون کون آیا ہے، مجمع بڑھتا جاتا ہے، (میری طرف دیکھتے رہنا)، اب بیمار بنی نے آواز دی، نانی ام سلمیٰ کچھ سنا، بابا آئے ہیں، دادی ام البنین جلدی چلے بابا آئے، پھوپھی آئی ہیں، ارے نانی جلدی چلے، میرا اصغر آیا ہے میرا بھیا علی اکبر آیا، (جزاک اللہ، جزاک اللہ) دادی نے کہا، صغرابی بی طبیعت ٹھیک نہیں ہے، میں جاتی ہوں، میں خبر لاتی ہوں، تم ٹھہرو، دروازے پر ٹھہرو، میرا انتظار کرنا، پوتے کو بلایا فضل کو، کہا بیٹا میرا ہاتھ تھام لو، مجھ میں تاب نہیں ہے، میرا ہاتھ پکڑ لو، چادر اوڑھ لی، عصا ہاتھ میں لیا، پوتا انگلی پکڑ کر چلا، بیٹا وہاں چلو جہاں اعلان کرنے والا اعلان کر رہا ہے، ایک بار شور ہوا، راستہ دو، مادر عباس آرہی ہیں۔ جملے سنتے جائیے گا، مجمع نے کہا راستہ دو، مادر عباس آرہی ہیں، ایک بار مجمع میں جو لوگ کہہ رہے تھے، مادر عباس آرہی ہیں، ایک بار سب کو ڈانٹ کر کہا، خبردار مجھے عباس کی ماں نہ کہو، ابھی میں عباس کی ماں نہیں ہوں، جب تک مجھ کو یہ پتہ نہ چلے، کہ میرے بیٹے نے حسین سے وفاداری کی یا نہیں،



ابھی مجھے عباسؑ کی ماں نہ کہو، پوتے نے ہاتھ پکڑا، آگے بڑھا، کہا بیٹا ذرا اس سے پوچھو میرا حسین آگیا، بشیر کہتا ہے، میں نے دیکھا، مجمع بہت ہے، بچہ کچل نہ جائے، تو میں نے آگے بڑھ کے گھوڑے سے اتر کر، بچے کو گود میں لیا، اور بے اختیار کہا، کس کے بیٹے ہو، کہا سوال پہلے ہم کریں گے، پہلے سوال ہم کریں گے، بشیر یہ بتاؤ، یہ علم تم کو کہاں سے ملا، کہا آپ کا اس علم سے کیا واسطہ، کہا یہ میرے باپ عباسؑ کا علم ہے، آپ عباسؑ کے بیٹے ہیں، آپ کس کے ساتھ آئے ہیں، کہا یہ میری دادی ہیں، یہ میری دادی ام البنین آئی ہیں، ایک بار آواز آئی بشیر، ذرا مجھے حسین کی خیریت سنا دے، (بس قیامت ہے، تقریر ختم ہو گئی)، ام البنین نے کہا مجھے حسین کی خیریت سنا دے، بشیر نے کہا بی بی حسین تو مارے گئے، حسین کا سر کٹ گیا، کئی دن لاشہ دھوپ میں مقتل میں پڑا رہا، ام البنین نے کہا یہ نہیں ہو سکتا، حسین نہیں مارا جاسکتا، پہلے یہ بتا کیا عباسؑ کو چھوڑ کے چلا گیا، مجھے جلدی بتا، کیا عباسؑ نہیں تھا، جہاں عباسؑ ہو، وہاں حسین نہیں مارا جاسکتا، ہاتھ باندھے، کہا بی بی پہلے پورا حال سن لو، عباسؑ بچوں کے لئے پانی لینے گئے، یہ عصر سے پہلے کا ہنگام تھا، واپس نہیں آئے، بھائی کے لئے ہاتھ کٹا دیئے، سر پہ گرز پڑا، فرات کے کنارے عباسؑ مارے گئے، (دو جملے، ختم ہو گئی تقریر، بس) یہ سننا تھا، چپ ہو گئی بی بی، چپ ہو گئی، چادر کو سنبھالا پوتے سے کہا چلو، جنت البقیع چلو، زہرا کی قبر پر آئیں، آ کے کھڑی ہوئیں، کہا زہرا بی بی، میرے چاروں بیٹے مارے گئے، آپ مجھ سے خوش ہیں، میں جب تک زندہ رہوں گی، یا حسینؑ یا حسینؑ یا حسینؑ یا حسینؑ۔



علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی کی تقاریر کا مجموعہ شائع ہو گیا ہے

عشرۃ مجالس

علم زندگی ہے

۱۲ صفر تا ۲۲ صفر ۱۴۱۵ھ مطابق ۱۹۹۴ء

بمقام

امام بارگاہِ رضویہ سوسائٹی، کراچی

علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی

علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی کی معرکہ الآرا کتاب شائع ہو گئی ہے

دبستانِ ناسخ

تالیف

علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی